کتاب کا عنوان۔۔۔۔۔۔۔تہتر تحریریں

مقالات کا مجموعہ

ازقلم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مسعود چوہدری

انتساب

میرے وطن کے بچوں کے نام

اذلان مسعود چوہدری کے نام

ہانیہ،انس،آئیزہ،عفّان کے نام

والد صاحب، والدہ محترمہ،بیگم صاحبہ واہل وعیال کے نام

پرخلوص محبتوں کے امین دوستوں بھائیوں کے نام

قلم کی حرمت کے لیئے لڑتے گمنام سپاہیوں نام

وطن عزیز کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرتے گمنام فرض شناسوں کے نام

مایوسی کے اندھیروں میں امید کی کرنوں کے متلاشیئوں کے نام!

پیش لفظ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔الصلو اۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلو اۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ ﷺ

الحمدللہ رب العالمین آج بروز منگل بتاریخ 9 جون 2020 ، 17 شوال المکرّم 1441 ھجری کو یہ کتاب مکمل ہوگئی ہے۔اس کتاب میں موجود تمام تحریریں راقم کی جانب سے تحقیق کردہ ہیں اور راقم کے نام سے مختلف اخبارات اور نیوز ایجنسیوں کی جانب سے پوری دنیا میں شائع ہوچکی ہیں۔ کچھ تحاریر کے دیگر کئی زبانوں میں تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔انہیں ایک جگہ مجتمع کیا ہے اور کچھ تحاریر جانتے بوجھتے ہوئے اس کتاب کا حصہ نہیں بنائی ہیں۔

جزاک اللہ خیر

مسعود چوہدری

بتاریخ 9 جون 2020 ، 17 شوال المکرّم 1441

قرآن پاک میں آدم کا بیان

قرآن پاک میں آدم کا بیان ۔ مقالہ ۔ تحریر و تحقیق مسعود چوہدری

کل اٹھارہ سے زائد مقامات پر لفظ ادَم اور ادَمُ کا تذکرہ قرآن پاک میں آیا ہے ۔ جبکہ اس کے علاوہ ندائیہ " ی" کے ساتھ کم وبیش پانچ سے زائد جگہ پر ذکر آیا ہے ۔ اگر راقم کی کم علمی کے سبب کچھ چھوٹ گیا ہو تو پیشگی معذرت خواہ اور اللہ رب العزت کے حضور معافی کا خواستگار ہوں ۔ جبکہ اگر دم سے آدم لیا جائے تو تمام کلام وراہنمائی ابن آدم سے ہی ہے ۔ بلاشبہ اگر انہی آیات کو سمجھ لیا جائے تو نہ صرف بہت سے سوالات کے جوابات حضرت انسان حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے بلکہ انسان اور اسکے خالق اللہ رب العزت کے عرفان و قرب کے حصول کا بھی باعث بن سکتا ہے ۔

آیات قرآنی ملاحظہ ہوں ۔ سورۃ البقرۃ کی آیت 31 تا 39 میں میرے اور آپکے پیارے اللہ رب العزت فرشتوں سے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے گویا ہوئے

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (31) قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (32) قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (33) وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (34) وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (35) فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (36) فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (37) قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (38) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (39)

ترجمہ : اور اللہ تعالی نے آدم کو تمام (اشیاء کے) نام سکھائے بھر سب اشیاء کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ ۔ بولے پاکی ہے تجھے، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا، بے شک تو ہی علم وحکمت والا ہے، فرمایا اے آدم بتادے انہیں سب (اشیاء کے) نام؛ جب اس نے (یعنی آدم نے) انہیں سب کے نام بتا دیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو ۔ اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا ۔ اور ہم نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور کھاؤ، اس میں سے بے روک ٹوک، جہاں تمہارا جی چاہے، مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا، کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے ۔ تو شیطان

نے اس سے (یعنی جنت سے)انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو، آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ پھر سیکھ لیئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی، بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ، پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ نہ کچھ غم۔ اور وہ جو کفر کریں گے، اور میری آیتیں جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں۔ ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

سورۃ آل عمران کی آیت 33 اور آیت نمبر 59 اور 60 میں کچھ اسطرح بیان ہوا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ (33)

ترجمہ: بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اولاد اور عمران کی آل کو سارے جہان سے۔

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ (59) اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ (60)

ترجمہ: عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے، اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا، وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ اے سننے والے یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو شک والوں میں نہ ہونا۔

سورۃ المائدۃ کی آیات 27 میں اسطرح سے بیان آیا ہے کہ :

وَ اتۡلُ عَلَیۡہِمۡ نَبَاَ ابۡنَیۡ اٰدَمَ بِالۡحَقِّ ۘ اِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنۡ اَحَدِہِمَا وَ لَمۡ یُتَقَبَّلۡ مِنَ الۡاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقۡتُلَنَّکَ ؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ (27)

ترجمہ: اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی، بولا قسم ہے، میں تجھے قتل کر کر دوں گا، کہا، اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔

ہابیل و قابیل اور فساد فی الارض سے متعلق اس حکم کے تحت قرآنی آیات کا صرف ترجمہ من و عن پیش خدمت ہے۔

بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہان کا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا تو رہ گیا نقصان میں۔ تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے، بولا ہائے خرابی، میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا، کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا، تو پچھتاتا رہ گیا۔ اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی، بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا اور بے شک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے، پھر بے شک ان میں بہت اُس کے بعد زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔ وہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیئے جائیں، یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیئے بڑا عذاب۔ مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ المائدۃ کی آیت 28 سے 34 تک کا ترجمہ)

سورۃ الاعراف میں آدم علیہ السلام کا تذکرہ کچھ اسطرح سے آیا ہے کہ

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (11)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گرے مگر ابلیس یہ سجدہ کرنے والوں میں نہ ہوا۔ (سورۃ الاعراف ۔ آیت نمبر 11)

سورۃ الاعراف میں اس کے بعد کی آیات کا ترجمہ من وعن ملاحظہ ہو۔۔۔

ترجمہ: فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا، بولا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔ فرمایا تو یہاں سے اتر جا، تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے، نکل! تو ہے ذلت والوں میں۔ بولا مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں۔ فرمایا تجھے مہلت ہے۔ بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔ پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا، ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان کے بائیں سے اور تو

ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔فرمایا یہاں سے نکل جا، رد کیا گیا، راندہ ہوا، ضرور جو ان میں سے تیرے کہے پر چلا، میں تم سب سے جنت بھر دوں گا۔ (سورۃ الاعراف آیت نمبر 12 تا 18)

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (الاعراف۔19)

ترجمہ: اور اے آدم تو اور تیرا جوڑا جنت میں رہو، تو اس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو گے۔ (سورۃ الاعراف۔آیت نمبر 19)

سورۃ الاعراف میں ہی اس آیت مبارکہ کے بعد کی آیات کا ترجمہ ہے کہ:

ترجمہ: پھر شیطان نے ان کے جی میں خطرہ ڈالا کہ ان پر کھول دے ان کی شرم کی چیزیں جو ان سے چھپی تھیں اور بولا تمہیں تمہارے رب نے اس پیڑ سے اسی لیئے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم دو فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ جینے والے۔اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔تو اتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے پیڑ چکھا ان پر ان کی شرم کی چیزیں کھل گئیں اور اپنے بدن پر جنت کے پتے چپٹانے لگے اور انہیں ان کے رب نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اس پیڑ سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔دونوں نے عرض کی اے رب ہمارے، ہم نے اپنا آپ برا کیا، تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوں گے۔فرمایا، اترو، تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں زمین میں ایک وقت تک ٹھرنا اور برتنا ہے۔فرمایا، اسی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی میں اٹھائے جاؤ گے۔ (الاعراف۔آیات 20 سے 25)

اس کے بعد سورۃ الاعراف کی آیات ملاحظہ ہوں

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ **(26)**

ترجمہ: اے آدم کی اولاد بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس، وہ سب سے بھلا، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔ (الاعراف۔آیت نمبر 26)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭاِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭاِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (الاعراف۔ 27)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد خبردار تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا، اتروا دیئے ان کے لباس، کہ ان کی شرم کی چیزیں انہیں نظر پڑیں، بے شک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے، بے شک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست کیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (سورۃ الاعراف۔آیت نمبر 27)

سورۃ الاعراف کی آیات اٹھائیس، انتیس اور تیس کا ترجمہ ہے کہ:
ترجمہ: اور جب کوئی بے حیائی کریں تو کہتے ہیں ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا تو فرماؤ بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا اللہ پر وہ بات لگاتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں۔ تم فرماؤ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے، اور اپنے منہ سیدھے کرو، ہر نماز کے وقت اور اس کی عبادت کرو نرے (خالص) اس کے بندے ہو کر جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے۔ ایک فرقے کو راہ دکھائی اور ایک فرقے کی گمراہی ثابت ہوئی، انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو والی بنایا اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔ (سورۃ الاعراف۔آیات 28 سے 30)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (سورۃ الاعراف 31)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔ (سورۃ الاعراف۔آیت نمبر 31)

سورۃ الاعراف کی اس کے بعد کی آیات 32، 33، اور 34 کا ترجمہ پیش خدمت ہے کہ

ترجمہ: تم فرماؤ، کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیئے نکالی، اور پاک رزق، تم فرماؤ کہ وہ ایمان والوں کے لیئے ہے، دنیا میں، اور قیامت میں تو خاص انہی کی ہے، ہم یونہی مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں، علم والوں کے لیئے۔ تم فرماؤ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور گناہ اور ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے سند نہ اتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے۔ اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے، تو جب ان کا وعدہ آئے گا، ایک گھڑی نہ پیچھے ہو، نہ

آ گے۔ (سورۃ الاعراف۔آیات 32 سے 34)

اس کے بعد اللہ پاک سورۃ الاعراف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (35)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد اگر تمہارے پاس تم میں کے رسول آئیں میری آیتیں پڑھتے، تو جو پرہیزگاری کرے اور سنورے تو اس پر نہ کچھ خوف اور نہ کچھ غم۔ (سورۃ الاعراف۔آیت نمبر 35)

سورۃ الاعراف آیت 172 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ (سورۃ الاعراف۔آیت نمبر 172)

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں؟، سب بولے کیوں نہیں، ہم گواہ ہوئے، کہ قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔ (سورۃ الاعراف۔آیت نمبر 172)

سورۃ الإسراء (بنی اسراءیل) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا

(سورۃ بنی اسرائیل۔آیت نمبر 61)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے، بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔ (سورۃ بنی اسرائیل۔آیت نمبر 61)

سورۃ الاِسراء (بنی اسراءیل) میں ہی چند آیات بعد ذکر ہے کہ

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا

(سورۃ بنی اسرائیل۔آیت نمبر 70)

ترجمہ: ہم نے اولاد آدم کوعزردی اوران کوخشکی اورتری میں سوار کیا اوران کوستھری چیزیں روزی دیں اوران کواپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔ (سورۃ بنی اسرائیل۔آیت نمبر 70)

سورۃ الکھف میں کچھ اسطرح ذکر ہوا ہے کہ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا (سورۃ الکھف۔ آیت نمبر 50)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کوفرمایا کہ آدم کوسجدہ کروتو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے، قوم جن سے تھا، تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا، بھلا کیا اسے اوراس کی اولاد کومیرے سوا دوست بناتے ہو اور وہ ہمارے دشمن ہیں، ظالموں کوکیا ہی برا بدل (بدلہ) ملا۔ (سورۃ الکھف۔ آیت نمبر 50)

سورۃ المریم میں اسطرح تذکرہ ہوا ہے ساتھ ہی یہ بھی عرض کردوں کہ یہ آیت سجدہ ہے اور ہر پڑھنے والے پر سجدہ واجب ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْرَآءِیْلَ وَمِمَّنْ هَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا **58** (السجدہ)

ترجمہ: یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا، غیب کی خبریں بتانے والون میں سے، آدم کی اولاد سے، اوران میں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد سے اوران میں سے جنہیں ہم نے راہ دکھائی اور چن لیا، جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتیں، گر پڑتے سجدہ کرتے اور روتے۔ (سورۃ المریم ۔ آیت نمبر 58 ۔ آیۃ سجدہ)

سورۃ طہٰ میں اسطرح ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۞ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى ۞ فَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۞ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَلَا تَعْرٰى ۞ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَلَا تَضْحٰى ۞ فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ

يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ: اور بے شک ہم نے آدم کو اس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ چوک گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدہ میں گرے مگر ابلیس، اس نے نہ مانا۔ تو ہم نے فرمایا، اے آدم بے شک یہ تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو جنت سے نکال دے، پھر تو مشقت میں پڑے۔ بے شک تیرے لیئے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہو اور نہ ننگا ہو۔ اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے نہ دھوپ، تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا، بولا اے آدم کیا میں تمہیں بتا دوں ہمیشہ جینے کا پیڑ اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے۔ تو ان دونوں نے اس میں سے کھا لیا اب ان پر ان کی شرم کی چیزیں ظاہر ہوئیں اور جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ پھر اس کے رب نے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قرب خاص کی راہ دکھائی۔ فرمایا تم دونوں مل کر جنت سے اترو، تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے، پھر اگر تم سب کو میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا وہ نہ بہکے، نہ بدبخت ہو۔ اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

سورۃ یٰس میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ 60 وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ 61 وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ 62

ترجمہ: اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری بندگی کرنا، یہ سیدھی راہ ہے۔ اور بے شک اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو بہکا دیا تو کیا تمہیں عقل نہ تھی۔

پس اس تمام بیان و گفتگو کا ایک ہی مقصد ہے کہ انسان کو اپنا مقام پہچان کر اللہ رب العزت سے رجوع کر لینا چاہیئے اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے۔

وباء کے احکامات احادیث کی روشنی میں

وباء کے احکامات احادیث کی روشنی میں ۔مقالہ۔تحریروتحقیق مسعود چوہدری

ہمارے بہت سے اعلیٰ دانشور آج یہ کہتے پائے جاتے ہیں کہ اسلام دین فطرت ہے اور اس کی حکمتیں انسان کے فہم سے کئی گنا آگے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں لیکن دراصل ہم نہ تو اس دین فطرت کو درست انداز میں سمجھ ہی پائے ہیں اور نہ ہی اس کی اصل روح کو اپنی زندگیوں میں لاگو کرنے میں کامیاب ہو پائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم یہ تو جانتے ہیں کہ کس دنیادار نے کیا کہہ دیا اور کون کیا کررہا ہے لیکن ہم یہ نہیں جان پارہے کہ کسی بھی عمل کے بارے میں قرآن وحدیث ہماری کس طرح راہنمائی کرتے ہیں۔ الفاظ سخت ضرور ہیں لیکن میں معذرت خواہ ہوں کہ خواب خرگوش کے مزے لیتی امت مسلمہ کو اگر کوئی شے اپنی نیند غفلت سے بیدار کرسکتی ہے تو وہ درست انداز میں اسلام کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ آج ہمیں بھی ایک وباء نے آلیا ہے جس میں ہمارا کردار اور احکامات حضور اکرم ﷺ میں مطابقت پیدا کرنے کی غرض سے چند احادیث آپ کے سامنے پیش کررہا ہوں تاکہ ہم راہنمائی حاصل کرسکیں۔ راقم کوئی محدث یا مفتی تو نہیں اور اللہ رب العزت سے کسی بھی غلطی کوتاہی پر توبہ کا خواستگار ہے لیکن اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ وباء کے احکامات وہ ہی ہیں جو میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی جانب سے طاعون کی وباء کی صورت میں اور اس کے متعلق دیئے گئے تو ہم سب کے لیئے ذیل میں اکٹھی کی گئی احادیث مبارکہ اور احکامات سے راہنمائی حاصل کرنا مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ بلاشبہہ ہماری بقاء اللہ رب العزت اور میرے اور آپکے پیارے آقا و مولیٰ ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ میں ہی پوشیدہ ہے۔

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ بُسْرَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَقَالَ: "اعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِي، ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، ثُمَّ مُوتَانٌ يَأْخُذُ فِيكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ، ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتَّى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِينَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا، ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقَى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ إِلَّا دَخَلَتْهُ، ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ فَيَغْدِرُونَ فَيَأْتُونَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا."

مجھ سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن علاء بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے بسر بن عبیداللہ سے سنا، انہوں نے ابوادریس سے سنا، کہا کہ میں نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ میں غزوہ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت چمڑے کے ایک خیمے میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ قیامت کی چھ نشانیاں شمار کرلو، میری موت، پھر بیت المقدس کی فتح، پھر ایک وبا جو تم میں شدت سے پھیلے گی

جیسے بکریوں میں طاعون پھیل جاتا ہے۔ پھر مال کی کثرت اس درجہ میں ہوگی کہ ایک شخص سو دینار بھی اگر کسی کو دے گا تو اس پر بھی وہ ناراض ہوگا۔ پھر فتنہ اتنا تباہ کن عام ہوگا کہ عرب کا کوئی گھر باقی نہ رہے گا جو اس کی لپیٹ میں نہ آ گیا ہوگا۔ پھر صلح جو تمہارے اور بنی الاصفر (نصارائے روم) کے درمیان ہوگی، لیکن وہ دغا کریں گے اور ایک عظیم لشکر کے ساتھ تم پر چڑھائی کریں گے۔ اس میں اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ماتحت بارہ ہزار فوج ہوگی (یعنی نو لاکھ ساٹھ ہزار فوج سے وہ تم پر حملہ آور ہوں گے)۔۔۔۔ (بخاری شریف جلد چار حدیث نمبر 3176 :)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " : الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ الْمَطْعُونُ، وَالْمَبْطُونُ، وَالْغَرِقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ."

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا: کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں سمی نے، انہیں ابوصالح نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ طاعون میں ہلاک ہونے والا، پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہونے والا، ڈوب کر مرنے والا، دب کر مر جانے والا اور اللہ کے راستے میں شہادت پانے والا۔ (بخاری شریف جلد چار حدیث نمبر 2829 :)

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " : الطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ ."

ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو عاصم نے خبر دی حفصہ بنت سیرین سے اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون کی موت ہر مسلمان کے لیے شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔ (بخاری شریف جلد چار حدیث نمبر 2830 :)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، وَعَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَسْأَلُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطَّاعُونِ، فَقَالَ : أُسَامَةُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " : الطَّاعُونُ رِجْسٌ أُرْسِلَ عَلَى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَوْ عَلَى

مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ ، قَالَ أَبُو النَّضْرِ :
لَا يُخْرِجْكُمْ إِلَّا فِرَارًا مِنْهُ ."

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر اور عمر بن عبیداللہ کے مولیٰ ابوالنضر نے، ان سے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا اور انہوں نے (عامر نے) اپنے والد (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے یہ پوچھتے سنا تھا کہ طاعون کے بارے میں آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے جو پہلے بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ایک گزشتہ امت پر بھیجا گیا تھا۔ اس لیے جب کسی جگہ کے متعلق تم سنو (کہ وہاں طاعون پھیلا ہوا ہے) تو وہاں نہ جاؤ۔ لیکن اگر کسی ایسی جگہ یہ وبا پھیل جائے جہاں تم پہلے سے موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔ ابوالنضر نے کہا یعنی بھاگنے کے سوا اور کوئی غرض نہ ہو تو مت نکلو۔ (بخاری شریف جلد چار حدیث نمبر 3473 :)

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَتْ :
"سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُونِ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ، وَأَنَّ اللَّهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيدٍ ."

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے داؤد بن ابی فرات نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن بریدہ نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن یعمر نے اور ان سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو مومنوں کے لیے رحمت بنا دیا ہے۔ اگر کسی شخص کی بستی میں طاعون پھیل جائے اور وہ صبر کے ساتھ اللہ کی رحمت سے امید لگائے ہوئے وہیں ٹھہرا رہے کہ ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ نے قسمت میں لکھا ہے تو اسے شہید کے برابر اجر ملے گا۔ (بخاری شریف جلد چار حدیث نمبر 3474 :)

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، قَالَ : أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ ، يُحَدِّثُ سَعْدًا ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ " : إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوهَا ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا" ، فَقُلْتُ : أَنْتَ سَمِعْتَهُ يُحَدِّثُ سَعْدًا وَلَا يُنْكِرُهُ ؟ ، قَالَ :
نَعَمْ .

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے کہا کہ مجھے حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا، کہا کہ میں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سن لو کہ کسی جگہ طاعون کی وبا پھیل رہی ہے تو وہاں مت جاؤ لیکن جب کسی جگہ یہ وباء پھوٹ پڑے اور تم وہیں موجود ہو تو اس جگہ سے نکلو بھی مت۔ (حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم بن سعد سے) کہا تم نے خود یہ حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ سے سنی ہے کہ انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا؟ فرمایا کہ ہاں۔ (بخاری شریف۔-30 بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الطَّاعُونِ۔ باب۔ طاعون کا بیان۔ حدیث نمبر 5728)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ، أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، وَأَصْحَابُهُ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّأْمِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ عُمَرُ: ادْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ، فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ، فَاخْتَلَفُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُوا لِي الْأَنْصَارَ فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ، وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ، فَقَالُوا: نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ، فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ، إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ، قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ: أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللَّهِ! فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ: نَعَمْ، نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ إِلَى قَدَرِ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ إِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللَّهِ وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللَّهِ، قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي فِي هَذَا عِلْمًا: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ، قَالَ: فَحَمِدَ اللَّهَ عُمَرُ، ثُمَّ انْصَرَفَ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبدالحمید بن عبدالرحمن بن زید بن خطاب نے، انہیں عبداللہ بن عبداللہ بن حارث بن نوفل نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام تشریف لے جا رہے تھے جب آپ مقام سرغ پر پہنچے تو آپ کی ملاقات فوجوں کے امراء ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں سے ہوئی۔ ان لوگوں نے امیرالمؤمنین کو بتایا کہ طاعون کی وبا شام میں پھوٹ پڑی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس مہاجرین اولین کو بلا لاؤ۔ آپ انہیں بلا لائے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بتایا کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے، مہاجرین اولین کی رائیں مختلف ہو گئیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی باقی ماندہ جماعت آپ کے ساتھ ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ انہیں اس وبا میں ڈال دیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا اب آپ لوگ تشریف لے جائیں پھر فرمایا کہ انصار کو بلاؤ۔ میں انصار کو بلا کر لایا آپ نے ان سے بھی مشورہ کیا اور انہوں نے بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کیا کوئی کہنے لگا چلو، کوئی کہنے لگا لوٹ جاؤ۔ امیرالمؤمنین نے فرمایا کہ اب آپ لوگ بھی تشریف لے جائیں پھر فرمایا کہ یہاں پر جو قریش کے بڑے بوڑھے ہیں جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ آئے تھے انہیں بلا لاؤ، میں انہیں بلا کر لایا۔ ان لوگوں میں کوئی اختلاف رائے پیدا نہیں ہوا سب نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ آپ لوگوں کو ساتھ لے کر واپس لوٹ چلیں اور وبائی ملک میں لوگوں کو نہ لے کر جائیں۔ یہ سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ میں صبح کو اونٹ پر سوار ہو کر واپس مدینہ منورہ لوٹ جاؤں گا تم لوگ بھی واپس چلو۔ صبح کو ایسا ہی ہوا ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا کیا اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کیا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! یہ بات کسی اور نے کہی ہوتی ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کر رہے ہیں لیکن اللہ ہی کی تقدیر کی طرف۔ کیا تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم انہیں لے کر کسی ایسی وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز شاداب اور دوسرا خشک۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ اگر تم سرسبز کنارے پر چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہو گا۔ اور خشک کنارے پر چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہی ہو گا۔ بیان کیا کہ پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے اس وقت موجود نہیں تھے انہوں نے بتایا کہ میرے پاس مسئلہ سے متعلق ایک علم ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی سرزمین میں (وبا کے متعلق) سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب ایسی جگہ وبا آ جائے جہاں تم خود موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔ راوی نے بیان کیا کہ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پھر واپس ہو گئے۔ ۔ (بخاری شریف۔ 30- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الطَّاعُونِ۔ باب۔ طاعون کا بیان۔ حدیث نمبر 5729)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ فَلَمَّا كَانَ بِسَرْغَ بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا

مِنۡہُ .

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبداللہ بن عامر نے کہ عمر رضی اللہ عنہ شام کے لیے روانہ ہوئے جب مقام سرغ میں پہنچے تو آپ کو خبر ملی کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم وبا کے متعلق سنو کہ وہ کسی جگہ ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی ایسی جگہ وبا پھوٹ پڑے جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے بھی مت بھاگو (وبا میں طاعون، ہیضہ وغیرہ سب داخل ہیں)۔ ۔ (بخاری شریف۔ -30 بَابُ مَا یُذۡکَرُ فِی الطَّاعُونِ۔ باب۔ طاعون کا بیان۔ حدیث نمبر 5730)

حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللَّهِ بۡنُ يُوسُفَ ، □□□□□ أَخۡبَرَنَا مَالِكٌ ، □□□□□ عَنۡ نُعَيۡمٍ الۡمُجۡمِرِ ، □□□□□□ عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنۡهُ ، □□□□□ قَالَ " □□□□: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لَا يَدۡخُلُ الۡمَدِينَةَ الۡمَسِيحُ ، □□□□□ وَلَا الطَّاعُونُ ."

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نعیم مجمر نے اور انہوں نے کہا ہم سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ منورہ میں دجال داخل نہیں ہو سکے گا اور نہ طاعون آ سکے گا۔ ۔ (بخاری شریف۔ -30 بَابُ مَا یُذۡکَرُ فِی الطَّاعُونِ۔ باب۔ طاعون کا بیان۔ حدیث نمبر 5731)

حَدَّثَنَا مُوسَى بۡنُ إِسۡمَاعِيلَ ، □□□□□ حَدَّثَنَا عَبۡدُ الۡوَاحِدِ ، □□□□□ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ ، □□□□□ حَدَّثَتۡنِي حَفۡصَةُ بِنۡتُ سِيرِينَ ، □□□□□ قَالَتۡ ، □□□□□ قَالَ لِي أَنَسُ بۡنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنۡهُ □□□□: يَحۡيَى بِمَ مَاتَ ، □□□□□□ قُلۡتُ □□□□: مِنَ الطَّاعُونِ ، □□□□□ قَالَ □□□□: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ " □□□□: الطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسۡلِمٍ ."

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، کہا ہم سے عاصم نے بیان کیا، کہا مجھ سے حفصہ بنت سیرین نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یحییٰ بن سیرین کا کس بیماری میں انتقال ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ طاعون میں، بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔ ۔ (بخاری شریف۔ -30 بَابُ مَا یُذۡکَرُ فِی الطَّاعُونِ۔ باب۔ طاعون کا بیان۔ حدیث نمبر 5732)

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، □□□□□ عَنۡ مَالِكٍ ، □□□□□ عَنۡ سُمَيٍّ ، □□□□□ عَنۡ أَبِي صَالِحٍ ، □□□□□ عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ ، □□□□□ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ، □□□□□ قَالَ " □□□□: الۡمَبۡطُونُ شَهِيدٌ وَالۡمَطۡعُونُ شَهِيدٌ ."

ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے سمی نے، ان سے ابوصالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیٹ کی بیماری میں یعنی ہیضہ سے مرنے والا شہید ہے اور طاعون کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔۔

(بخاری شریف۔-30 بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الطَّاعُونِ۔باب۔طاعون کا بیان۔حدیث نمبر 5733)

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، □ □ □ □ □ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ، □ □ □ □ □ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، □ □ □ □ □ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، □ □ □ □ □ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، □ □ □ □ □ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْنَا " □ □ □ □ □: أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُونِ، □ □ □ □ □ فَأَخْبَرَهَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، □ □ □ □ □ أَنَّهُ كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ، □ □ □ □ □ فَجَعَلَهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، □ □ □ □ □ فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَنْ يُصِيبَهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ، □ □ □ □ □ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ "، □ □ □ □ □ تَابَعَهُ النَّضْرُ، □ □ □ □ □ عَنْ دَاوُدَ.

ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا ہم کو حبان نے خبر دی، کہا ہم سے داؤد بن ابی الفرت نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن بریدہ نے، ان سے یحییٰ بن عمر نے اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق پوچھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک عذاب تھا اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا اس پر اس کو بھیجتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مومنین (امت محمدیہ کے لیے) رحمت بنا دیا اب کوئی بھی اللہ کا بندہ اگر صبر کے ساتھ اس شہر میں ٹھہرا رہے جہاں طاعون پھوٹ پڑا ہو اور یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے اس کے سوا اس کو اور کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور پھر طاعون میں اس کا انتقال ہو جائے تو اسے شہید جیسا اجر ملے گا۔ حبان بن حلال کے ساتھ اس حدیث کو نضر بن شمیل نے بھی داؤد سے روایت کیا ہے۔(بخاری شریف۔-31 بَابُ أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ: باب: جو شخص طاعون میں صبر کر کے وہیں رہے گو اس کو طاعون نہ ہو، اس کا بیان۔حدیث نمبر 5734)

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، □ □ □ □ □ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ، □ □ □ □ □ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، □ □ □ □ □ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، □ □ □ □ □ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، □ □ □ □ □ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، □ □ □ □ □ أَخْبَرَتْهُ □ □ □ □ □: أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُونِ؟ فَقَالَ " □ □ □ □ □: كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ فَجَعَلَهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، □ □ □ □ □ مَا مِنْ عَبْدٍ يَكُونُ فِي بَلَدٍ يَكُونُ فِيهِ، □ □ □ □ □ وَيَمْكُثُ فِيهِ لَا يَخْرُجُ مِنَ الْبَلَدِ، □ □ □ □ □ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، □ □ □ □ □ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ، □ □ □ □ □ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيدٍ."

مجھ سے اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ کو نضر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے داؤد بن ابی الفرات نے بیان کیا، ان

سے عبداللہ بن بریدہ نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن یعمر نے بیان کیا اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق پوچھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عذاب تھا اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اسے بھیجتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مومنوں کے لیے رحمت بنا دیا، کوئی بھی بندہ اگر کسی ایسے شہر میں ہے جس میں طاعون کی وبا پھوٹی ہوئی ہے اور اس میں ٹھہرا ہے اور اس شہر سے بھاگا نہیں صبر کئے ہوئے ہے اور اس پر اجر کا امیدوار ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اس تک صرف وہی چیز پہنچ سکتی ہے جو اللہ نے اس کی تقدیر میں لکھ دی ہے تو اسے شہید کے برابر اجر ملے گا۔ (بخاری شریف۔ 31- بَابُ أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ: باب: جو شخص طاعون میں صبر کر کے وہیں رہے گو اس کو طاعون نہ ہو، اس کا بیان۔ حدیث نمبر 6619)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ، فَلَمَّا جَاءَ بِسَرْغَ، بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ وَقَعَ بِالشَّأْمِ، فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ "، فَرَجَعَ عُمَرُ مِنْ سَرْغَ، وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ عُمَرَ إِنَّمَا انْصَرَفَ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبداللہ ابن عامر بن ربیعہ نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (سنہ 18 ھ ماہ ربیع الثانی میں) شام تشریف لے گئے۔ جب مقام سرغ پر پہنچے تو ان کو یہ خبر ملی کہ شام وبائی بیماری کی لپیٹ میں ہے۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ کسی سرزمین میں وبا پھیلی ہوئی ہے تو اس میں داخل مت ہو، لیکن اگر کسی جگہ وبا پھوٹ پڑے اور تم وہیں موجود ہو تو وبا سے بھاگنے کے لیے تم وہاں سے نکلو بھی مت۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ مقام سرغ سے واپس آ گئے۔ اور ابن شہاب سے روایت ہے، ان سے سالم بن عبداللہ نے کہ عمر رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث سن کر واپس ہو گئے تھے۔ (بخاری شریف۔ 13- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الِاحْتِيَالِ فِي الْفِرَارِ مِنَ الطَّاعُونِ: باب: طاعون سے بھاگنے کے لیے حیلہ کرنا منع ہے، اس کا بیان۔ حدیث نمبر 6973)

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، يُحَدِّثُ سَعْدًا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الْوَجَعَ، فَقَالَ " : رِجْزٌ أَوْ عَذَابٌ عُذِّبَ بِهِ بَعْضُ الْأُمَمِ ثُمَّ بَقِيَ مِنْهُ بَقِيَّةٌ، فَيَذْهَبُ الْمَرَّةَ وَيَأْتِي الْأُخْرَى، فَمَنْ سَمِعَ بِهِ بِأَرْضٍ، فَلَا يُقْدِمَنَّ عَلَيْهِ، وَمَنْ كَانَ بِأَرْضٍ وَقَعَ بِهَا،

فَلاَ يَخْرُجُ فِرَارًا مِنْهُ ."

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا کہا ہم سے شعیب نے بیان کیا ان سے زہری نے ان سے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے کہ انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا وہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ ایک عذاب ہے جس کے ذریعہ بعض امتوں کو عذاب دیا گیا تھا اس کے بعد اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے اور وہ کبھی چلا جاتا ہے اور کبھی واپس آ جاتا ہے۔ پس جو شخص کسی سرزمین پر اس کے پھیلنے کے متعلق سنے تو وہاں نہ جائے لیکن اگر کوئی کسی جگہ ہو اور وہاں یہ وبا پھوٹ پڑے تو وہاں سے بھاگے بھی نہیں۔ (بخاری شریف۔ 13-بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الاِحْتِيَالِ فِي الْفِرَارِ مِنَ الطَّاعُونِ : باب: طاعون سے بھاگنے کے لیے حیلہ کرنا منع ہے، اس کا بیان۔ حدیث نمبر 6974)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجْمِرِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " : عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَّالُ ."

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نعیم بن عبداللہ بن المجمر نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ منورہ کے راستوں پر فرشتے پہرہ دیتے ہیں نہ یہاں طاعون آ سکتی ہے اور نہ دجال آ سکتا ہے۔ (بخاری شریف۔ حدیث نمبر 7133)

حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُوسَى ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ " : الْمَدِينَةُ يَأْتِيهَا الدَّجَّالُ ، فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْرُسُونَهَا ، فَلَا يَقْرَبُهَا الدَّجَّالُ ، قَالَ : وَلَا الطَّاعُونُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ ."

مجھ سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی، انہیں قتادہ نے، انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال مدینہ تک آئے گا تو یہاں فرشتوں کو اس کی حفاظت کرتے ہوئے پائے گا چنانچہ نہ دجال اس کے قریب آ سکتا ہے اور نہ طاعون، ان شاءاللہ۔ (بخاری شریف۔ حدیث نمبر 7134)

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي عِيسَى ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

"الْمَدِينَةُ يَأْتِيهَا الدَّجَّالُ، فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْرُسُونَهَا فَلَا يَقْرَبُهَا الدَّجَّالُ، وَلَا الطَّاعُونُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ ."

ہم سے اسحاق بن ابی عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو یزید بن ہارون نے خبر دی، انہیں شعبہ نے خبر دی، انہیں قتادہ نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال مدینہ تک آئے گا لیکن دیکھے گا کہ فرشتہ اس کی حفاظت کر رہے ہیں پس نہ تو دجال اس سے قریب ہو سکے گا اور نہ طاعون، اگر اللہ نے چاہا۔ (بخاری شریف۔حدیث نمبر 7473)

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ أَبِي الْعُمَيْسِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ مَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم يَعُودُهُ، فَقَالَ قَائِلٌ مِنْ أَهْلِهِ: إِنْ كُنَّا لَنَرْجُو أَنْ تَكُونَ وَفَاتُهُ قَتْلَ شَهَادَةٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ": إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذًا لَقَلِيلٌ، الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ شَهَادَةٌ، وَالْمَطْعُونُ شَهَادَةٌ، وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهَادَةٌ يَعْنِي الْحَامِلَ، وَالْغَرِقُ، وَالْحَرِقُ، وَالْمَجْنُوبُ يَعْنِي ذَاتَ الْجَنْبِ شَهَادَةٌ ."

جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیمار ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پرسی (عیادت) کے لیے تشریف لائے، ان کے اہل خانہ میں سے کسی نے کہا: ہمیں تو یہ امید تھی کہ وہ اللہ کے راستے میں شہادت کی موت مریں گے، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : تب تو میری امت کے شہداء کی تعداد بہت کم ہے ! (نہیں ایسی بات نہیں بلکہ) اللہ کے راستے میں قتل ہونا شہادت ہے، مرض طاعون میں مرجانا شہادت ہے، عورت کا زچگی (جننے کی حالت) میں مرجانا شہادت ہے، ڈوب کر یا جل کر مرجانا شہادت ہے، نیز پسلی کے ورم میں مرجانا شہادت ہے "

(ابن ماجہ شریف۔13 بَابُ: مَا يُرْجَى فِيهِ الشَّهَادَةُ ۔باب: شہادت کی انواع واقسام کا بیان۔۔حدیث نمبر 2803) سنن ابی داود/الجنائز ñõ(óñññ)، سنن النسائی/الجنائز ñô(÷ñøô)، الجہاد óù(óñùö)، (تحفۃ الاTشراف:óñ÷ó)، وقد Tاخرجہ: موطاامام مالک/الجنائز ñò(óö)، مسند احمد (õ/ôôö) (صحیح)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ": مَا تَعُدُّونَ فِي الشَّهِيدِ فِيكُمْ ؟" قَالُوا: الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَالَ ": إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذًا لَقَلِيلٌ، مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَالْمَطْعُونُ شَهِيدٌ"، قَالَ سُهَيْلٌ: وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مِقْسَمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَزَادَ فِيهِ :

" وَالْغَرِقُ شَهِيدٌ ."

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا" : تم شہید کسے سمجھتے ہو"؟ لوگوں نے جواب دیا: اللہ کے راستے میں مارا جانا (شہادت ہے) فرمایا" : تب تو میری امت میں بہت کم شہید ہوں گے !"(پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : نہیں ایسی بات نہیں بلکہ) جو اللہ کے راستے میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اللہ کے راستے میں مرجائے وہ بھی شہید ہے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا بھی شہید ہے، طاعون کے مرض میں مرنے والا شہید ہے"۔ سہیل کہتے ہیں: مجھے عبیداللہ بن مقسم نے خبر دی وہ ابو صالح سے روایت کرتے ہیں، اس میں یہ لفظ زیادہ ہے" : اور ڈوب کر مرنے والا بھی شہید ہے"۔

(ابن ماجہ شریف۔13 بَابُ :مَا يُرْجَى فِيهِ الشَّهَادَةُ ۔ باب: شہادت کی انواع واقسام کا بیان۔۔ حدیث نمبر 2804) تخریج تفرد بہ ابن ماجہ، (تحفۃ الاT شراف:óò÷ñò)، وقدT اخرجہ: صحیح البخاری/الاT ذان óò (öõò)، صحیح مسلم/الاU مارۃ ñ (ñùñô)õñ (صحیح)

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبُو أَيُّوبَ ، عَنْ ابْنِ أَبِي مَالِكٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْعَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ، قَالَ :أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ " :يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ ، خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ ، وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ ، لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ ، حَتَّى يُعْلِنُوا ، بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ ، الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا ، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ، إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ ، وَشِدَّةِ الْمَئُونَةِ ، وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ ، وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللَّهِ ، وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ ، فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ ، وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ ."

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا" : مہاجرین کی جماعت! پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے، اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تم اس میں مبتلا ہو، (وہ پانچ باتیں یہ ہیں) پہلی یہ کہ جب کسی قوم میں علانیہ فحش (فسق و فجور اور زناکاری) ہونے لگ جائے، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں میں نہ تھیں، دوسری یہ کہ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو وہ قحط، معاشی تنگی اور اپنے حکمرانوں کی زیادتی کا شکار ہو جاتے ہیں، تیسری یہ کہ جب لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک دیتا ہے، اور اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا، چوتھی یہ کہ جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے علاوہ لوگوں میں سے کسی دشمن کو مسلط کر دیتا ہے، وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے چھین لیتا ہے، پانچویں یہ کہ جب ان

کے حکمراں اللہ تعالٰی کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، اور اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کو اختیار نہیں کرتے، تو اللہ تعالٰی ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈال دیتا ہے"۔

(ابن ماجہ۔حدیث نمبر 4019) تخریج۔تفرد بہ ابن ماجہ، (تحفۃ الاTشراف:óóò÷، ومصباح الزجاجۃ:ñôñô) (حسن)

(سند میں خالد بن یزید ابن اTبی مالک الفقیہ ضعیف راوی ہیں، لیکن دوسرے طریق سے یہ حسن ہے، حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے، اور یہ کہ یہ قابل عمل ہے)

ان احکامات کی روشنی میں ہم سب کو اپنے اپنے گریبانوں میں نہ صرف جھانکنے کی ضرورت ہے بلکہ سچی اور پکی توبہ کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔توبہ ہی کا وہ واحد دروازہ ہے جو کبھی بند نہیں ہوا۔اور اللہ رب العزت اتنا پیارا ہے کہ وہ کبھی اپنے در پر آنے والوں سے یہ بھی نہیں کہتا کہ چلا جا۔وہ ہمیشہ ہمارے انتظار میں رہتا ہے۔ہاں گو کہ جب اللہ رب العزت اپنے احکامات پر زبردستی عمل کروانے پر اتر آئے تو وہ ایسی وبائی بیماری بھیج دیتا ہے جس کے سبب انسان خود بخود اللہ رب العزت کی جانب رجوع کر لیتا ہے۔میں بہلول دانا کی طرح یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ " پہلے خدا مان رہا تھا لیکن انسان نہیں مان رہا تھا اور اب انسان تو مان رہا ہے لیکن خدا نہیں مان رہا" لیکن یہ انتہائی مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس سے پہلے کہ اللہ رب العزت زبردستی ڈینگی بھیج کر کپڑے پورے کرواءے اور کرونا بھیج کر منہ کے نقاب اور مردوں کو باحیاء بنائے انسان کو خود بخود ہی اللہ رب العزت سے رجوع کر لینا چاہیئے تا کہ آفات وبلیات سے بچا رہ سکے۔یہاں میں یہ بھی عرض کر دوں کہ حکومت وقت بھی علماء کرام کو بے جا تنگ کرنا اور اغیار کو خوش کرنے کی غرض سے اپنائی گئی پالیسیوں کو ترک کر کے اللہ رب العزت کے بتائے راستہ کی طرف لوٹ آئے اور علماء کرام سے معافی مانگے تا کہ عذاب سے باہر نکلا جائے۔اللہ رب العزت ہم سب کو عمل کی اور اپنی اپنی اصلاح کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مورا کون ہے تیرے سوا جانا

13 دسمبر 2016

"اور اللہ کی رحمت ہو اس نور پر جس سے (تمام) نور پیدا ہوئے، زمین اس کی محبت کے باعث ساکن اور آسمان اس کے عشق میں شیدا ہے۔"

خبر رساں ادارے تسنیم کو ارسال کئے گئے مقالے میں پاکستانی کالم نگار مسعود چوہدری نے بڑے سلیقے سے حضرت خاتم النبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہے گئے مختلف عربی، فارسی اور اردو کے معروف ومشہور شاعروں کے اشعار کا ترجمہ ووضاحت کی ہے جسے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے:

وجہ تخلیق کائنات کی مدح میں تمام کائنات کے شعراء نے اپنا اپنا حصہ ڈالا ہے جن میں سے چند کے الفاظ کا سہارا میں ناچیز بھی لے رہا ہوں...

ابتداء کلام نعت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہہ سے ہو جائے کہ جن سے مدحت انسانی کی ابتداء گردانی جاتی ہے آپ گویا ہوئے؛

واحسن منک لم ترقط عینی

واجمل منک لم تلد النساۃ

خلقت مبرءاً من کل عیب

کاَنک قد خلقت کما تشاء

ترجمہ:

آپ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسین تر کوئی دیکھا نہیں گیا

آپ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم سا جمیل بھی کسی ماں نے نہیں جنا

ہر عیب سے بری آپ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا گیا

گویا جیسا آپ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا ویسا ہی تخلیق کیا گیا

ہر شاعر کا اپنا ایک مزاج, اپنی ایک بحر, اور اپنی ایک انسیت ہوتی ہے. جب فارسی زبان کا مشہور ومعروف شاعر خسرو گویا ہوا تو پکارا؛

نمی دانم چہ منزل بود، شب جائے کہ من بودم

بہ ہر سو رقصِ بسمل بود، شب جائے کہ من بودم

ترجمہ:

نہیں معلوم تھی کیسی وہ منزل، شب جہاں میں تھا

ہر اک جانب بپا تھا رقصِ بسمل، شب جہاں میں تھا

پری پیکر نگارے، سرو قدے، لالہ رخسارے

سراپا آفتِ دل بود، شب جائے کہ من بودم

ترجمہ:

پری پیکر صنم تھا سرو قد، رخسار لالہ گوں

سراپا وہ صنم تھا آفتِ دل، شب جہاں میں تھا

رقیباں گوش برآواز، او درناز، من ترساں

سخن گفتن چہ مشکل بود، شب جائے کہ من بودم

ترجمہ:

عدو تھے گوش برآواز، وہ نازاں تھا، میں ترساں

سخن کرنا وہاں تھا سخت مشکل، شب جہاں میں تھا

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرو

محمد ﷺ شمعِ محفل بود، شب جائے کہ من بودم

ترجمہ:

خدا تھا میرِ مجلس لامکاں کی بزم میں خسرو

محمد ﷺ تھے وہاں پر شمعِ محفل، شب جہاں میں تھا

اور جب ایک دیوانہ جسے مدینہ داخل ہونے سے روکا گیا لیکن دیوانے کہاں رکتے ہیں اور جامی بارگاہ رسالت مآب میں پہنچ کر گویا ہوا؛

وصلی اللہ علی نورٍ کز و شد نور ہا پیدا

زمیں با حُبِّ اُو ساکن فلک در عشق اُو شیدا

ترجمہ: اور اللہ کی رحمت ہو اس نور پر جس سے (تمام) نور پیدا ہوئے، زمین اس کی محبت کے باعث ساکن اور آسمان اس کے عشق میں

شیدا ہے۔

محمد احمد ومحمود، وے را خالقش بستود

از وشد جودِ ہر موجود، وز وشد دید ہا بینا

ترجمہ: خالق دو جہاں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف محمد، احمد اور محمود جیسے اسماء سے کی ہے عالم موجودات سے جو بھی فوائد حاصل ہو رہے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ گرامی کے طفیل ہیں اور اسی طرح چشم مشاہدہ کی بصیرت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل ہے۔

از وور ہر تنے ذوقے، وز وور ہر دلے شوقے

از وور ہر زباں ذکرے، وز وور ہر سرے سودا

ترجمہ: انہیں کے طفیل ہر تن کو ذوق زندگی اور ہر دل کو محبت نصیب ہوئی، انہیں کی برکت سے ہر زبان کو ذکر خدا کی توفیق ہوتی ہے اور ہر سر میں سودائے محبت سمایا ہے۔

اگر نامِ محمد را نیاوردے شفیع آدم

نہ آدم یافتے توبہ، نہ نوح از غرق نجینا

ترجمہ: اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو حضرت آدم علیہ السلام شفیع نہ بناتے تو نہ حضرت آدم علیہ السلام توبہ کو پاتے نہ حضرت نوح علیہ السلام غرقابی سے نجات پاتے۔

نہ ایوب از بلا راحت، نہ یوسف حشمت وجاہت

نہ عیسیٰ آں مسیحادم، نو موسیٰ آں ید بیضا

ترجمہ: نہ حضرت ایوب علیہ السلام کو رنج وابتلاء سے نجات ملتی اور نہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام جاہ وحشمت سے بہرہ ور ہوتے۔ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیحائی ملتی نہ ہی موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا کا معجزہ عطا ہوتا۔

دو چشمِ نرگسینش را کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ خوانند

دو زلفِ عنبرینش را کہ وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی

ان کی دو نرگسی آنکھیں بتلاتی ہیں کہ ہم مَا زَاغَ الْبَصَرُ ترجمہ: پڑھیں اور دو عنبریں زلفیں بتلاتی ہیں کہ وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی پڑھیں۔

زسرِّ سینہ اش جامی اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ برخواں

زمعراجش چہ می پرسی کہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی

ترجمہ: ان کے سینے کے راز سے اے جامی اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ پڑھ لے۔ ان کی معراج کا کیا پوچھنا کہ سبحان الذی اسریٰ"

روایات میں ملتا ہے کہ جامی کا کلام سننے کے بعد سرکار دو عالم صل اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست شفقت تربت مبارک سے باہر نکالا جسے جامی

نے بوسہ دیا اور حاضرین نے اس امر کو اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا۔ روایت کی صحت میں جائے بغیر آگے بڑھتے ہیں۔
برصغیر پاک و ہند کے جس شاعر نے کمال ہی کر دیا وہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی ہیں جنہوں نے چار زبانوں عربی, فارسی, ہندی, اور اردو کے امتزاج سے ایک ایسا فن پارہ تخلیق دیا جو مدح گوئی میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ؛

لَم یَاتِ نَظِیرُ کَ فِی نَظَر مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

ترجمہ : آپ کی مثل کسی آنکھ نے نہیں دیکھا نہ ہی آپ جیسا کوئی پیدا ہوا

سارے جہان کا تاج آپ کے سر پر سجا ہے اور آپ ہی دونوں جہانوں کے سردار ہیں

اَلبَحرُ عَلاَ وَالمَوجُ طغےٰ من بیکس و طوفاں ہوشربا

منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

ترجمہ : دریا کا پانی اونچا ہے اور موجیں سرکشی پر ہیں میں بے سروسامان ہوں اور طوفان ہوش اُڑانے والا ہے

بھنور میں پھنس گیا ہوں ہوا بھی مخالف سمت ہے آپ میری کشتی کو پار لگا دیں

یَا شَمسُ نَظَرتِ اِلیٰ لَیلِی چو بطیبہ رسی عرضے بکنی

توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

ترجمہ : اے سورج میری اندھیری رات کو دیکھ تو جب طیبہ پہنچے تو میری عرض پیش کرنا

کہ آپ کی روشنی سے سارا جہان منور ہو گیا مگر میری شب ختم ہو کر دن نہ بنی

لَکَ بَدر فِی الوَجہِ الاَجمَل خط ہالہ مہ زلف ابر اجل

تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

ترجمہ : آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند سے بڑھ کر ہے آپ کی زلف گویا چاند کے گرد ہالہ (پوش) ہے

آپ کے صندل جیسے چہرہ پر زلف کا بادل ہے اب رحمت کی بارش برسا ہی دیں

انا فِی عَطَش وّ سَخَاک اَتَم اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم

برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

ترجمہ : میں پیاسا ہوں اور آپ کی سخاوت کامل ہے، اے زلف پاک اے رحمت کے بادل

برسنے والی بارش کی ہلکی ہلکی دو بوندیں مجھ پر بھی گرا جا

یَا قَافِلَتِی زِیدَی اَجَلَک رحمے بر حسرت تشنہ لبک

مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

ترجمہ: اے قافلہ والوں اپنے ٹھہرنے کی مدت زیادہ کرو میں ابھی حسرت زدہ پیاسا ہوں

میرا دل طیبہ سے جانے کی صدا سن کر گھبرا کر تیز تیز دھڑک رہا ہے

وَاھالسُّویعات ذَھَبت آں عہد حضور بار گہت

جب یاد آوت موہے کر نہ پرت درداوہ مدینہ کا جانا

ترجمہ: افسوس آپ کی بارگاہ میں حضوری کی گھڑیاں تیزی سے گزر گئی

مجھے وہ زمانہ یاد آتا ہے جب میں سفر کی تکالیف کی پرواہ کئے بغیر مدنیہ آ رہا تھا

اَلقلبُ شَجٌ وّالھمُّ شجُوں دل زار چناں جاں زیر چنوں

پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مورا کون ہے تیرے سوا جانا

ترجمہ: دل زخمی اور پریشانیاں اندازے سے زیادہ ہیں، دل فریادی اور جاں کمزور ہے

میرے آقا میں اپنی پریشانیاں کس سے کہوں میری جان آپ کے سوا کون ہے جو میری سنے

اَلروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دگر برزن عشقا

موراتن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

ترجمہ: میری جان آپ پر فدا ہے، عشق کی چنگاری سے مزید بڑھا دیں

میرا جسم دل اور سامان سب کچھ نچھاور ہو گیا اب اس جان کو بھی جلا دیں

بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طرز میری نہ یہ رنگ مرا

ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

ترجمہ: رضا کی شاعری ناتجربہ کار اور قلم کمزور ہے، میرا طور طریقہ اور انداز ایسا نہیں ہے

دوستوں کے اصرار پر میں نے اس طرح کی راہ اختیار کی یعنی چار زبانوں میں شاعری کی

قرآن کی آیات سے بوصیری کے قصیدہ بردہ شریف تک اور درود تاج سے عصر حاضر کے انگنت شعراء تک ایک لامتناہی سلسلہ کلام موجود ہے جسے کسی بھی طرح یہاں ضبط تحریر بالکل بھی ممکن نہیں۔

مدح گوئی کا یہ سفر جاری وساری ہے اور رہتی دنیا تک جاری وساری رہے گا کیونکہ اللہ رب العزت بھی اپنے محبوب نبی صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدح خوانوں میں سرفہرست ہے...... اور اس کی ذات بابرکت کے سامنے ہم نکموں کی کیا اوقات..........

اگر تحریر پسند آئی ہے تو درود پاک کا نذرانہ پیش کرنے کے بعد راقم کے لیے دعا ضرور فرما دیں۔

تجارت سے متعلق چند قرآنی احکامات

تجارت سے متعلق چند قرآنی احکامات ہیں کہ۔۔۔۔۔

لَیسَ عَلَیکُم جُنَاحٌ اَن تَبتَغُوا فَضلاً مِّن رَّبِّکُم (البقرۃ 198 :)

ترجمہ: تم پر کسی بھی قسم کا کوئی گناہ وحرج نہیں کہ تم اپنے ربّ کا فضل (رزق) تلاش کرو

اسی طرح فرمایا:

فَإِذَا قُضِیَتِ الصَّلَاۃُ فَانتَشِرُوا فِی الأَرضِ وَابتَغُوا مِن فَضلِ اللہِ (الجمعۃ 10 :)

ترجمہ: پھر جب نماز مکمل ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔

وَاَحَلَّ اللہُ البَیعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا (البقرۃ 275:)

ترجمہ: حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام۔

یا اَیُّہَا الَّذِینَ آمَنُوا اَوفُوا بِالعُقُود (المائدۃ 1:)

ترجمہ: اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔

یا اَیُّہَا الَّذِینَ آمَنُوا لاَ تَاکُلُوا اَموَالَکُم بَینَکُم بِالبَاطِلِ إِلاَّ اَن تَکُونَ تِجَارَۃً عَن تَرَاضٍ مِّنکُم (النساء 29 :)

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔ درست صورت یہ ہے کہ باہمی رضامندی سے آپس میں لین دین ہو۔

لاَ تَظلِمُونَ وَلاَ تُظلَمُونَ (البقرۃ 279 :)

ترجمہ: نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

یٰٓاَیُّہَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ذَرُوا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِن کُنتُم مُّؤمِنِینَ فَاِن لَّم تَفعَلُوا فَاذَنُوا بِحَربٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُولِہٖ وَاِن تُبتُم فَلَکُم رُءُوسُ اَموَالِکُم لَا تَظلِمُونَ وَلاَ تُظلَمُونَ (البقرۃ 278 :، 279)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم سچ مچ ایمان والے

ہو۔اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑنے (جنگ) کے لئے تیار ہو جاؤ ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَ الۡمَیۡسِرُ وَ الۡاَنۡصَابُ وَ الۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡہُ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (المائدۃ 90 :)

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو۔

اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ وَ یَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ ۚ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ (المائدۃ 91 :)

ترجمہ: شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کہ ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرا دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تمہیں باز رکھے۔سو اب بھی باز آ جاؤ۔

احادیث مبارکہ ہیں کہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک ہے کہ:

المسلمون علیٰ شروطہم الاّ شرطاً احلّ حراماً او حرّم حلالا۔

ترجمہ: مسلمان آپس میں طے شدہ شروط پر عمل کرنے کے پابند ہیں، سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے آپ پر اور اپنے بندوں پر ظلم کو حرام قرار دیا ہے تو تم آپس میں ظلم نہ کرو۔

اور سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ کسی کو نہ ابتداءً نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی بدلے میں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

لا یبع فی سوقنا الاّ من تفقہ فی الدّین۔

ہمارے بازاروں میں صرف وہی خرید و فروخت کرے جسے دینی احکام کی سمجھ ہو۔

خدا کے بندے وقت کو قیمتی بناتے ہیں، وہ وقت کو ضائع نہیں کرتے، وہ نہ تو ظلم، زیادتی، ناانصافی، کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کے ساتھ ہونے

دیتے ہیں۔آج ہم جس معاشرتی گراوٹ کا شکار ہیں وہاں منافع سے لے کر خدمت تک ایسی سمجھدار تماثیل ایجاد کی جا چکی ہیں جو کہ بظاہر عین شرعی اور بے عیب معلوم ہوتی ہیں لیکن دراصل وہ دین اسلام اور احکامات الٰہیہ کے سرعی برخلاف ہیں۔خدا کے بندے! اب بھی وقت ہے کہ سمبھل جا۔سودخوری سے بے جا منافع خوری تک اور رشوت ستانی سے لاقانونیت تک، تجھ سے بہتر کوءی نہیں جانتا کہ تیرے الفاظ اور کردار میں کتنا تضاد ہے۔اپنے دل کے اندر چھپے تضاد کو ختم کر اور صاف ہو کر اللہ رب العزت کے حضور پیش ہو جا۔آج نہیں تو کل یہ تو کرنا ہی ہوگا۔معاملات کو تو آخر کار درست ہونا ہی ہوتا ہے۔اب یہ بندہ خدا پر منحصر ہے کہ وہ کسطرح خود احتسابی قبول کرتا ہے۔اللہ رب العزت ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر دل کی آخری خانے تک میں چھپی گندگی کو صاف کر کے اسکی بارگاہ میں پیش ہونے کی توفیق عطا فرمائے! آمین! یارب العالمین۔!

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اشعار اور روزہ

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اشعار ہیں کہ

اپنا ہستی پر اجارا کچھ نہیں
سب انہیں کا ہے ہمارا کچھ نہیں

بیچ دو خود کو نبی (صل اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نام پر
ایسے سودے میں خسارا کچھ نہیں

ان کی نسبت سے نہیں ملتے اگر
رشتہ آپس میں ہمارا کچھ نہیں

اُن پہ جو وارا انہیں کی دین تھی
میں پشیماں ہوں کہ وارا کچھ نہیں

روسیاہ ہی کا بھرم رکھنا حضور (صل اللہ علیہ وسلم)
ہم نکموں نے سنوارا کچھ نہیں

رمضان المبارک سے متعلق احکامات وہدایات کا سلسلہ جاری ہے لیکن خادم چند ایک احادیث مبارکہ اور قرآنی احکامات آپ کے سپرد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے تاکہ زوق وشوق میں اضافہ کے ساتھ خشوع وخضوع سے اللہ رب العزت کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا جائے۔۔۔۔

حضور نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن ابی ہریرۃ قال، قال رسول ó صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : من صام رمضان ایماناً واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ.

(صحیح البخاری 1: 10 کتاب الایمان رقم حدیث 38 :)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جس شخص نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کا روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

حدثنی عبدالرحمٰن بن عوف عن رسول ó صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال : من قام رمضان ایماناً واحتساباً خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ.

(سنن النسائی 1: 308 کتاب الصیام رقم حدیث 2208 :)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے۔ جس طرح ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے ہو۔

حضور نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

للصائم فرحتان یفرحهما: اذا افطر فرح واذا لقی ربہ فرح بصومہ.

(صحیح البخاری 1: 255 کتاب الصوم رقم حدیث 1805 :)

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ الی ماشاء یقول تعالیٰ: اُلا الصوم فانہ لی وانا اجری بہ.

(سنن ابن ماجہ 119 : کتاب الصیام باب ماجاء فی فضل الصیام رقم حدیث 1638 :)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : آدم کے بیٹے کا نیک عمل کا اجر جتنا اللہ چاہے بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ میرے لئے ہے۔ اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

حضور نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الصوم جنۃ من النار کجنۃ احدکم من القتال.

(سنن النسائی 1: 311 کتاب الصیام رقم حدیث 2231 2230 :)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے جیسے تم سے کسی شخص کے پاس لڑائی کی ڈھال ہو۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں " جنۃ وحیص حصین من النار " کے الفاظ ہیں جبکہ دوسری روایت میں " الصیام جنۃ مالم یخر قھا" کے الفاظ ہیں۔ امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں " بالغیبۃ " کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔ دارمی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس لفظ کو ترجمۃ الباب میں بھی رکھا ہے۔ جنۃ کے لفظ کا معنی وقایۃ اور ستر ہے۔ اوران روایت سے ستر کا متعلق واضح ہوگیا کہ وہ النار ہے۔ امام بن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں اس کو بالجزم لکھا ہے۔ لیکن صاحبِ نہایہ لکھتے ہیں کہ روزہ کے ڈھال ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ روزہ دار کو موذی شہوات سے باز رکھتا ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روزہ کے ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی مشروعیت کے لحاظ سے سترہ اور حفاظت کا سامان ہے۔ پس روزہ دار کا فرض ہے کہ اسے ایسی چیزوں سے بچائے جو اسے فاسد کر دیتی ہیں اور اس کے ثواب کو کم کر دیتی ہیں۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ روزہ کو اس کے فائدہ کے لحاظ سے ڈھال قرار دیا جائے کہ وہ شہواتِ نفس کو ضعف کر دیتا ہے۔ قاضی عیاض نے اکمال میں فرمایا ہے کہ جنۃ کا معنی ہے کہ روزہ گناہوں اور آگ سے حفاظت کا سبب ہے۔ امام

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہنم اس لئے بنایا گیا ہے کہ جہنم کو شہوات کے ساتھ گھیرا گیا ہے۔ پس جو آدمی شہوات سے بچے گا وہ جہنم سے محفوظ رہے گا اور روزہ شہوات سے چونکہ بچاتا ہے اس لئے وہ جہنم کی آگ کے سامنے ڈھال بن جاتا ہے۔ جنۃ کا معنی ڈھال، پردہ اور بچاؤ کا سامان ہے، روزہ گناہوں اور جہنم سے بچاؤ کا باعث ہے۔ الصیان جنۃ کی مراد ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح حدیث سے واضح ہو جاتی ہے کہ جس میں آتا ہے کہ میت کو جب اس کی قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو نماز اس کے دائیں طرف سے آ جاتی ہیں روزہ بائیں طرف سے قرآن سر کی جانب سے اور صدقہ پاؤں کی طرف سے آ جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ کی محافظت روزہ دار کے لئے فقط روزے سے ہی نہیں بلکہ دوسری عبادات سے بھی ہوگی۔ روزہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عذاب سے روزہ دار کو بچائے گا اور اس کے دائیں طرف آ جائے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول ﷺ :ō والذی نفس محمد بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عندō یوم القیامۃ من ریح المسک.

(صحیح لمسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام رقم حدیث 1151 :)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی ہوا اللہ کے نزدیک یوم قیامت مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسولō صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : اذا دخل شہر رمضان فتحت ابواب الجنۃ وغلقت ابواب جہنم وسلسلت الشیاطین.

(صحیح البخاری 1:255 کتاب الصوم رقم حدیث 1800 :)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جب رمضان داخل ہو جاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن سہل بن سعید قال قال رسول ō صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان فی الجنۃ بابا یقال لہ الریان یدخل منہ الصائمون یوم القیامۃ لا یدخل منہ احد غیرہم.

(صحیح البخاری 254 :1   کتاب الصوم باب الریان للصائمین رقم حدیث 1797 :)

حضرت سہل بن سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے۔ روز قیامت اس میں روزہ دار داخل ہوں گے ان کے علاوہ کوئی دوسرا اس میں سے داخل نہیں ہوگا۔

عرض کردوں کہ سیفیہ نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگوں کے آستانہ کا نام بھی باب الریان اسی نسبت سے ہے اور تصوف کے طریق کو اگر سامنے رکھا جائے تو اس سے داخل ہونے سے پہلے بھی باطنی روزہ رکھوایا جاتا ہے۔ اب جو بھی روزہ دار رہا روحانی فیض حاصل کرتا رہا اور جو کوء منقطع کر بیٹھا وہ راہ میں ہی رہ گیا۔ بزرگوں کے فیضان پر انشاء اللہ تفصیلاً گفتگو پھر کبھی کریں گے کہ یہاں طوالت اصل موضوع سے دور لے جائے گی۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہؒ فرماتے ہیں:
قرآن اس لیے نازل ہوا ہے کہ اس میں تدبر اور اس پر عمل کیا جائے لیکن لوگوں نے اس کی تلاوت کو کام سمجھ لیا، بعض لوگوں کا کام بس یہ ہو گیا ہے کہ بلا غور و فکر اس کی تلاوت کر لیا، اس کی عمل کی طرف تو ان کی بالکل توجہ نہیں ہوتی۔ (مدارج السالکین)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
ویل لمن قرا T ھا ولم یتفکر فیھا۔
ہلاکت ہے اس کے لیے جو قرآن کی آیات کی تلاوت تو کرتا ہے مگر اس میں غور فکر نہیں کرتا۔ (صححہ البانی فی السلسۃ الصحیحۃ)۔

آپ سے صرف اتنی عرض ہے کہ رمضان المبارک کی ساعتوں کو ضائع مت کریں۔ ذکر و اذکار کے ساتھ روزہ و نماز کا اہتمام تو کریں لیکن

ساتھ ہی ساتھ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کو سمجھنے کا قصد بھی کریں۔ بجائے اس کے کہ ایک فرد واحد جس کی آپ اندھی تقلید کرتے چلے جائیں اور وہ آپ کو اللہ رب العزت کے قرب سے کوسوں دور ذاتی منفعت، بغض، کینہ، ولالچ کے اندھیرے کنویں میں دھکیل دے، احکامات الٰہی کو سمجھیں اور ان پر اسطرح عمل کریں جسطرح ان پر عمل کیئے جانے کا حق ہے۔ اور جب آپ کو اللہ رب العزت نے عرفان کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے تو اسے فی سبیل اللہ آگے پھیلانے کا قصد ضرور کریں تا کہ پیغام محبت دارین ان تک بھی پہنچ جائے جن تک کسی نہ کسی وجہ سے نہ پہنچ سکا۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنا خاص قرب نصیب فرمائے اور اپنے سچوں اور اچھوں کی محفلوں کا مکین رکھے! آمین!

حکمت کیا ہے؟

حکمت کیا ہے؟

حکمت عقل وفہم کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ حکمت معرفت اور اصابت فی الامور کا نام ہے۔اور بعض کے نزدیک حکمت ایک ایسی شے ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے دل میں یہ رکھ دیتا ہے اس کا دل روشن ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ مختلف اقوال ہیں۔اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کو نیند کی حالت میں اچانک حکمت عطا فرما دی تھی۔

(تفسیر روح البیان، ج7،ص74 ۔75،)

حضرت لقمان کی مدح وثناء اور ان کی بعض نصیحتوں کا تذکرہ قرآن مجید میں بڑی عظمت وشان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور انہی کے نام پر قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام" سورۃ لقمان" رکھا گیا۔محمد بن اسحٰق صاحب مغازی نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔لقمان بن باعور بن باحور بن تارخ۔ یہ تارخ وہی ہیں جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے والد ہیں اور مؤرخین کا کہنا ہے کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے اور بعض کا قول ہے کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔حضرت لقمان نے ایک ہزار برس کی عمر پائی۔ یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی صحبت میں رہ کر ان سے علم سیکھا اور حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے آپ بنی اسرائیل کے مفتی تھے۔مگر جب حضرت داؤد علیہ السلام منصبِ نبوت پر فائز ہو گئے تو آپ نے فتویٰ دینا ترک کر دیا۔حضرت عکرمہ اور امام شعبی کے سوا جمہور علما کا یہی قول ہے کہ آپ نبی نہیں تھے بلکہ آپ حکیم تھے اور بنی اسرائیل کے نہایت ہی بلند مرتبہ صاحب ایمان اور بہت ہی نامور مرد صالح تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ کو حکمتوں کا خزینہ بنا دیا تھا۔قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ (12)

اور ہم نے لقمان کو دانائی عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر کرتے رہو،اور جو شخص شکر کرے گا وہ اپنے ذاتی نفع کے لیے شکر کرتا ہے،اور جو ناشکری کرے گا تو اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔

(سورۃ لقمان۔آیت 12)

حضرت لقمان عمر بھر لوگوں کو نصیحتیں فرماتے رہے۔ تفسیر فتح الرحمٰن میں ہے کہ آپ کی قبر مقام صرفند میں ہے جو رملہ کے قریب ہے اور حضرت قتادہ کا قول ہے کہ آپ کی قبر رملہ میں مسجد اور بازار کے درمیان میں ہے اور اس جگہ دیگر ستر انبیا علیہم السلام بھی مدفون ہیں۔ جن کو آپ کے بعد یہودیوں نے بیت المقدس سے نکال دیا تھا اور یہ انبیا علیہم السلام وہیں وفات پا گئے تھے۔ آپ کی قبر پر ایک بلند نشان ہے اور لوگ اس قبر کی زیارت کے لیے دور دور سے جایا کرتے ہیں۔

حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو جن کا نام انعم تھا۔ چند نصیحتیں فرمائی ہیں جن کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ لقمان میں ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی دوسری نصیحتیں آپ نے فرمائی ہیں جو تفاسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ مشہور ہے کہ آپ درزی کا پیشہ کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ آپ بکریاں چراتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ حکمت کی باتیں بیان کر رہے تھے تو کسی نے کہا کہ کیا تم فلاں چرواہے نہیں ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں، میں یقیناً وہی چرواہا ہوں تو اس نے کہا کہ آپ حکمت کے اس مرتبہ پر کس طرح فائز ہو گئے؟ تو آپ نے فرمایا کہ باتوں میں سچائی اور امانتوں کی ادائیگی اور بیکار باتوں سے پرہیز کرنے کی وجہ سے۔ (تفسیر صاوی، ج5، ص1598، سورۃ لقمان 12: کا یہ قول ہے)

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت لقمان نے فرمایا ہے کہ میں نے چار ہزار نبیوں کی خدمت میں حاضری دی ہے۔ اور ان پیغمبروں کے مقدس کلاموں میں سے آٹھ باتوں کو میں نے چن کر یاد کر لیا ہے، جو یہ ہیں:

1- جب تم نماز پڑھو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔

2- جب تم کھانا کھاؤ تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔

3- جب تم کسی غیر کے مکان میں رہو تو اپنی آنکھوں کی حفاظت کرو۔

4- جب تم لوگوں کی مجلس میں رہو تو اپنی زبان کی حفاظت رکھو۔

5- اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھو۔

6-اپنی موت کو ہمیشہ یاد کرتے رہا کرو۔

7-اپنے احسانوں کو بھلا دو۔

8-دوسروں کے ظلم کو فراموش کر دو۔

ان کی دانائی سے لبریز باتوں کی کچھ مثالیں یہ بھی ہیں

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (18)
اور لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر اور زمین پر اترا کر نہ چل، بے شک اللہ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔(سورۃ لقمان۔ آیت 18)

=اس دنیا میں ایسے کوشش کرو جیسے یہیں ہمیشہ رہنا ہے اور آخرت کے لیے ایسے کوشش کرو جیسے کل مر جانا ہے۔
=میں نے بولنے پر بارہا افسوس کیا ہے مگر خاموش رہنے پر کبھی افسوس نہیں ہوا۔
=اگر معدہ کھانے سے بھر جائے تو دماغ سو جاتا ہے، بے زبان اعضائے جسمانی خدا کی عبادت وریاضت سے قاصر ہو جاتے ہیں۔
=بے عقلوں اور بے وقوفوں پر کبھی اعتماد نہ کرو۔

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (سورۃ لقمان 13)
ترجمہ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔۔

يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ (سورۃ لقمان آیت 16)
ترجمہ: بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمان کے اندر ہو یا زمین کے اندر ہو تب بھی اللہ اس کو حاضر کر دے گا، بے شک اللہ بڑا باریک بین باخبر ہے۔

یَا بُنَیَّ اَقِمِ الصَّلَاۃَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ Ö اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورۃ لقمان آیت نمبر 17)

ترجمہ: بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر، بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ ںْ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ (سورۃ لقمان آیت 19)

اور اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست کر، بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی ہے۔

یہاں ایک اور ضروری بات کرنی ہے کہ۔۔۔۔

چند دن پہلے خادم نے مثنوی مولانا روم سے ایک واقعہ نقل کیا تھا۔موجودہ اڈیشن مثنوی مولانا روم میں اس حکایت میں صاحب حکایت کا تذکرہ نہیں تھا لیکن حضرت لقمان کے متعلق ریسرچ کے دوران آشکار ہوا کہ یہ پبلشرز کی غلطی ہے اور پرانے اڈیشنز میں حضرت لقمان سے منسوب ہے۔۔۔۔۔واقعہ یہ تھا کہ

حکیم لقمان کے ایک امیر دوست نے کہیں سے تربوز منگوائے۔ وہ حکیم لقمان کو بہت پسند کرتا تھا اس لیے اس نے حکیم لقمان کو بلایا اور تربوز کی قاشیں کھلانی شروع کردیں۔حکیم لقمان بڑے مزے سے وہ کھاتے رہے اور شکریہ ادا کرتے رہے۔ جب ایک حصہ تربوز رہ گیا تو اس امیر آدمی نے کہا کہ اب میں بھی تو کھا کر دیکھوں کہ یہ کتنا میٹھا ہے۔ جو آپ بہت خوش ہو کر کھا رہے ہیں۔ جب اس نے تربوز کھایا تو وہ انتہائی کڑوا تھا اور کھانا تقریباً ناممکن تھا۔اس نے حیرت سے پوچھا کہ اے لقمان آپ یہ کیسے کھا رہے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ " اے دوست، آپ کے ہاتھوں سے سینکڑوں اچھی چیزیں پائیں ہیں جن کے شکرانہ سے میری کمر جھکی ہوئی ہے۔ مجھے شرم آئی کہ وہ ہاتھ جو مجھے بہت اچھی چیزیں عنائت کرتا تھا اگر اس سے ایک دن کوئی کڑوی چیز ملے تو میں اس سے انکار کردوں۔اے دوست، اس بات کے لطف نے کہ یہ تربوز آپ کے ہاتھوں سے آیا ہے اس نے اس کی کڑواہٹ کو مٹھاس میں بدل دیا ہے۔"

اس بات سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ نے انسان پر بے شمار نعمتیں نازل کی ہیں چنانچہ اگر انسان کو کچھ تکلیف ملے تو فوراً ناشکرا بن کر شکایت نہیں کرنا چاہیے۔

اپنا، گردونواح اور دوست رشتہ داروں کا خیال رکھیئے گا اور خادم کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیئے گا۔ اللہ رب العزت آپ کا، آپکے اہل و عیال کا، اور دیگر دوست احباب کو صحت و سلامتی کے ساتھ اپنا قرب خاص نصیب فرمائے! آمین

"موضوع کلام" عشق

موضوع کلام" عشق "آپ کے سامنے پیش کرر ہا ہوں۔اسلاف کے کلام کوایک جگہ اختصار کے ساتھ مجتمع کیا ہے،امید کرتا ہوں کہ دل میں سلگتی چنگاریوں کو چاشنی بخشنے کا باعث بنے گی۔۔۔۔۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ اٰمَنُوٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ۔165)
ترجمہ: اور جو ایمان لائے، اللہ کے لیے ان کی محبت بہت شدید ہے۔

یعنی اللہ پر ایمان کا مطلب اللہ سے شدید محبت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے

اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں تم کو تمہاری جانوں، بیوی، بچوں، گھربار اور دیگر چیزوں سب سے زیادہ عزیز نہیں ہو جاتا۔ (بخاری و مسلم)

سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس فرماتے ہیں اللہ نے اللہ پاک سے شدید محبت کو مومنین کی صفت قرار دیا ہے اور عشق کا خمیر انسان کی روح میں شامل ہے۔
کائنات کی ابتدا عشق ہے اور انسان کی تخلیق عشق کے لیے ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورِ مبارک سے جب ارواح کو پیدا کیا گیا تو عشقِ الٰہی کا جوہرِ خاص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ارواحِ انسانی کے حصہ میں آیا۔ (شمس الفقرا)
عشق ایک بیج کی صورت میں انسان کے اندر موجود ہے جو مرشد کامل واکمل کے زیرِ سایہ پھلتا پھولتا ہے وہی اس کی آبیاری کرسکتا ہے۔
مرشد کے بغیر عشق پروان نہیں چڑھتا۔
عشق ہر کسی کے اندر سیپ کے موتی کی طرح چھپا ہوا ہے وہ مرشد کی نگاہ سے ہی اُبھرتا ہے۔عشق ایک ایسی آگ ہے جو ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

عشق آں شعلہ است کہ جوں برفروخت
کہ ہر جُز معشوق باشد جملہ سوخت

ترجمہ: عشق ایسا شعلہ ہے جب بھڑک اٹھتا ہے تو معشوق (حقیقی) کے سوا تمام چیزوں کو جلا دیتا ہے۔

اسی لیئے اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضیٰؓ سوزِ صدیقؓ دے

عشق ہی راہِ فقر کی کنجی ہے اور عشق سے ہی منزل تک پہنچا جا سکتا ہے جب انسان کے اندر عشق پنپتا ہے تب ہی انسان کا سفر اللہ کی طرف شروع ہوتا ہے۔ جس دل میں عشق نہیں وہ راہِ فقر پر نہیں چل سکتا۔
عشقِ حقیقی میں ہی مومنین کیلیئے لذت اور سرور ہے جو اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ سے محبت مومنین کو ہر لمحہ بیقرار رکھتی ہے اسی تڑپ کی وجہ سے عاشق وہ کام کر گزرتے ہیں جو بہت سے مسلمانوں کے بس کی بات نہیں اور یہ عشقِ حقیقی ہی ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آتشِ نمرود میں کود جانے کا حوصلہ عطا کیا۔ حضرت اسماعیلؑ کو قربان ہو جانے کی ہمت عطا کی۔ اسی عشق کے جذبہ نے صحابہ کرامؓ کو گھر بار لٹانے کی جرأت عطا کی اور اسی عشق نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے اصحاب و احبابؓ کے ہمراہ قربان ہونے کا حوصلہ عطا کیا۔

میر تقی میر کہتے ہیں کہ

کیا کہوں تم سے میں کہ کیا ہے عشق
جان کا روگ ہے بلا ہے عشق

عشق ہی عشق ہے جہاں دیکھو
سارے عالم میں بھر رہا ہے عشق

عشق معشوق عشق عاشق ہے

یعنی اپنا ہی مبتلا ہے عشق

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک مخفی و پوشیدہ تھی پھر اس ذات کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوا کہ میں پہچانا جاؤں مگر یہ چاہت اور جذبہ اس شدت سے ظہور پذیر ہوا کہ صوفیا کرامؒ نے اسے عشق سے تعبیر کیا اسی جذبۂ عشق میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے نورِ احمدی ﷺ کو جدا کیا اور پھر نورِ احمدی ﷺ سے تمام مخلوقات کی ارواح تخلیق ہوئیں جیسا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے

میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر

وہی قرآن، وہی فرقان، وہی یٰسین وہی طٰہٰ

یہ وہی مرتبہ ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کل ہیں الکل فیہ ومنہ وکان عندہ۔ (سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے تھا اور ہوگا۔)

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

مصطفیٰ ﷺ آئینہ روئے خداست

منعکس در وے ہمہ خوئے خداست

ترجمہ: مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے چہرے کا آئینہ ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور ہر صفت منعکس ہے۔

ایک اور جگہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

اپنے محبوب کی ایک نگاہ کے خواہاں عاشق کتنی بڑی قربانی دینے کو تیار ہو جاتے ہیں اگر میرا محبوب مجھ پر ایک نگاہ ڈالے تو میں ایک جان تو کیا سو جانیں قربان کر دوں گا۔

مولانا روم عشق اور عقل کے بارے میں بھی فرماتے ہیں:

عشق آمد عقل او آوارہ شد
صبح آمد شمع او بیچارہ شد

ترجمہ: عشق آیا تو عقل بیچاری بیکار ہوگئی جس طرح صبح آئی تو شمع کی ضرورت نہ رہی۔

جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عشاق کے متعلق فرماتے ہیں:
اگر عاشقوں کو جنت اس کے جمال کے بغیر نصیب ہو تو سخت بدقسمتی ہے۔ عاشقوں کو اس کے وصال سمیت دوزخ بھی نصیب ہو تو بھی نہایت ہی خوش قسمتی ہے۔ (اسرارِ قادری)

عشق والوں سے معاملہ بھی جُدا ہوتا ہے علمائے محض سے اور طرح بات ہوتی ہے اور عشاق کے ساتھ دوسرے طریقہ سے گفتگو کی جاتی ہے۔ چنانچہ جب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معراج سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے عاشقوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کو کس صورت میں دیکھا؟ فرمایا مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَیَ الْحَقّ (جس نے مجھے دیکھا اس نے گویا اللہ تعالیٰ ہی کو دیکھا) بعد ازاں علما نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدا کو دیکھا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی (سورۃ النجم) (ترجمہ: اور نبی اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا) وارد ہے۔ فرمایا: تَفَکَّرُوْا فِیْ اٰیٰتِہٖ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ (اس کی آیات میں تفکر کرو لیکن اس کی ذات کی بابت نہیں)۔ (محبت الاسرار)
محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی سیّدنا غوث الاعظمؓ اپنے رسالہ اسرارِ الٰہیہ الرسالۃ الغوثیہ میں بیان فرماتے ہیں
میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا پھر میں نے سوال کیا اے ربّ عشق کے کیا معنی ہیں؟
فرمایا اے غوث الاعظمؓ! عشق میرے لیے کر، عشق مجھ سے کر اور میں خود عشق ہوں اور اپنے دل کو، اپنی حرکات کو میرے ماسویٰ سے فارغ کردے۔ جب تم نے ظاہری عشق کو جان لیا پس تم پر لازم ہوگیا کہ عشق سے فنا حاصل کرو کیونکہ عشق، عاشق اور معشوق کے درمیان پردہ ہے پس تم پر لازم ہے کہ غیر سے فنا ہو جاؤ کیونکہ ہر غیر عاشق اور معشوق کے درمیان پردہ ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ کا قول ہے :

سجدہ مستانہ ام باشد نماز
درد دِل با او بود قرآنِ من

ترجمہ: مستانہ وار محبوب کو سجدہ کرنا عاشقوں کی نمازِ حقیقی ہے اور درد بھرے دل کے ساتھ محبوب کے ہمراہ رہنا میرا قرآن پڑھنا ہے۔

خواجہ حافظؒ فرماتے ہیں:
جو شخص دل میں اللہ کا عشق نہیں رکھتا یقیناً اس کی عبادت بے سود اور مکر وریا ہے۔ (دیوانِ حافظؒ)

میاں محمد بخش صاحبؒ فرماتے ہیں:

جنہاں عشق خرید نہ کیتا ایویں آ بھگتے
عشقے باہجھ محمد بخشا کیا آدم کیا کتے

ترجمہ: جنہوں نے اس دنیا میں عشق کا سودا نہ کیا ان کی زندگی فضول اور بے کار گزری اور عشق کے بغیر انسان اور کتے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

علامہ اقبالؒ بھی تمام عارفین کی طرح عشق کے بغیر ایمان کو نامکمل قرار دیتے ہیں:

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اوّلیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدہ تصورات

ترجمہ: عقل و دل اور نظر کو اللہ کی طرف راستہ دکھانے والا پہلا رہنما عشق ہے اگر عشق نہ ہو تو اسلامی قوانین اور مذہبی ارکان نماز، روزہ وغیرہ کافرانہ و مشرکانہ خیالات کا بت خانہ ہے اگر دل میں لوگوں اور اشیا کی محبت کے بت یا اپنی خواہشات کے بت رکھ کر اللہ کی عبادت کی جائے تو وہ عبادت نہیں بلکہ بت پرستی ہے کیونکہ عبادت صرف جسم سے نہیں بلکہ دل اور روح سے کی جاتی ہے۔

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

اس شعر میں علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صدق اور واحدانیت پر یقین جس کی وجہ سے انہیں آگ میں ڈال دیا گیا اور آگ آپ پر ٹھنڈی ہوگئی، عشق کی بدولت تھا، آگ میں کود جانے کی ہمت بھی عشق سے ملی اور آگ کی تپش بھی عشق کی شدید آتش کی وجہ سے آپؑ پر ٹھنڈی ہوگئی۔ معرکہ کربلا میں حضرت امام حسینؓ کا صبر بھی عشقِ حقیقی کی بدولت تھا جس نے انہیں تسلیم و رضا کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچا دیا۔

نفس اور روح کی جنگ جس میں کبھی نفس اور اس کی خواہشات غالب آنے کی کوشش کرتی ہیں تو کبھی روح اور اس کی نورانیت۔ نفس و روح کی یہ جنگ بھی عشق ہی کی بدولت ہے۔ جن لوگوں کو عشقِ حقیقی حاصل نہیں ہوتا ان میں یہ جنگ بھی نہیں ہوتی کیونکہ ان کا نفس ہمیشہ ان کی روح پر غالب رہتا ہے۔ اسطرح مقامِ بدر و حنین پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قیادت میں صحابہ کرامؓ نے اللہ اور پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق میں سرشار ہو کر جنگیں لڑیں اور فتح پائی۔

توڑ دیتا ہے بت ہستی کو ابراہیمؑ عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق

ترجمہ: جس طرح حضرت ابرہیمؑ نے بتوں کو توڑ دیا اسی طرح عشق بھی وجود اور انا کے بتوں کو توڑ دیتا ہے۔ یعنی عشق کی مستی عقل کیلئے دوا کا کام کرتی ہے۔

عقل اللہ کی نعمت ہے جو اللہ نے انسان کو اس لیے دی تا کہ وہ اس کائنات میں موجود اللہ کی نشانیوں پر غور کر کے اللہ کو پہچانے لیکن انسان کی عقل اس دنیا میں ہی پھنسی رہتی ہے اور اس کی رنگینیوں میں ہی مدہوش رہتی ہے جب عشقِ حقیقی کی دوا ملتی ہے تو اسے ہوش آتی ہے اور انسان اللہ تک پہنچتا ہے۔ بزرگ پیغام دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عشق کے جہاں میں ہر ایک کو اپنا مقام خود پیدا کرنا پڑتا ہے یہاں حسب نسب کام نہیں آتے۔

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

اقبالؒ کے نزدیک عشق ہی انسان کی تربیت کرتا ہے اور اس کے اندر سے غیر اللہ کو نکال کر اسے بارگاہِ حق کے لائق بناتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں علم اور عقل عشقِ الٰہی کی راہ کی بڑی کمزوری ہے۔ عشقِ الٰہی میں وہ لطف و سرور ہے کہ اگر کسی عالم کو اس کا ذرا سا مزہ مل جائے تو وہ تمام علمیت بھول کر عشقِ الٰہی میں گم ہو جائے۔
مزید فرماتے ہیں جان لو جب اللہ واحد نے حجلۂ تنہائی وحدت سے نکل کر کثرت میں ظہور فرمانے کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن و جمال کے جلوؤں کو صفائی دے کر عشق کا بازار گرم کیا جس سے ہر دو جہان اس کے حسن و جمال کی شمع پر پروانہ وار جلنے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے میم احمدی کا نقاب اوڑھا اور صورتِ احمدی ﷺ اختیار کر لی۔ (رسالہ روحی)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ راہِ فقر میں عشق کو سب سے اہم مقام قرار دیتے ہیں اور آپؒ کے پنجابی ابیات میں زیادہ تر ابیات عشق کے ہی موضوع پر ہیں جن میں سے نمونہ پیش خدمت ہے :

عشق دِی بھاہ ہڈاں دا بالن، عاشق بہہ سکیندے ھُو
گھت کے جان جگر وچ آرا، ویکھ کباب تلیندے ھُو
سرگردان پھرن ہر ویلے، خون جگر دا پیندے ھُو
عاشق ہوئے ہزاراں باھُوؒ، پر عشق نصیب کیندے ھُو

مفہوم: عشق وہ آگ ہے جو معشوق کے علاوہ سب کچھ جلا دیتی ہے۔ اس آگ میں پڑ کر عاشق بھی آگ بن جاتا ہے۔ اس کی ہڈیاں جل رہی ہوتی ہیں اور اس کی جان و جگر اس آگ میں جل کر کباب ہو جاتے ہیں۔ یہ عاشقِ ذات ہر وقت وحشت و پریشانی میں سرگردان بے چین و بے قرار رہتے ہیں مگر ان ہزاروں عاشقوں میں سے ذاتِ حق کا عشق کسی خوش نصیب کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

عاشق ہونویں تے عشق کمانویں، دل رکھیں وانگ پہاڑاں ھُو
لکھ لکھ بدیاں تے ہزار الاہمے، کر جانیں باغ بہاراں ھُو
منصور جیہے چک سولی دتے، جیہڑے واقف کل اسراراں ھُو
سجدیوں سر نہ چایئے باھُوؒ، توڑے کافر کہن ہزاراں ھُو

مفہوم: اگر تو عاشق ہے اور عشق کی راہ میں کامیابی، کامرانی چاہتا ہے تو اپنے آپ کو قوی اور مضبوط رکھ۔ راہِ عشق میں تو لاکھوں بدنامیاں اور ہزاروں طعنے خوشی خوشی برداشت کرنا پڑتے ہیں یہ کوئی آسان راہ نہیں ہے منصور حلاجؒ کو رازِ حقیقی سے واقف ہونے پر ہی سولی پر لٹکا دیا گیا تھا۔ اگر ایک دفعہ مرشد کامل کی غلامی نصیب ہو جائے تو پھر سر کو اس در سے ہٹانا نہیں چاہیے خواہ دنیا کافر ہی کیوں نہ کہتی رہے۔

عشق اسانوں لسیاں جاتا، لتھا مَل مہاڑی ھُو

ناں سووے ناں سون دیوے، جیویں بال رہاڑی ھُو

پوہ مانہہ دے وچ منگے خربوزے، میں کتھوں لے آواں واڑی ھُو

عقل فکر دیاں بھل گیاں گلاں باھُوؒ، جداں عشق وجائی تاڑی ھُو

مفہوم: عشقِ حقیقی اس کمزور اور ناتواں جان پر پورے زور وشور سے حملہ آور ہو چکا ہے اور اس نے وجود پر اس حد تک غلبہ پالیا ہے کہ دیدارِ یار کی تڑپ میں نہ تو خود سوتا ہے اور نہ ہمیں سونے دیتا ہے اور راہِ عشق کی رسومات اور امتحانات کے بغیر ہی جلد از جلد وصال چاہتا ہے جبکہ یہ مقام اور منزل تو ابھی دور ہے لیکن جب عشقِ حق تعالیٰ نے ہمیں راہ دکھائی تو عقل اور فکر کو ہم نے چھوڑ دیا۔

عاشق دادِل موم برابر، معشوقاں وَل کاہلی ھُو

طاماں ویکھ کے تُرتُر تکّے، جیویں بازاں دِی چالی ھُو

بازبے چارا کیونکر اُڈّے، پیریں پیوس دُوالی ھُو

جیں دِل عشق خرید نہ کیتا باھُوؒ، دُوہاں جہانوں خالی ھُو

مفہوم: عاشقوں (طالبانِ مولیٰ) کے دِل تو موم کی طرح نرم اور نازک ہوتے ہیں وہ معشوق (ذاتِ حق تعالیٰ) سے ملاقات کرنے کے لیے جلد باز ہوتے ہیں اور اس کے لیے ہر وقت بے چین اور بے سکون رہتے ہیں۔ وہ دیدارِ حق کے لیے حسرت بھری نگاہ سے فضل وکرم کے انتظار میں رہتے ہیں کیونکہ خود تو وہ بشری اور دنیاوی پابندیوں اور بندشوں میں جکڑے ہوتے ہیں اور راز کو آشکار نہیں کر سکتے۔ جس نے عشقِ ذات کا سودا نہ کیا وہ دونوں جہانوں میں خالی ہاتھ رہا۔

اس راستے میں طالبانِ مولیٰ کیلئے بہت سی مشکلات اور آزمائشیں پیش آتی ہیں اس کیلئے طالبانِ مولیٰ کو اپنا دل مضبوط رکھنا چاہئے اور ہمت سے کام لینا چاہئے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ ہم تمہیں آزمائیں گے تمہاری جان سے، مال سے، اولاد سے۔ اس راہ میں تو لوگوں کے

طعنے اور کوسنے بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

عشق جنہاں دے ہڈیں رَچیا، اوہ رہندے چُپ چپاتے ھُو
لُوں لُوں دے وِچ لکھ زباناں، اوہ کردے گُنگی باتے ھُو
اوہ کردے وضو اسمِ اعظم دا، تے دریا وحدت وِچ ناتے ھُو
تداں قبول نمازاں باھُوؒ، جداں یاراں یار پچھاتے ھُو

مفہوم: عشق جن کے پورے وجود میں سرایت کر چکا ہو اُن کا تمام وجود عشق بن جاتا ہے اور وہ رازِ حقیقی سے واقف ہونے کے باوجود خاموش رہتے ہیں حالانکہ اُن کے لوں لوں میں لاکھوں زبانیں ہیں لیکن اس کے باوجود وہ گونگے بن کر رہتے ہیں۔ بات کرنی پڑے تو رُک رُک کر عاجزی سے بات کرتے ہیں۔ وہ ایسے عاشق ہیں جو اسمِ اعظم سے وضو کرتے ہیں اور دریائے وحدت میں غوطہ زن رہتے ہیں۔ نمازیں تو اُسی وقت قبول ہوتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔

عشق دریا محبت دے وچ، تھی مردانہ تریئے ھُو
جِتّھے لہر غضب دیاں ٹھاٹھاں، قدم اُٹھائیں دھریئے ھُو
اوجھڑ جھنگ بلائیں بیلے، ویکھو ویکھ نہ ڈریئے ھُو
نام فقیر تد تھیندا باھُوؒ، جد وِچ طلب دے مریئے ھُو

مفہوم: راہِ فقر جو اصل میں عشق کی راہ ہے میں مردانہ وار بڑھتے چلے جانا چاہیے۔ راہِ عشق کے بڑے بڑے امتحانات اور آزمائشوں میں بے خطر کود پڑنا چاہیے کیونکہ جتنی جلدی بڑی بڑی مشکلات اور امتحانات سے گزریں گے اتنی جلدی دیدارِ حق تعالیٰ حاصل ہوگا۔ خطرات اور صعوبتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور فقیر تو نام ہی اُن کا ہوتا ہے جو طلبِ مولیٰ میں جان دے دیتے ہیں۔

حضرت شاہ شمس تبریزؒ فرماتے ہیں:

عشق معراج است سوئے بام سلطانِ ازل
از رخِ عاشق فرد خواں قصہ معراج را

ترجمہ: عشقِ حقیقی ہی بارگاہ ایزدی میں باریابی دلاتا ہے اگر معراج کی داستانِ حقیقی پڑھنا ہے تو کسی عاشق صادق کے چہرہ پر نظر جماؤ۔

مولانا جامیؒ کا قول ہے کہ اگر تجھے ذاتِ مرشد کا عشق نصیب ہو جائے تو اسے اپنی خوش نصیبی جان کیونکہ یہ ذاتِ حق کے عشق تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔

غنیمت داں اگر عشق مجازیست
کہ از بہر حقیقت کارسازیست

ترجمہ: اگر تجھے مرشد سے عشق حاصل ہے تو خود کو خوش قسمت سمجھ کہ مرشد سے عشق ہی عشقِ حقیقی تک پہنچنے کا زریعہ ہے۔

حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نیواں میرا مرشد اُچا اُچیاں دے سنگ لائی
صدقے جاواں اُنہاں اُچیاں توں جنہاں نیویاں نال نبھائی

ترجمہ: میں بہت عاجز اور عام آدمی تھا لیکن مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میرا مرشد کامل اور اکمل ہے اور انہوں نے مجھ عاصی پر اپنی شان کے مطابق مہربانی کی اور آخر تک اپنی غلامی میں رکھا اور مجھے میری منزل (عشقِ حقیقی) تک پہنچایا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گرد مستاں گرد، گر مے کم رسد بوئے رسد
بوئے او گر کم رسد، رویتِ ایشاں بس است

ترجمہ: مستوں کے گرد گھومتا رہا اگر محبت کی شراب نہ ملے تو کم از کم اس کی بُو تو حاصل ہو جائے گی اور اگر یہ بھی نہ ملے تو ان کا دیدار ہی کافی ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

عاشقاں راشد مدرس حسن دوست

دفتر و درس و سبق شان روئے اوست

ترجمہ: محبوب کا حسن ہی عاشقوں کا مدرسہ بن گیا انکی کتاب، درس اور سبق اس کا چہرہ ہوتا ہے۔

عشقِ حقیقی کے سفر پر چلنے کیلیئے طالبِ مولیٰ کے لیے اپنا ہاتھ مرشد کامل اکمل کے ہاتھ میں دینا لازمی ہے۔ جو بھی عشق کے راستے پر چلا ہے وہ مرشدِ کامل اکمل کے بغیر نہیں چلا۔ اس موجودہ دور میں بھی بہت سے سر پھرے دن رات، بلا غرض و غایت و منفعت حقیقتاً محبت الٰہی میں اسی کام پر معمور ہیں اور دن رات انسان کا اللہ سے رابطہ جوڑنے میں مصروف عمل ہیں۔
گفتگو کا اختتام بلھے شاہ کی اس کافی پر کروں گا کہ

اِک الفوں دو تِن چار ہوے

فر لکھ، کروڑ، ہزار ہوے

فر اوتھوں باجھ شمار ہوے

ایس الف دا نکتہ نیارا اے

ترجمہ: اگر آپ اس عقیدے سے آگے نکلتے ہیں۔ تو بات پھر دو، تین چار سے ہوتی لاکھوں کروڑوں تک پہنچتی ہے۔ اور یہی اس " الف " کی عمیق رمز ہے۔

جو بھی اللہ کو پانا چاہتا ہے تو اس کے علاوہ اور کوئی سچا راستہ نہیں ہے کہ اچھوں اور سچوں کا ساتھی ہو جائے۔ خلوص سے اندر کی صفائی کرے اور لامتناہی محبت کے ساتھ اللہ رب العزت کی طرف متوجہ جائے۔ انشاء اللہ کچھ دیر نہیں لگے گی۔ لطف و کرم کی بارشیں چھم چھم کرتے برسیں گی انشاء اللہ۔۔۔ لیکن اگر دماغ کی گرہوں میں الجھے رہیں گے تو شاید سفر کی ابتداء ہی نہ کر پائیں۔ یہ تو سیدھا سیدھا سا سودا ہے۔ بات آپ تک پہنچا دینا میرا فرض تھا، کہ یہی کام ہمیشہ سے ہمارے اسلاف کرتے آئے ہیں۔ آگے آپکی مرضی۔۔۔ اللہ پاک سب کو بلا تمع و دکھاوا، خلوص کے ساتھ اس راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین !

اللہ والوں کی صحبت کا فائدہ اور سورۃ فیل

اللہ والوں کی صحبت کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ انسان کو قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے اور نہ صرف اپنی اصلاح کا موقع ملتا ہے بلکہ بہت سی ایسے اسرار و رموز جن سے انسان آگاہ نہیں ہوتا اس پر کھلتے ہیں جو کہ اسکے قرب الٰہی کی چاشنی کو کء گنا بڑھا دیتے ہیں۔ اسی لیئے ہمارے اسلاف اچھی صحبت اختیار کرنے پر زور دیا کرتے تھے۔

قرآن پاک کی سورۃ نمبر 105 سورۃ فیل مکی سورۃ ہے جس کی فقط پانچ آیات ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ (1)
اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَہُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ (2)
وَّ اَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ (3)
تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ (4)
فَجَعَلَہُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ (5)

اے محبوب کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا؟ کیا ان کا داؤ تباہی میں نہ ڈالا؟ اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں (فوجیں) بھیجیں کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے۔ تو انہیں کر ڈالا جیسے کھا کھیتی کی پتی (بھوسہ)

قرآن پاک کی گو کہ یہ بہت مختصر سورۃ مبارکہ ہے لیکن اپنے اندر بہت سے راز لیئے ہوئے ہے۔

اگر انسان نا امیدی کی دلدل میں دھنستا چلا جا رہا ہے اور امید کا دیا جلانا ہے تو یہ چند آیات ہی کافی ہیں۔ آیئے ان کے مفاہیم اور بیک گراؤنڈ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عربی میں عام الفیل اور انگریزی میں The Year of the Elephant کے طور پر جانا جانے والا یہ سال اسلامی تاریخ میں بہت

ہی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ یہ سال سنہ 570 عیسوی کا ہے (اختلاف ایکطرف)۔اسی سال مکہ مکرمہ میں ہمارے پیارے آقا ومولی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم وفات پاگے اور کعبۃ اللہ پر حملہ کا واقعہ پیش آیا۔اینشنٹ ٹیکسٹس (مخطوطہ جات زمانہ قدیم) اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ صدیوں سے راہب یہ ذکر کرتے آتے تھے کہ جو سال" ہاتھی والوں" کا سال ہوگا اس سال آخری نبی صل اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں جلوہ افروز ہوں گے۔یعنی کہ اللہ رب العزت نے جو پہلے سے پروٹوکول تیار کر رکھا تھا ان نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی تھی۔

اس سال حبشہ کے مقرر کردہ یمن کے گورنر ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا۔اس نے اصل میں صنعاء (یمن کا شہر) میں ایک کلیسا (چرچ) الکلیس تعمیر کیا تھا اور چونکہ وہ مسیحی تھا اس لیے وہ چاہتا تھا کہ عرب مکہ جانے کی بجائے اس کلیسا کو مرکز بنائیں۔ جب یہ ممکن نہ ہوا تو اس نے کعبہ کو تباہ کرنے کی ٹھانی۔اس کے لشکر میں سینکڑوں ہاتھی شامل تھے۔ یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ ابرہہ نے کعبہ کو ڈھانے کا ارادہ مذہبی جنون میں نہیں کیا تھا بلکہ اس کی پشت پر کھڑی اس وقت کی مسیحی دنیا کو بحیرہ احمر کی بحری گزرگاہ پر مکمل تسلط درکار تھا کیونکہ اس زمانے میں جس قوت کے ہاتھ میں بحری گزرگاہیں ہوا کرتی تھیں وہی عالمی اقتصادیت حکمرانی کرتی تھی۔اسلام سے قبل کعبہ چونکہ عربوں کا ثقافتی اور مذہبی مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا اقتصادی" چیمبر آف کامرس" بھی تھا اس لیے منہدم کرنے کے لیے بڑے جواز کے طور پر یمن میں قائم عیسائیت کا سب سے بڑا گرجا" الکلیس" کا کچھ حصہ تباہ کرا دیا گیا جس کا الزام عربوں پر لگا کر اس نے اسلام کے ظہور سے پہلے پہلے بیت اللہ کو مٹانے کا ارادہ کیا۔اس وقت قریش کے سردار میرے پیارے آقا ومولی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قریش کو پہاڑوں پر پناہ لینے کو کہا اور خود اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ شہر میں رہے۔روایت کے مطابق ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ کے اونٹ پکڑنے کے بعد پیغام بھیجا کہ وہ صرف کعبہ کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور اپنے اونٹ لے آئے اور کہا کہ

"اس گھر کا مالک خود اس کا محافظ ہے۔اور مجھے یقین ہے کہ وہ اسے حملہ آوروں سے بچائے گا اور اس گھر کے خدام کو بے عزت نہیں کرے گا۔"

ابرہہ نے جب حملہ کیا تو اللہ نے ابابیلوں کی ایک فوج بھیجی جس نے ابرہہ کے تمام لشکر پر سنگ باری کی۔ وہ پتھر ایسے تیز تھے کہ انہوں نے ابرہہ کے لشکر کو تباہ کر دیا۔ابرہہ زخمی حالت میں یمن کی طرف فرار ہوا مگر راستے میں مر گیا۔ یہ واقعہ 570 ء میں مکہ مکرمہ سے دس کلومیٹر منی کے نزدیک پیش آیا اور اسی سال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔
عام الفیل کو عربوں نے مختلف واقعات کے لیے ایک حوالہ کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا۔ایک طرف یہ عربوں کی معاشی وسیاسی فتح تھی

جبکہ دوسری طرف اپنے خداؤں کی تعریفیں کرنے اور نت نئے معاملات کشید کر کے مذموم مقاصد کے حصول کا پیش خیمہ تھی۔ اس سے ایک تقویم (کیلینڈر) کا آغاز ہوا جو حضرت عمر کے دور تک جاری رہا یعنی ہجری کیلینڈر کے اجرا تک، جب مسلمانوں نے ھجرتِ مدینہ کو ایک حوالہ کے طور پر مانا اور اسلامی تقویم کا آغاز کیا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سن ایک عام الفیل میں ہوئی۔

یہاں یہ گزارش انتہاء اہم ہے کہ یورپی مورخ Willan R. (1821) نے لغو طور پر یہ کوشش کی ہے کہ اس واقعہ کی یکسر تردید کر کے یہ ثابت کیا جائے کہ کسی وباء کی وجہ سے ایسا ہوا نہ کہ ابابیل کی وجہ سے۔ تو جناب اسلوب قرآن کے کیا کہنے۔ " فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ " نے جواب دے دیا کہ اگر کوئی بھی وباء پھیلے تو بھی بھوسہ نہیں بن سکتا۔ گل سڑ جائے گی۔ خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ قرآن کی حقانیت کے لیئے اتنا ہی کافی ہے جب

William Montgomery Watt (1961) اپنی کتاب "Muhammad: Prophet and Statesman"

میں جب پیارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں آمد کے سال کا تعین کر رہا ہے تو خود ہی اس بحث میں الجھا کہ کس سال سن عیسوی میں عام الفیل کا واقعہ ہوا اور کیا اسی سال میرے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو خود ہی انجانے میں قرآن سے پہلے کے حوالہ جات دے گیا کہ ہاتھیوں پر پرندوں نے کنکریاں ہی برسائی تھیں۔ بے شک اللہ رب العزت تمام حکمتوں کا مالک ہے۔

یہ ساری تمہید چند باتیں سمجھانے کے لیئے تھی کہ بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک تو یہ کہ ہمارے اندر بھی ہاتھی والوں کی طرح بڑے بڑے بغض، کینہ، لالچ، حسد، فخر، خود پسندی، خود نماء، جھوٹ، دھوکہ دہی اور سب سے بڑھ کر نفس جیسے جانوروں کی فوج ہے۔ میرے پیارے اللہ پاک چھوٹی چھوٹی مشکلات کی صورت میں ان ہاتھیوں پر سنگ پاشی کرتا ہے اور انہیں تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ میرے پیارے اللہ رب العزت انسان کو سب سے زیادہ چاہنے والے ہیں۔ لیکن انسان اپنی نفسانی خواہشات کے طفیل ہاتھیوں کی فوج کو دوبارہ تیار کر لیتا ہے اور خود ابرہہ بن کر سرکشی پر اتر آتا ہے۔ پھر منہ کی کھاتا ہے۔ یہ عمل بار بار ہوتا ہے لیکن انسان باز نہیں آتا۔

جبکہ اسکا دوسرا پہلو بزرگ بیان فرماتے ہیں کہ مصیبت خواہ جتنی بڑی بھی نظر آتی ہو، اللہ رب العزت چھوٹے سے پرندے کی مدد سے اسے تباہ کر کے انسان کو راحت فراہم کر دیتے ہیں۔ شرط صرف اتنی ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے احکامات کی بجا آوری کرنے والے ہوں اور ظالم کے ساتھی نہ ہوں۔

اس سے تیسری بات جو سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے گھر کی حفاظت اللہ رب العزت خود کرنا بہت اچھے سے جانتے ہیں۔ فرض کریں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے کہ بھئی ہم مقابلہ کریں گے! تو کیا آج تاریخ انتہائی مختلف نہ ہوتی؟ گو کہ اس صورت میں بھی اللہ رب العزت نے اپنے گھر کے دشمنوں سے خود ہی نبٹنا تھا۔ سمجھداری کا تقاضہ یہ ہی تھا جو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کیا کہ اللہ کے گھر کے دشمن کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا اور اللہ رب العزت نے اسے وہ سبق سکھایا کہ اس سے رہتی دنیا تک اللہ رب العزت کے گھر کے دشمن خود بخود دبک گئے۔ ہمارے لیئے یہ سبق ہے کہ اللہ کے کاموں میں بلاوجہ ٹانگیں مارنے کے بجائے توکل کا راستہ اپنائیں اور پیارے اللہ رب العالمین پر پختہ ولا متناہی، غیر متزلزل اعتماد و اعتقاد رکھیں کہ وہ خود تمام راستوں کا مالک ہے، ہر مشکل میں آسانیوں کا مالک ہے، رب ذوالجلال ہے۔ خود ہی سب ٹھیک کر دے گا۔ بزرگ اکثر کہتے ہیں کہ اپنی پریشانیاں اللہ رب العزت کے سپرد کر کے تو دیکھو! اس کے حل کرنے پر اعتماد و اعتقاد کر کے تو دیکھو! اس سے رجوع کر کے تو دیکھو! کوئی کمی نہیں رہنے دیتا انشاء اللہ۔۔۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اپنے دل کو اللہ کی یاد سے ایسے سجالیں کہ دل اللہ رب العزت کے گھر کی حیثیت اختیار کر جائے، پھر جو بھی فتنہ وفساد کی فوج حملہ آور ہو اللہ رب العزت یقیناً سرخرو فرمانے والا ہے۔ لیکن اعتقاد و ایمان تو بہر حال شرط اول ہی ہے۔

غلطی کوتاہی کی معذرت۔۔۔۔

اللہ رب العزت ہمیں مضبوط وغیر متزلزل رابطوں کے قائم کرنے اور رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے! آمین!

جزاک اللہ خیر۔۔۔

آزادی ارزاں نیست

(ایک دیوانہ کا دیوانگی کی حالت میں کلام)

آپ کو غم ہے ضمیر بک گیا,
مجھے غم ہے قلم بک گیا.
بصیرت بھی جاتی رہی اور فہم کو ہم نے خود سلا دیا. نتیجہ؟ ... ایک غلامی سے دوسری غلامی اور اس کے بعد کیا معلوم کتنا عرصہ اور ... لیکن کیا فائدہ؟....
کچھ نہیں ہوگا.
ارے صاحب کہا نا کچھ نہیں ہوگا.
بغیر ادراک کے مملکت نہیں چل سکتی
ارے صاحب تو کیا بغیر انصاف کے چل سکتی ہے؟
یہاں تو جب بھی جس کا جی چاہتا ہے جب چاہتا ہے, اپنی طاقت کا اظہار بانگ دہل کر دیتا ہے .
محبتیں بکتی ہیں اور عصمتیں لٹتی ہیں .
کبھی غیرت کے نام پر اور کبھی مذہب کے نام پر.
اور اس سب کے درمیان ایک میں ہوں مجبور, بے بس, بے حس, ناکارہ شخص. جس کی نہ زندگی اپنی ہے اور نہ ہی سوچ.
جو خدا چاہتا ہے میں وہ کرتا ہوں. جو رہبر چاہتا ہے میں وہ سوچتا ہوں. جو حکومت چاہتی ہے میں وہ لکھتا ہوں. حقیقت کہوں تو مجھے نہیں معلوم کہ خوشی کس بلا کا نام ہے اور روشن خیالی کس دیس میں موج مستی کرتی ہے. میں تو ایک غلام قوم کا غلام دماغ ہوں. مقید فہم سے آزاد فہم کا سفر کیسے کیا جاتا ہے؟ مجھے کیا معلوم. میں نے کبھی سچ کہا ہو کسی ڈر اور خوف کے بغیر تو جانوں کہ آزادی کس بلا کا نام ہے. کبھی ضرورت کی قید سے باہر نکلا ہوں تو جانوں کہ اپنی زندگی جینا کیسا ہوتا ہے. شاید لینن کی طرح چند کڑوے کسیلے الفاظ میرے مجسمے کا طواف کریں گیا ور چیخ چیخ کر کہیں کہ یہ وہ ہے جس نے اپنی زندگی کے عوض آزادی خرید لی. تمہاری دنیا سے آزادی...
بے شک آزادی کی قیمت اس سے کم نہیں ہوسکتی . میں تیار ہوں خود کو انگاروں میں تبدیل کرنے کو.
لیکن کیا ایسا کرنے سے آزادی کی قیمت ادا ہو جائے گی؟
کیا میں جب دوبارہ اٹھوں گا تو آزاد ہوں گا؟
اگر ایسا کرنے سے آزادی ملتی ہے تو چلو آج ہی سہی... بلکہ ابھی ہی.... کیا میں اتنا عظیم انسان ہوں کہ آزادی کی قیمت چکا کر آزادی

خرید لوں.

دنیا کی مہنگی ترین شے اتنی ارزاں...

چلو تلاش کریں کہ اس سے کم میں کوئی سودا ہو جائے. لیکن کیسے؟

وقت نکل جائے گا اور میرا یقین ٹوٹ جائے گا.

میں اس قابل کہاں کہ آزادی خرید سکوں. خود کے لیئے آزادی کا حصول قوم, امت اور قبیلے کے لیئے آزادی کے حصول سے زیادہ مہنگا ہے.

جماعت کی آزادی کے باوجود میں غلام ہی رہا ہوں. میرے اردگرد بھی تو سب غلام ہی ہیں. خود کو آزاد سمجھنے والے بے وقوف معتبر غلام. اپنے نفس کے غلام, اپنی خواہشوں کے غلام, خودداری کے غلام, انا کے غلام, دن رات کتے کی طرح کاٹتے ہوس کے غلام, اور سب سے بڑھ کر اپنے نچانے والے معتبر مسیحا کی خشنودی کے غلام.

میں تو ہر طرح کا غلام ہوں. مجھے تو قیمت بھی سب سے زیادہ چکانی ہو گی.

میرا تو آقا بھی بیپناہ نوازنے والا ہے. اسکی نوازشوں سے آزادی بہت مہنگی ہے. لیکن...

بس اب آزاد تو مجھے ہونا ہے...

بس اب بہت غلامی ہو چکی...

بس اب قیمت ادا کرنے کی تیاری کی جانی چاہیئے...

لیکن کس سے پوچھوں کہ آزادی کی درست قیمت کیا ہے؟

کیا کوئی بھی ایسا نہیں جو راہنمائی کر دے؟

چلو.... چلو اندھیروں سے پوچھتے ہیں کہ یہ سب سے بڑے راہنما ہیں.

عجیب تیری سیاست, عجیب تیرا نظام

یزید سے بھی مراسم, حسین کو بھی سلام

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ لبید کا یہ شعر پڑھا

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم
وبقیت فی خلف کجلد الاجرب

ترجمہ : وہ لوگ رخصت ہو گئے جن کے زیر سایہ زندگی بسر ہوتی تھی اور میں نکمے قسم کے نااہل لوگوں میں پڑا رہ گیا ہوں ۔

پھر حضرت عائشہؓ نے فرمایا عجیب بات ہے کہ لبید اپنے زمانے کے بارے میں یہ کہتا ہے اگر وہ ہمارا زمانہ دیکھ لیتا تو کیا رائے قائم کرتا حضرت عائشہؓ کے بھانجے حضرت عروہؓ نے اپنی خالہ کی یہ روایت سن کر فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اگر وہ ہمارے زمانے کو پاتیں تو کیا کہتیں ۔حضرت عروہؓ کے شاگرد امام زہریؒ نے اپنے استاد کی یہ بات یاد کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ عروہؓ پر رحم کرے اگر وہ ہمارے زمانے کو پاتے تو کیا کہتے ،امام زہری کے شاگرد زبیدی رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ امام زہری پر رحم فرمائے اگر وہ ہمارا زمانہ دیکھتے تو کیا کہتے ۔(مصنف عبدالرزاق ññ
(òôö

اپنے ارد گرد دیکھیں ۔اور اس روایت کو دوبارہ پڑھیں ۔

ناکارہ مرتب عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائیں اگر یہ حضرات ہمارا زمانہ دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟

بخاری شریف سے دو احادیث پیش خدمت ہیں ۔۔۔۔

بخاری شریف حدیث نمبر 3649 :

حدثنا علی بن عبداللہ، □□□□□□ حدثنا سفیان، □□□□□□ عن عمرو، □□□□□□ قال سمعت جابر بن عبد

اللہ رضی اللہ عنہما یقول حدثنا أبو سعید الخدری، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " یأتی علی الناس زمان فیغزو فئام من الناس، فیقولون فیکم من صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیقولون نعم. فیفتح لهم. ثم یأتی علی الناس زمان فیغزو فئام من الناس، فیقال هل فیکم من صاحب أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیقولون نعم. فیفتح لهم، ثم یأتی علی الناس زمان فیغزو فئام من الناس، فیقال هل فیکم من صاحب من صاحب أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیقولون نعم. فیفتح لهم. "

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا اور انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک زمانہ آئے گا کہ اہل اسلام کی جماعتیں جہاد کریں گی تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی بھی ہے؟ وہ کہیں گے کہ ہاں ہیں۔ تب ان کی فتح ہوگی۔ پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مسلمانوں کی جماعتیں جہاد کریں گی اور اس موقع پر یہ پوچھا جائے گا کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی صحبت اٹھانے والے (تابعی) بھی موجود ہیں؟ جواب ہوگا کہ ہاں ہیں اور ان کے ذریعہ فتح کی دعا مانگی جائے گی، اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسلمانوں کی جماعتیں جہاد کریں گی اور اس وقت سوال اٹھے گا کہ کیا یہاں کوئی بزرگ ایسے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے شاگردوں میں سے کسی بزرگ کی صحبت میں رہے ہوں؟ جواب ہوگا کہ ہاں ہیں، تو ان کے ذریعہ فتح کی دعا مانگی جائے گی پھر ان کی فتح ہوگی۔

بخاری شریف حدیث نمبر 3650 :

حدثنی إسحاق، حدثنا النضر، أخبرنا شعبة، عن أبی جمرة، سمعت زهدم بن مضرب، سمعت عمران بن حصین رضی اللہ عنهما یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " خیر أمتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم. " قال عمران فلا أدری أذکر بعد قرنه قرنین أو ثلاثا " ثم إن بعدکم قوما یشهدون ولا یستشهدون، ویخونون ولا یؤتمنون، وینذرون ولا یفون، ویظهر فیهم السمن. "

مجھ سے اسحٰق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا ہم سے نضر نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی، انہیں ابوجمرہ نے، کہا میں نے زہدم بن مضرب سے سنا، کہا کہ میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے۔ پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے، حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا یا تین کا۔ پھر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بعد ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو بغیر کہے گواہی دینے کے لیے تیار ہو جایا کرے گی اور ان میں خیانت اور چوری اتنی عام ہو جائے گی کہ ان پر کسی قسم کا بھروسہ باقی نہیں رہے گا۔ اور نذریں مانیں گے لیکن انہیں پورا نہیں کریں گے (حرام مال کھا کھا کر) ان پر موٹاپا عام ہو جائے گا۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے اعمال کی فکر کرنے اور اپنے کردار کو بہترین بنانے کی توفیق نصیب فرمائے! آمین !

علم وحکمت کےخزانے

ہمارے اسلاف نے ہمارے لیئے علم وحکمت کے خزانے حوالہ قلم کر چھوڑے ہیں لیکن ہم ہی ہیں جو نہ جانے کس چکر میں ہیں۔

فردوسی کے اشعار ہیں کہ

ستائش کنم ایزدِ پاک را
کہ گویا و بینا کند خاک را

ترجمہ: میں اُس خدائے پاک کی حمد وثنا کرتا ہوں جو خاک کو بولنے والے اور دیکھنے والے انسان میں تبدیل کر دیتا ہے۔

توانا بوَد ہر کہ دانا بوَد
زِ دانش دلِ پیر برنا بوَد

ترجمہ: (اِس دنیا میں) توانا وہی ہے جو دانائی رکھتا ہے؛ اور علم ودانش کے سبب سے بوڑھے دل بھی جوان ہو جاتے ہیں۔

شیخ جلال خان جمالی صاحب کے ایک قصیدے کے چند اشعار بحوالہ " آبِ کوثر" از شیخ محمد اکرام صاحب پیش خدمت ہیں۔

ز آسماں گر تیغ بارَد سر نخارَد اہلِ دِل
نیشِ سوزَن بر دِلِ نامرد زخمِ خنجر است

ترجمہ: اگر آسمان تلوار بھی چلا دے تو اہلِ دل سر نہیں اٹھاتے (اور) نامرد کے دل کیلیئے سوئی کی چھبن بھی خنجر کے زخم کی طرح ہوتی ہے۔

مرد نتواں گفت اُورا کُوتن آرایَد بہ زَر

زینتِ مرداں ست آہن، زرزناں رازیوَر است

ترجمہ: اسے مرد مت کہو کہ جس کا جسم (مال و) زر سے سجا ہوا ہے کہ مردوں کی زینت آہن (لوہا) ہے اور زر عورتوں کیلیئے زیور ہے۔

مرد را کردار، عالی قدر گرداند نہ نام

ہر کسے کُو را علی نام است نے چُوں حیدَر است

ترجمہ: کسی بھی شخص کو اسکا کردار عالی قدر بناتا ہے نہ کہ اسکا نام، ہر وہ جس کا نام علی ہو، حیدر (ع) کی طرح نہیں ہے۔

از معانی افتخارِ سینہ عالم بُود

عزّتِ معدن نہ از کوہ است بل از گوہَر است

ترجمہ: مطالب اور معانی ہی سینہ عالم کا افتخار ہوتے ہیں (نا کہ بلند و بانگ لاتعداد الفاظ)، کہ معدن (کان) کی عزت (بلند و بالا) پہاڑ سے نہیں بلکہ گوہر سے ہوتی ہے۔

سُرخیِ روئے مُنافِق لالہ را مانَد کہ اُو

اسود القلب است اگر چہ رنگِ رویَش احمَر است

ترجمہ: منافق کے چہرے کی سرخی لالہ (کے پھول) کی مانند ہوتی ہے کہ اسکا (لالہ اور منافق کا) دل سیاہ ہوتا ہے اگر چہ اسکے رخ کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔

نے کسے کاہل بیاباں شُد دمِ وحدت زنَد

خونِ ہر آہوئے صحرائی نہ مُشکِ اذفَر است

ترجمہ: کسی کاہل سے بیاباں ایک ہی لمحے میں عبور نہیں ہوسکتا (وہ تیز رفتار نہیں ہوسکتا) کہ ہر صحرائی ہرن کا خون اذفر کی خوشبو نہیں ہوتا (مشکِ اذفر: ایک خاص خوشبو ہے جو ایک خاص ہرن سے نکلتی ہے)

اصلِ ایماں در نیابی در فقیہِ بے اصول
کا متحانِ دینِ اُو در احتضارِ محضر است

ایمان کی اصل کسی بے اصول فقیہ سے نہیں ملے گی کہ اس کے دین کا امتحان تو موت کے پروانوں میں ہے (کہ لوگوں کی موت کے فیصلے اور کفر و ایمان کے فتوے اس کی اپنی خواہشات و پسند و ناپسند پر مبنی ہوتے ہیں)۔

پس قرآن کریم کی سورۃ لقمان آیت 24 کے اس حکم کہ
نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ
ترجمہ: ہم انہیں تھوڑا سا عیش دے رہے ہیں پھر ہم انہیں سخت عذاب کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے۔
کے پورا ہونے سے پہلے پہلے اللہ رب العزت کی جانب لوٹ آئیں۔

اللہ رب العزت سورۃ لقمان کی آیت 26 میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ
ترجمہ: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بے شک اللہ بے نیاز سب خوبیوں والا ہے۔

سورۃ لقمان کی ہی آیت 27 میں ارشاد ہوا ہے کہ

وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ
اور اگر زمین میں جو درخت ہیں وہ سب قلم ہو جائیں اور دریا سیاہی ہو اس کے بعد اس دریا میں سات اور دریا سیاہی کے آملیں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں، بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

بے شک اللہ رب العزت کا کلام اتنا وسعت کا حامل ہے کہ ہم اسکا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اور جب انسان اللہ رب العزت کی ذات بابرکت کا قصد کرتا ہے تو وہ اکثر اندیکھے راستوں کا مسافر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ " اھد نا الصراط المستقیم" تو سب بتاتے ہیں لیکن ذات بابرکت تک پہنچانے والے بہت کم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ شیرازی کو کہنا پڑا کہ

نماز زاہداں برممبر و محراب

نماز عاشقاں بردار دیدم

ترجمہ: زاہدوں کی نماز ممبر و محراب میں ہے جبکہ عاشقوں کی نماز سولی پر ادا ہوتی نظر آئے گی۔

اس معاملہ میں کوئی معافی نہیں۔۔۔ اسی لیئے سلطان العارفین سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کو بھی کہنا پڑا کہ

شریعت دے دروازے اچے راہ فقر داموری ہُو

عالم فاضل لنگھ نہ دیندے جو لنگھدا سو چوری ہُو

پٹ پٹ اٹاں وٹے مارن دردمنداں دے کھوری ہُو

عاشق جانن راز باہو کیہ جانن لوک اتھوری ہُو

ترجمہ: شریعت کے دروازے اونچے ہیں جبکہ فقیر کا راستہ بہت چھوٹا سا ہے۔ عالم فاضل گزرنے نہیں دیتے لہذا جو بھی گزرا ہے چھپ کر ہی گزرا ہے۔ دردمندوں کے مخالف اینٹوں کے پتھر بنا بنا کر مارتے ہیں۔ عاشق راز جانتے ہیں باہو یہ بے چارے لوگ کیا جانیں۔

حدیث مبارکہ ﷺ ہے:

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقر کے متعلق مزید فرماتے ہیں:

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ فَاَفْتَخِرُ بِہٖ عَلٰی سَاءِرِالْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے اور فقر ہی کی بدولت مجھے تمام انبیا اور مرسلین پر فضیلت حاصل ہے۔ (عین الفقر)

اَلْفَقْرُ كَنْزٌ مِنْ كُنُوْزِ اللّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ: فقر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

اَلْفَقْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلَّا اِلَی اللّٰہِ

ترجمہ: فقر اللہ کے سوا کسی کا محتاج نہیں۔

مومن کا دنیا میں تحفہ فقر ہے۔ (مکاشفۃ القلوب)

گفتگو کو اختتام کی طرف لاتے ہیں کہ بہت سے مختلف موضوعات ایک ہی جگہ چل پڑے۔

قرآن کی 6600 سے زیادہ آیات ہیں جن میں صرف لفظ اللہ 2697 مرتبہ آیا ہے جس کا مطلب ہے ہر دوسری آیت میں اللہ کے نام کا ذکر ہے۔

بس اسی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور تفرقہ میں مت پڑیں۔ اپنی محبتوں کا رخ اللہ رب العزت کی ذات بابرکت کی جانب موڑ لیں۔ باقی تمام معاملات اس کے سپرد کر دیں۔ بغیر کسی کو بتائے اللہ رب العزت سے رجوع کریں۔ اللہ رب العزت رسواء نہیں ہونے دے گا۔ انشاء اللہ۔

کچھ نہیں سمجھا پایا تو معذرت خواہ ہوں۔۔۔۔

اسلاف کے چند اقوال

اسلاف کے چند اقوال آپ کی خدمت میں پیش کرر ہا ہوں۔شاید کوئی قول آپ کی راہنمائی کا سبب بن سکے۔۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خدانے جن قلوب کو بارِ محبت اُٹھانے کے قابل تصور نہیں کیا انکو عبادت کی طرف لگا دیا کیونکہ معرفتِ الٰہی کا بار سوائے عارف کے اور کوئی برداشت نہیں کرسکتا. اور اگر مخلوق اپنی ہستی کو پہچان لے تو خدا کی معرفت خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔

انسان کو چار اشیا دوسروں سے بلند کرتی ہیں۔حلم، علم، کرم اور خوش کلامی۔

عمل کے بغیر جنت کو طلب کرنا بھی گناہ ہے۔

اگر کوئی تم پر احسان کرے تو اللہ کا شکر ادا کرو، پھر اس شخص کا کیونکہ خدا نے اسے تجھ پر مہربان کیا ہے۔

کوئی گناہ تمہیں اتنا ضرر نہیں پہنچا تا جتنا دوسرے مسلمان کی بے عزتی کرنا اور اسے کمتر سمجھنا۔

برے اعمال اللہ تعالیٰ سے صریح دشمنی کے برابر ہیں۔

دوستی کی علامت تین اشیا ہیں۔دریا کی مانند سخاوت، سورج کی طرح شفقت اور زمین کی سی تواضع۔

جو گن کر نیکیاں کرتا ہے اسے جزا بھی گن کر ملے گی۔

توکل یہ ہے کہ زندگی کو ایک دن کا سمجھے اور کل کی فکر نہ کرے۔

جب انسان نیک ہو جاتا ہے تو اس کا ہر عمل بھی بذات خود ایک نیکی بن جاتا ہے۔

عدل کے بغیر ملک ویران اور اجاڑ ہو جاتے ہیں۔

نفس واحد وہ شے ہے جو ہمیشہ باطل کی طرف رخ کرتی ہے۔

ہر بچے کی پیدائش اس بات کا اعلان ہے کہ خدا ابھی اپنے بندے سے مایوس نہیں ہوا۔

نیک بخت وہ ہے جو نیکی کرے اور ڈرے، بد بخت وہ ہے جو گناہ کرے اور مقبولیت کی امید رکھے۔

خوش خلقی ویسے تو معمولی چیز ہے لیکن اس کا اجر بہت بڑا ہے۔

خود کو ایسا ہی ظاہر کرو جیسے تم ہو، یا ویسے بن جاؤ جیسا خود کو ظاہر کرتے ہو۔

امام دارمیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت زید العمیؒ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے بعض فقہاء کرام کو یہ نصیحت فرمائی کہ

اے صاحب علم! اپنے علم پر عمل کرو اور اپنی ضرورت سے زائد جو مال ہو وہ اللہ کی راہ میں دے دو۔ لیکن ضرورت سے زائد بات کو اپنے پاس روک رکھو، بات وہی کرو جو تمہیں تمہارے رب کے پاس نفع دے۔
اے صاحب علم! جو کچھ تم جانتے ہو اگر اس پر عمل نہیں کرو گے تو جب تم اپنے رب سے ملو گے تو تمہارے لیے کوئی عذر اور حجت نہیں ہوگی۔
تمہارا علم کے مطابق عمل نہ کرنا تمہارے او پر عذر اور حجت کو قطع کر دے گا۔
اے صاحب علم! جب تم دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیتے ہو تو تمہارے لیے ضروری بات ہے کہ خود تم اللہ تعالیٰ کی معصیت سے بچتے رہو۔
اے صاحب علم! کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسروں کے عمل میں تم طاقتور ہو اور اپنے عمل میں کمزور۔
اے صاحب علم! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دوسروں کے اعمال میں مشغول رہو اور اپنے اعمال کی فکر چھوڑ دو۔

اے صاحب علم ! علماء کی تعظیم کرو، ان کی مجلس میں بیٹھو اور کان لگا کر ان کی باتیں سنو، اور ان کے تنازعات اور جھگڑوں سے الگ رہو۔
اے صاحب علم ! علماء کی تعظیم ان کے علم کی وجہ سے کرو اور جہلاء کی تحقیر ان کے جہل کی وجہ سے۔ مگر جہلاء کو اپنے سے دور مت ہٹاؤ بلکہ ان کو قریب کرو اور ان کو تعلیم دو۔
اے صاحب علم ! کسی مجلس میں کوئی بات اس وقت تک مت بیان کرو جب تک کہ اسے اچھی طرح سمجھ نہ لو۔ اور کسی کی بات کا جواب بھی اس وقت تک مت دو جب تک کہ تم خود اس کو نہ سمجھ لو۔
اے صاحب علم ! اللہ تعالیٰ کے بارے میں مغرور نہ ہونا کہ اس سے غافل ہو جاؤ اور اس کے حکم کی تعمیل چھوڑ دو۔ اور لوگوں کے بارے میں بھی مغرور نہ ہونا کہ تم ان کی خواہشات کا اتباع کرنے لگ جاؤ اور دیکھو کہ اس چیز سے بچتے رہو جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے نفس کے بارے میں ڈرایا ہے۔ اور لوگوں سے بھی بچتے رہو، کہیں وہ تمہیں فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔
اے صاحب علم ! جس طرح دن کی روشنی سورج کے بغیر مکمل نہیں ہوتی اسی طرح حکمت بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر کامل نہیں ہوتی۔
اے صاحب علم ! جس طرح کھیتی بغیر پانی اور مٹی کے درست نہیں ہوتی اسی طرح ایمان بغیر علم اور عمل کے درست نہیں ہوتا۔
اے صاحب علم ! ہر مسافر اپنے لیے توشہ بناتا ہے اور اسے اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح ہر عمل کرنے والا اس دنیا میں جو عمل کرتا ہے آخرت میں اسے اس کی ضرورت پڑے گی اور وہ محتاج ہو گا۔
اے صاحب علم ! جب اللہ تعالیٰ تمہیں عبادت پر ابھارتا ہے اور اس کی ترغیب دیتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ تمہیں عزت و کرامت سے نوازنا چاہتا ہے۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی عزت و کرامت کو چھوڑ کر ذلت کی طرف مت جاؤ (کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر دوسرے کاموں میں لگ جاؤ)۔
اے صاحب علم ! اگر تم لوہا اور پتھر ایک جگہ سے اٹھا اٹھا کر دوسری جگہ رکھو تو یہ بات تمہارے لیے آسان ہو گی اس بات سے کہ تم ایسے لوگوں کے سامنے اپنی بات پیش کرو جو تمہاری بات کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ اور اس شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مردوں کو پکارے اور آوازیں دے، یا کھانے کا دستر خوان اہل قبور کے سامنے رکھ دے۔
(دارمی ص 27 جلد 1)

اللہ رب العزت اسلاف سے اکتساب فیض کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا

دوستوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں:
بھروسہ مند دوست اور ہنسی مذاق والے دوست۔
جہاں تک بھروسے مند دوستوں کی بات ہے تو یہ لوگ ہتھیلی، بازو،
خاندان اور دولت کی طرح ہوتے ہیں لہذا اگر تم اپنے کسی دوست پر بھروسہ
کرتے ہو تو اس پر اپنی دولت، طاقت سب نچھاور کر دو۔ اسکے احباب سے
دوستی اور اسکے دشمنوں سے دشمنی رکھو۔ اسکے رازوں کی حفاظت کرو۔
اسکی مدد کرو۔ اسکی اچھی باتوں کو بیان کرو۔۔۔۔ اور ہنسی مذاق والے
احباب سے تم لطف اندوز ہوتے ہو لہذا وہ لوگ تمہارے ساتھ جس طرح سے پیش
آتے ہیں تم بھی ان سے اسی طرح ہشاش بشاش چہرے اور میٹھے بول کے ساتھ ملو۔

امام حسین (علیہ السلام و رضی اللہ عنہ) کا قول مبارک ہے کہ

لاتَرفع حاجَتَک اِلاّ اِلی اَحَدٍ ثَلاثۃ: اِلی ذِی دینٍ، اَو مُروّۃ اَو حَسَب
تین لوگوں کے علاوہ کسی کے سامنے اپنی حاجت بیان نہ کرو: دیندار، صاحب مروت، یا وہ شخص جو خاندانی لحاظ سے اصالت رکھتا ہو
(تحف العقول، صفحہ 251)

امام حسین (رضی اللہ عنہ) ایک اور قول ہے کہ

لایَاْمَن یومَ القیامَۃِ اِلاّ مَن خافَ اللہ فی الدُّنیا

قیامت میں کسی کو امان نہیں ہے مگر جو شخص دنیا میں خوف خدا دل میں رکھتا ہو
(مناقب ابن شہر آشوب ج/4 صفحہ/69)

امام حسین (رضی اللہ عنہ) کا فرمان عالیشان ہے کہ

اَلبُکاءُ مِن خَشیۃِ اللہِ نَجاۃٌ مِنَ النّارِ

خوف خدا سے گریہ کرنا آتش جہنم سے نجات کا سامان ہے

(حیات امام حسین جلد 1 / صفحہ 183)

امام حسین (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا

اِنَّ اَجوَدَالنّاسِ مَن اَعطیٰ مَن لا یرجُو.

لوگوں میں سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے جو امید نہ رکھنے والوں کو بھی عطا کرتا ہے

(کشف الغمّۃ، ج2، صفحہ 239)

قال الامام الحسین (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا

اِنَّ اَجوَدَالنّاسِ مَنْ اَعطٰی مَنْ لَایَرْجُوہ

بے شک سب سے زیادہ بخشنے والا وہ شخص ھے جو امید نہ رکھنے والے کو (بھی) عطا کرے۔

انسان کے اندر کے حالات بدلنے کے لیئے ایک جملہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن اس کے لیئے دو شرائط کا ہونا لازمی ہے۔ ایک تو یہ کہ دل نرم ہو اور دوسرا یہ کہ کلام دل پر اثر کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ میرا یہ ماننا ہے کہ اگر یہ دو شرائط موجود ہوں تو ہاتھ عمل کی جانب خود بخود مائل ہو ہی جاتے ہیں۔ میرے پیارے اللہ رب العزت ہمیں اپنے اسلاف سے فیض روحانی حاصل کرنے اور اسے عام کرنے کی بھرپور توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین!

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہج البلاغہ میں ایک قول نقل ہے

یا مالک! ان الناس اما اخ لک فی الدین او نظیر لک فی الخلق ۔

اے مالک (بن الاشتر)! لوگ یا تو تمہارے دینی بھائی ہیں یا تم جیسی مخلوقات ہیں۔

اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کوفی عنان نے اس قول کے بارے میں کہا تھا کہ حقوق انسانی کے مفہوم کو اس سے زیادہ وضاحت سے نہیں بیان کیا جا سکتا ہے، اس لئے اس عبارت کو دنیا کی ساری تنظیموں کے صدر دروازوں پر لکھ کر لٹکا دینا چاہئے۔ کوفی عنان نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ اقوام متحدہ کی قانونی کمیٹی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط بنام مالک بن الاشتر پر بحث ہونی چاہئے۔ چنانچہ مذکورہ کمیٹی میں اس مذکورہ خط پر تفصیل سے بات ہوئی اور فیصلہ ہوا کہ مالک بن الاشتر کے نام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط کو بین الاقوامی قانون کا ایک ماخذ مانا جائے۔

اغیار جن کے ہم مقلد ہیں وہ تو ہمارے اسلاف سے متاثر ہیں لیکن ہم ہی ہیں جو نہ جانے کس چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیگر چند اقوال نہج البلاغہ سے پیش خدمت ہیں۔۔۔۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ۔۔۔۔

ازری بنفسہ من استشعر الطمع ، ورضی بالذل من کشف عن ضرّہ ، وھانت علیہ نفسہ من امّر علیھا لسانہ۔

ترجمہ: لالچ اپنانے والا خود کو کمتر بناتا ہے۔ جو اپنے عیوب کو کھولتا ہے وہ ذلت پر راضی ہوتا ہے اور جو اپنی زبان کو اپنا سردار بناتا ہے وہ خود کو ذلیل کرتا ہے۔

صدر العاقل صندوق سرّہ۔ والبشاشۃ حبالۃ المودۃ۔ والصبر قبر العیوب۔

ترجمہ: عاقل کا سینہ اس کے اسرار کا خزانہ ہے۔ بشاشت محبت کا سبب بنتی ہے اور صبر عیوب کو دفن کر دیتا ہے۔

خالطّوا الناس مخالطۃ۔ ان متم معھا بکوا علیکم، وان عشتم حذروا الیکم۔

ترجمہ: لوگوں سے ملوجلو۔ اگر تم مروگے تو لوگ تمہارے لئے روئیں گے اور اگر تم زندہ رہے تو تم سے قریب آئیں گے۔

اذا وصلت الیکم اطراف النعم فلا تنفّروا اقصاھا بقلّۃ الشکر۔

ترجمہ: اگر نعمت کا ایک سرا تمہارے پاس آئے تو کفران نعمت سے دوسرے سرے کو دور نہ کردو۔

ما اضمر احد شیئا الا ظہر فی فلتات لسانہ وصفحات وجہہ۔

ترجمہ: اگر تم کوئی چیز چھپاؤ گے بھی تو وہ تمہاری زبان کی لغزشوں اور چہرے کی تعبیروں سے ظاہر ہوجائے گی۔

افضل الزھد اخفاء الزھد۔

ترجمہ: بہترین زہد یہ ہے کہ زہد کو چھپاو۔

ان کنت فی اِدبار والموت فی اِقبال فما اسرع الملتقی۔

ترجمہ: اگر تم پیچھے ہٹ رہے ہو اور پیچھے سے موت آرہی ہو تو دونوں کی ملاقات کتنی جلدی ہوگی۔

لسان العاقل وراء قلبہ وقلب الاحمق وراء لسانہ۔

ترجمہ: عقلمند کی زبان اس کے قلب کی پابند ہوتی ہے اور احمق کا دل اس کی زبان کا پابند ہوتا ہے۔

الغنی فی الغربۃ وطن والفقر فی الوطن غربۃ۔

ترجمہ: دیارِ غیر میں مالداری وطن ہے اور وطن میں فقر غریب الدیاری ہے۔

هلک فیّ رجلان: محبّ غال و مبغض قال۔

ترجمہ: میری وجہ سے دو طرح کے لوگ ہلاک ہوں گے: محبت میں غلو کرنے والا اور نفرت میں مجھے چھوڑنے والا۔

توقّوا البرد فی اوّلہ وتلقّوہ فی آخرہ فانّہ یفعل فی البدن کفعلہ فی الاشجار، اوّلہ تحرّق وآخرہ یورق۔

ترجمہ: شروع میں سردی سے بچو اور آخر میں اس کا استقبال کرو کیونکہ وہ بدن میں پیڑوں جیسا عمل کرتی ہے یعنی شروع کی سردی درخت کو جلاتی ہے اور آخر کی سردی سے پیڑ میں پتیاں نکلتی ہیں۔

کلّ وعاء یضیق بما جعل فیہ الا وعاء العلم فانہ یتسع۔

ترجمہ: ہر برتن سامان کے لئے کم پڑ جاتا ہے، یعنی بھر جاتا ہے سوائے علم کے برتن کے جو کہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔

ان لم تکن حلیماً فتحلم فانہ قلّ من تشبہ بقوم الا اوشک ان یکون منہم۔

ترجمہ: اگر تم بردبار نہ ہو تو کم از کم بردباری ظاہر کرو کیونکہ اگر تم کسی کی شباہت اختیار کرو گے تو قریب ہے کہ تم بھی ان کی طرح ہو جاؤ۔

اکثر مصارع العقول تحت بروق المطامع۔

ترجمہ: اکثر عقلوں کی موت لالچ کی چمک کی وجہ سے ہوتی ہے۔

من کساہ الحیاء ثوبہ لم یر الناس عیبہ۔

ترجمہ: جو حیاء کی چادر اوڑھ لے، لوگ اس کے عیوب کو نہیں دیکھیں گے۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے اسلاف سے حقیقی نسبت روحانی قائم رکھنے اور اپنے اعمال و افکار کو تعمیری رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔۔۔۔۔آمین! جزاک اللہ خیر۔۔۔

نہج البلاغہ سے متعلق معلومات

نہج البلاغہ سے اقتباسات پیش خدمت کیئے تو دوستوں نے فرمائش کی کہ نہج البلاغہ سے متعلق معلومات کا فقدان ہے۔لہذا تحقیق کردہ درست ترین ومعروف ترین معلومات حاضر خدمت ہیں۔

نہج البلاغہ (عربی: نہج البلاغۃ) حضرت علی بن ابوطالب کرم اللہ وجہہ کے خطبات اور خطوط کا ایک مجموعہ ہے جسے تیسری صدی ہجری میں سید شریف رضی نے مرتب کیا۔سید شریف رضی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تمام خطبات اس میں شامل نہیں کیے بلکہ کچھ خطبات اور خطوط منتخب کیے تھے جن کی حیثیت مستند و مصدقہ تھی۔سید شریف رضی نے انہیں منتخب کرتے ہوئے مذہبی حیثیت کی بجائے عربی ادب کو ملحوظ خاطر رکھا تھا۔اس کتاب کا مقام عربی ادب اور صحافت و بلاغت میں بہت بلند ہے۔مسلمانوں کے نزدیک اسے قرآن وحدیث کے بعد اعلیٰ مذہبی مقام حاصل ہے۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے 241 خطبات، 79 خطوط اور 489 مختلف چھوٹی تقریریں شامل ہیں۔ان میں سے بیشتر ان کی اپنی خلافت کے زمانہ میں مسجد کوفہ میں دیے جانے والے خطبات ہیں۔خطبات کے بنیادی موضوعات توحید، قیامت کی نشانیاں، دنیا کی پیدائش، حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور امام مہدی علیہ السلام کا ظہور وغیرہ ہیں۔

معروف مصری عالم اور مفتی مصر شیخ محمد عبدہ (م 1905 ء) نے کہا کہ: کلام اللہ اور کلام النبی کے بعد حضرت علی کا کلام سب سے بلیغ اور برگزیدہ (اشرف) ہے.

عزالدین عبدالحمید ابن ابی الحدید معتزلی نے اس کتاب کو 20 جلدوں میں لکھا ہے اور کہا ہے کہ میں نے یہ کتاب پانچ سال سے کم میں لکھی ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ میں نے یہ کتاب اتنے ہی سال میں لکھی ہے جتنے سال مولی علی (علیہ السلام) کی خلافت ظاہر رہی ہے۔

انہوں نے اس سلسلہ میں نہج البلاغہ کی شرح میں بارہا کہا ہے اور نہج البلاغہ کی فصاحت و بلاغت کے سلسلہ میں بارہا سر تعظیم خم کیا ہے۔

انہوں نے ایک جگہ (برزخ کے متعلق 221 ویں خطبہ کے ذیل میں) حضرت علی کے بعض کلام کی شرح کے بعد کہا ہے:

وینبغی لواجتمع فصحاء العرب قاطبۃ فی مجلس وتلی علیھم ،ان یسجد والہ کما سجد الشعراء لقول عدی ابن الرقاع: قلم اصاب من الداوۃ مدادھا $$$ فلما قیل لھم فی ذلک قالوا انا نعرف مواضع السجود فی الشعر کما تعرفون مواضع السجود فی القرآن ۔

اگر عرب کے تمام فصحاء ایک مجلس میں جمع ہو جائیں اور اس خطبہ کا یہ حصہ ان کے سامنے پڑھا جائے تو ان کے لیے بہتر ہے کہ وہ اس کے سامنے سجدہ کریں (جیسا کہ روایت بیان ہوئی ہے) جس وقت عرب کے شعراء نے عدی بن الرقاع کے مشہور شعر کو سنا تو اس کے لیے سجدہ کیا جب ان سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم شعر میں سجدہ کی جگہ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح تم قرآن مجید میں سجدہ کی جگہ کو پہچانتے ہو.

دوسری جگہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض کلام کا چوتھی صدی ہجری کے مشہور خطیب ابن نباتہ کے کلام سے اجمالی مقایسہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں:

فلیتامل اھل المعرفۃ بعلم الفصاحۃ والبیان ھذا الکلام بعین الانصاف یعلموا ان سطرا واحدا من کلام نہج البلاغۃ یساوی الف سطر منہ بل یزید و یربی علی ذلک ۔

علم فصاحت و بلاغت سے آشنا افراد اگر علی کرم ہ وجہہ کی اس گفتگو کو انصاف کی نظر سے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ نہج البلاغہ کی ایک سطر، مشہور مولف ابن نباتہ کی ہزار سطروں سے زیادہ بہتر ہے بلکہ اس کے اوپر اس ایک سطر کو برتری حاصل ہے۔

پھر اسی سلسلہ میں انہوں نے ایک عجیب بات کہی ہے جب یہ ابن نباتہ کے جہاد کے سلسلہ میں ایک خطبہ کو نقل کرتے ہیں جس میں حضرت علی کے خطبہ جہاد کے کلمات سے استفادہ کیا ہوا ہے ماغزی قوم فی عقر دارھم الا ذلوا ۔کسی بھی قوم وملت کے گھروں میں دشمنوں نے ان پر حملہ نہیں کیا مگر یہ کہ وہ ذلیل ہو گئے۔

ابن ابی الحدید کہتے ہیں: اس جملہ میں غور وفکر کرو اور دیکھو کہ ابن نباتہ کے پورے خطبہ کے درمیان یہ جملہ کس طرح فریاد کر رہا ہے اور اپنی فصاحت و بلاغت کو سننے والوں کے سامنے اعلان کر رہا ہے کہ یہ اس خطبہ کے خزانہ کا حصہ نہیں ہے، خدا کی قسم اسی ایک جملہ نے ابن نباتہ کے خطبہ کو ایسی زینت بخشی ہے جس طرح کسی خطبہ میں قرآن کریم کی ایک آیت پورے خطبہ پر نور افشانی کرتی ہے۔

آخر کار ان کی بات کو ان کی کتاب کے مقدمہ میں ایک جملہ پر ختم کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: وامام الفصاحۃ فھو (علیہ السلام) امام الفصحاء وسید البلغاء وفی کلامہ قیل: دون کلام الخالق وفوق کلام المخلوقین ومنہ تعلم الناس الخطابۃ والکتابۃ ۔

ان کی فصاحت، فصحاء اور بلغاء کی فصاحت کی سردار ہے لہذا ان کے کلام کے متعلق کہا گیا ہے: کہ یہ خالق کے کلام سے کم اور مخلوق کے کلام سے زیادہ ہے اور لوگوں نے خطابت کی راہ و رسم اسی کتاب سے سیکھی ہے۔

جارج جرداق: لبنان کے مشہور عیسائی مصنف نے اپنی قیمتی کتاب الامام علی صوت العدالۃ الانسانیۃ میں حضرت علی (علیہ السلام) کی شخصیت کے متعلق اس طرح کہا ہے:
بلاغت میں آپ کا کلام سب سے بلیغ ہے، آپ کا کلام، قرآن کے مقام سے کم ہے جس میں عربی زبان کی تمام خوبصورتیاں جمع ہوگئی ہیں، یہاں تک کہ مولی علی (علیہ السلام) کے متعلق کہا ہے: ان کا کلام، خالق کے کلام سے کم اور مخلوق کے کلام سے زیادہ ہے۔

جاحظ جن کا شمار عرب کے بزرگ ادبا اور نوابغ میں ہوتا ہے، انہوں نے اپنی مشہور و معروف کتاب البیان والتبیین میں حضرت علی کے کچھ کلمات کو نقل کیا ہے اور آپ کی تعریف و توصیف بیان کی ہے، جس وقت اپنی کتاب کی پہلی جلد میں مولی کے ایک کلمات قصار (قیمۃ کل امرء ما یحسنہ انسان کی قیمت وہ ہنر ہے جو اس شخص میں ہے پر پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں: اگر اس کتاب میں صرف یہی جملہ ہوتا تو کافی تھا، بلکہ کفایت کی حد سے زیادہ کہا ہے: کیونکہ بہترین بات یہ ہے کہ آپ کو اس کی کم مقدار، زیادہ سے بے نیاز کردے اور اس کا مفہوم ظاہر اور آشکار ہو، گویا خداوند عالم نے اپنی عظمت و جلالت کا جامہ اور نور و حکمت کا پردہ اس کے اوپر ڈال رکھا ہے جو بولنے والے کی پاک و پاکیزہ نیت، بلند فکر اور بے نظیر تقوی سے سازگار ہے۔
کتاب الطراز کے مصنف (امیر یحیی علوی) نے اپنی کتاب میں جاحظ کا یہ جملہ نقل کیا ہے جس میں کہا ہے: یہ مرد جو فصاحت و بلاغت میں بے مثال ہے، انہوں نے اپنے بیانات میں اس طرح کہا ہے: مولی علی (کرم اللہ وجہہ) کے کلام کے علاوہ کبھی بھی میرے کانوں نے خدا اور پیغمبر اکرم کے کلام کے بعد ایسا کلام نہیں سنا جس کا میں نے مقابلہ نہ کیا ہو لیکن مولی علی کے کلام سے مقابلہ کرنے کی مجھ میں کبھی ہمت نہیں ہوئی۔ مولی کا ایسا کلام جس میں آپ نے فرمایا: ماھلک امرء عرف قدرہ ۔ جو اپنے وجود کی قیمت کو پہچان لے وہ کبھی ہلاک نہیں ہوگا۔ من عرف نفسہ عرف ربہ ۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔ المرء عدو ما جھل ۔ انسان جس چیز کو نہیں جانتا اس کا دشمن ہوتا ہے۔ واستغن عمن شئت تکن نظیرہ واحسن الی من شئت تکن امیرہ واحتج الی من شئت تکن اسیرہ ۔ جس سے بھی تم کچھ چاہتے ہو اس سے بے نیاز ہو جاؤ تا کہ اسی کے جیسے ہو جاؤ اور جس کے ساتھ چاہو نیکی کرو تا کہ اس کے امیر اور سردار ہو جاؤ اور جس کے چاہو اس کے محتاج ہو جاؤ تا کہ اس کے غلام اور سیر بن جاؤ! ۔

اس کے بعد مزید کہتے ہیں: جاحظ اپنی اس بات میں انصاف کے ساتھ نظر کرو اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے مگر یہ کہ علی کرم ٥ وجہہ کی بلاغت نے ان کے کانوں کے پردے ہلا دیے ہیں اور اعجاز وفصاحت کی وجہ سے ان کی عقل حیران ہوگئی ہے، جب جاحظ جیسے آدمی کا یہ حال ہے جن کو بلاغت میں ید بیضا حاصل ہے تو پھر دوسروں کی تکلیف واضح اور روشن ہے.

اسی وجہ سے (کتاب الطراز کے مصنف) زیدی نے تعجب کا اظہار کیا ہے کہ معانی و بیان کے بزرگ علما جو فصاحت و بلاغت کو حاصل کرنے کے لیے کلام خدا اور کلا پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد شعراعرب کے دیوان اور خطباء کے کلمات پر تکیہ کرتے تھے انہوں نے علی (علیہ السلام) کے کلام کو فراموش کردیا، جب کہ وہ جانتے تھے کہ نہج البلاغہ فصاحت و بلاغت کی سطح سے بہت زیادہ بلند ہے اور جس چیز کی بھی ان کو ضرورت ہے وہ اس میں موجود ہے جیسے استعارہ، تمثیل، کنایہ، خوبصورت مجاز اور دقیق معانی سب کچھ موجود ہے۔

امام محمد غزالی نے اپنی مشہور کتاب نظرات فی القرآن میں ساز جی کی سفارش کو نقل کیا ہے اس کی عین عبارت یہ ہے: اذا شئت ان تفوق اقرانک فی العلم والادب صناعۃ الانشاء فعلیک بحفظ القرآن ونہج البلاغہ ۔ اگر تم چاہتے ہو کہ علم، ادب اور تحریر میں سب سے برتر و بلند ہو جاؤ تو قرآن کریم اور نہج البلاغہ کو حفظ کرنے کی کوشش کرو۔
یقیناً اسی دلیل کی وجہ سے مشہور مفسر شہاب الدین آلوسی نے (نہج البلاغہ کا تذکرہ کرتے ہوئے) کہا ہے، اس کتاب کا یہ نام اس لیے ہے کہ یہ ایسے کلمات پر مشتمل ہے جس کے بارے میں انسان تصور کرتا ہے کہ یہ مخلوق کے کلام سے بلند اور خالق کے کلام سے کم ہے، یہ ایسے کلمات ہیں جو اعجاز سے نزدیک ہیں اور حقیقت و مجاز میں ایجادات اور ابتکار سے کام لیا گیا ہے۔
استاد محمد محیی الدین عبدالحمید نے نہج البلاغہ کی تعریف میں اس طرح کہا ہے:
یہ ایسی کتاب ہے جس میں بلاغت وفنون کے چشمہ جاری ہیں، اس کتاب نے اپنے قائین کے لیے فصاحت کے اسباب فراہم کردیے ہیں ،اس کے شیرین پھلوں کو حاصل کرنے کا وقت آگیا ہے، کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد فصیح ترین مخلوق کی زبان سے یہ کلمات جاری ہوئے ہیں، جس کی قدرت، منطق اور لغات پر تسلط سب سے زیادہ ہے، وہ جس طرح چاہے ان کو اپنے لیے استعمال کرسکتا ہے، ایسا حکیم ہے جس کے بیانات سے حکمت کے فنون خارج ہوتے ہیں، ایسا خطیب جس کے سحر بیان سے دل مسحور ہو جاتے ہیں، ایسا عالم اور دانشور جس کے لیے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور کتابت وحی کی ہمنشینی اور زبان و شمشیر سے دین کا دفاع کرنے کی وجہ سے ایسے امکانات فراہم ہوگئے تھے جو کسی اور کے لیے فراہم نہیں ہوسکتے تھے۔

نہج البلاغہ کے مشہور و معروف شارح شیخ محمد عبدہ، اہل سنت کے بزرگ اور مشہور عالم، عرب کے مشہور مصنف نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس بات کا اعتراف کرنے کے بعد کہ نہج البلاغہ سے ان کی آشنائی اتفاقی طور پر ہوئی ہے، نہج البلاغہ کے متعلق بہت بلند مطالب بیان کیے

ہیں جیسے:
میں نے جب نہج البلاغہ کے بعض صفحات کا مطالعہ کیا اور اس کی بعض عبارتوں میں غور وفکر کیا اور اس کے مختلف موضوعات پر توجہ کی تو میری نظر میں اس طرح سے مجسم ہو گیا کہ گویا اس کتاب میں عظیم جنگ بپا ہے وحکومت بلاغت کے ہاتھ میں اور قدرت فصاحت کے اختیار میں ہے، اوہام اور نصیحتیں بے ارزش ہیں، خطابت کی فوج اور فصاحت کے لشکر نے اوہام پر حملہ کیا ہے اور قوی دلایل کے اسلحہ سے وسوسوں اور اوہام پر حملہ کیا ہے۔

باطل قدرت کو ہر جگہ شکست دی ہے، شک وتردیک کو درہم وبرہم کر دیا ہے، اوہام کے فتنوں کو خاموش کر دیا، میں نے دیکھا کہ اس حکومت کا حاکم اور کمانڈر اور اس کا کامیاب علمبردار صرف اور صرف امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں۔

سبط بن جوزی جو خود اہل سنت کے ایک خطیب، مورخ اور مفسر ہیں، نے اپنی کتاب تذکرۃ الخواص میں ایک چھوٹا سا جملہ تحریر کیا ہے:
وقد جمع اللہ لہ بین الحلاوۃ والملاحۃ والطلاوۃ والفصاحۃ لم یسقط منہ کلمۃ ولا بارت لہ حجۃ، اعجز الناطقین وحاز قصب السبق فی السابقین الفاظ یشرق علیھا نور النبوۃ وتحیر الافھام والالباب -

خداوند عالم نے حلاوت، خوبصورتی اور فصاحت کے امتیازات کو حضرت علی کے وجود میں جمع کر دیا ہے، کوئی کلمہ ان سے ساقط نہیں ہوا ہے اور کوئی حجت ودلیل ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹی ہے۔ انھوں نے تمام خطباء کو ناتوان کر دیا ہے گویا انھوں نے سب پر سبقت حاصل کر لی ہے، ایسے کلمات جن پر نبوت کا نور چمک رہا ہے، افکار وعقول ان کلمات سے حیران ہو گئے ہیں.

عیسائی مصنف میخائیل نعیمۃ نے اس طرح کہا ہے:
علی اسلام کے لیے تن تنہا سردار تھے کیونکہ ایک عیسائی مصنف نے 1956 میں ان کی سوانح حیات اور ان کے واقعات میں تحقیق کی (عیسائی اور لبنانی مصنف جورج جرداق، صاحب کتاب الامام علی صوت العدالۃ الانسانیۃ، مراد ہیں) اور ایک عاشق شاعر کی طرح ان تمام دلفریب قضایا، حکایات اور آپ کی تعجب آور بہادری کو اپنے اشعار میں بیان کرتا ہے یہ امام ایسا پہلوان تھا جو صرف میدان جنگ ہی میں نہیں تھا بلکہ ان کی بلاغت، سحر بیانی، اخلاق فاضلہ، ایمان کا جذبہ، ہمت کی بلندی، غریبوں کا مددگار، حق کی پیروی اور تمام نیک صفات اس ایک پہلوان میں موجود تھے۔ اپنے مقدمہ میں دوسری جگہ کہا ہے:

عرب کے اس نابغہ نے جو کچھ سوچا، کہا اور عمل کیا اس کو نہ کسی کان نے آج تک سنا ہے اور نہ کسی آنکھ نہ دیکھا ہے اور ان کے متعلق مورخ

اپنی زبان اور قلم سے جتنا بھی لکھے وہ سب کم ہے لہذا ہم ان کے متعلق جس قدر بھی لکھے وہ سب ناقص اور بے قیمت ہے.

نہج البلاغہ کے مشہور شارح ابن ابی الحدید معتزلی اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں: مجھے بہت زیادہ تعجب ہے اس شخص پر جو میدان جنگ میں ایسا خطبہ پڑھتا ہے جو گواہی دیتا ہے کہ اس کی طبیعت وفطرت، شیروں کی طبیعت جیسی ہے، پھر اسی میدان جنگ میں جب موعظہ اور نصیحت کرنا چاہتا ہے تو اس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں جس سے لگتا ہے کہ ان کی طبیعت ایسے راہب کی طرح ہے جو اپنے مخصوص لباس میں چھپا ہوا ہے اور اپنے دیر میں زندگی بسر کررہے ہے، وہ نہ کسی جانور کا خون بہاتا ہے اور نہ کسی جانور کا گوشت تناول کرتا ہے۔
کبھی بسطام بن قیس ، عتیبہ بن حارث اور عامر بن طفیل کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور کبھی سقراط حکیم ، یوحنا اور مسیح بن مریم کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کی تمام امتیں قسم کھاتی ہیں میں نے اس خطبہ (خطبہ الھکم التکاثر 221) کو پچاس سال سے اب تک ایک ہزار بار سے زیادہ پڑھا ہے اور جب بھی اس کو پرھتا تھا خوف ووحشت اور عمیق بیداری میرے تمام وجود پر طاری ہوجاتی تھی اور میرے قلب پر ایک گہرا اثر ہوتا تھا اور میرے جسم کے اعضاء میں لرزہ پیدا ہوجاتا تھا۔ جب بھی میں اس کے بلند مضامین میں غور وفکر کرتا تو اپنے خاندان، رشتہ دار اور دوستوں کے مردہ افراد کو یاد کرنے لگتا اور ایسا لگتا تھا کہ شاید میں وہی ہوں جن کی امام (علیہ السلام) اس خطبہ میں تعریف کررہے ہیں۔

کتنے واعظ، خطیب اور فصیح وبلیغ انسانوں نے اس سلسلہ میں اپنے اقوال بیان کیے ہیں اور کتنی مرتبہ میں نے ان کے اقوال کو پڑھا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی مجھے متاثر نہیں کیا جس قدر اس کلام نے مجھے متاثر کیا ہے.

شیخ بہائی نے اپنے کشکول میں کتاب الجواہر سے ابوعبید کا قول نقل کیا ہے: علی (علیہ السلام) نے نو-9- جملے کہے ہیں، عرب کے فصیح اور بلیغ علما ان جیسا ایک جملہ بھی نہیں لا سکتے، آپ نے تین جملہ مناجات میں، تین جملہ علوم میں اور تین جملہ ادب میں بیان فرمائے ہیں۔
پھر ان نو جملوں کی وضاحت کی ہے جن میں سے بعض نہج البلاغہ اور بعض کلمات دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔

ڈاکٹر زکی مبارک نے کتاب عبقریۃ الشریف الرضی میں کہا: میرا عقیدہ ہے کہ نہج البلاغہ میں غور وفکر کرنے سے انسان کو مردانگی، شہامت اور بزرگی حاصل ہوتی ہے، کیونکہ یہ کتاب بزرگ روح کی بزرگ فکر سے صادر ہوئی ہے جس نے مشکلات اور حوادث میں بہت ہی قدرت وطاقت سے کام لیا ہے.

ابن ابی الحدید کا بیان:

سبحان اللہ! کس نے یہ تمام گرانقدر امتیازات اور شریف خصوصیات اس نمونہ عمل مرد حضرت علی کو عطاء کیے ہیں، کس طرح ہوسکتا ہے کہ مکہ کا ایک انسان جس نے اسی ماحول میں زندگی بسر کی ہو اور کسی ایک فلسفی کے ساتھ ہم نشینی اختیار نہ کی ہو لیکن علوم الہیہ اور حکمت متعالیہ میں افلاطون اور ارسطو سے آ گاہ اور عالم ہو۔ جس نے کبھی عرفان اور اخلاق کے اساتید کے ساتھ معاشرت نہ کی ہو اس سلسلہ میں وہ سقراط سے بلند و بالا ہے، جس نے بہادروں کے درمیان پرورش حاصل نہ کی ہو (کیونکہ اہل مکہ تاجر تھے جنگجو نہیں تھے) اس میں اس قدر شجاعت پائی جاتی ہو۔

سید رضی مؤلف نہج الطلاغہ:

نے اس کتاب میں جگہ جگہ پر نہج البلاغہ کے مضامین کی عظمت کی طرف اشارہ کیا ہے جو قابل ملاحظہ ہے، آپ اکیسویں خطبہ کے ذیل میں کہتے ہیں: ان ھذا االکلام لووزن بعد کلام اللہ سبحانہ وبعد کلام رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بکل کلام لمال بہ راجحا وبرز علیہ سابقا ۔سید رضی فرماتے ہیں کہ کلام خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد جس کلام سے بھی ان کلمات کا موازنہ کیا جائے تو حسن وخوبی میں ان کا پلہ بھاری رہے گا اور ہر حیثیت سے بڑھے چڑھے رہیں گے۔

انہوں نے اکیسویں خطبہ فان الغایۃ امامکم وان ورائکم الساعۃ تحدوکم تخفوا تلحقوا فانما ینتظر باولکم آخرکم ۔تمہاری منزل مقصود تمہارے سامنے ہے، موت کی ساعت تمہارے عقب میں ہے جو تمہیں آگے کی طرف لے جارہی ہے، ہلکے پھلکے رہو تا کہ آگے بڑھنے والوں کو پاسکو ،تمہارے اگلوں کو پچھلوں کا انتظار کرایا جارہا ہے۔ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: کلام خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد جس کلام سے بھی ان کلمات کا موازنہ کیا جائے تو حسن وخوبی میں ان کا پلہ بھاری رہے گا۔

کلمات قصار کی 81 ویں حکمت کے ذیل میں بھی اسی معنی کے مشابہ بیان کیے ہیں اور کہا ہے: یہ ایک ایسا انمول جملہ ہے کہ نہ کوئی حکیمانہ بات اس کے ہم وزن ہوسکتی ہے اور نہ کوئی جملہ اس کا ہم پایہ ہوسکتا ہے۔

مصر کے مشہور مصنف عباس محمود العقاد کا بیان:

(جن کا شمار عرب کے بہترین مصنفین اور مولفین میں ہوتا ہے)، انہوں نے اپنی کتاب عبقریۃ الاامام میں جگہ جگہ بہت بلند تعبیرات استعمال کی ہیں جس سے حضرت علی کی شخصیت اور نہج البلاغہ کے کلمات کے متعلق ان کی عمیق معرفت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک جگہ کہتے ہیں: نہج البلاغہ، توحیدی آیات اورالٰہی حکمت کا ایسا جاری چشمہ ہے جس سے عقاید، اصول خدا شناسی اور توحید میں بحث کرنے والے کو اچھی آ گاہی حاصل ہوتی ہے. دوسری جگہ بیان کرتے ہیں: ان کے کلام کا ہر نمونہ ان کی استعداد پر گواہ ہے اور حقایق کو بیان کرنے میں ان کے خداداد ا ملکہ کو بتا تا ہے، آپ یقیناً آدم کی اولاد ہیں جن کو اسماء کا علم سکھایا گیا تھا، آپ   وعلم آدم الاسماء کلھا اوراسی طرح   اوتوا الکتاب   و   فصل الخطاب   کے مصداق ہیں.

دوسری جگہ کہتے ہیں: حضرت علی سے بہترین مضامین کے جو کلمات روایت ہوئے ہیں وہ اس قدر بلند ہیں کہ ان کی برتری حکمت سلوک میں نظر نہیں آتی $$$ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میری امت کے علما، بنی اسرائیل کے انبیا کی طرح ہیں، یہ حدیث سب سے زیادہ حضرے علی کرم ö وجہہ پر صادق آتی ہے جن کے حکمیانہ کلمات، انبیا کے حکیمانہ کلمات کے برابر ہیں .

معاصر دانشور اور عالم محمد امین نواوی نے نہج البلاغہ کی تعریف میں کہا ہے: یہ ایسی کتاب ہے جو خداوند عالم نے اس حقیقت کے لیے آشکار حجت قرار دیا ہے کہ حضرت علی نور قرآن، اس کی حکمت، علم، ہدایت، اعجاز اور فصاحت کی زندہ مثال ہیں، اس کتاب میں حضرت علی کے لیے ایسے گرانقدر مطالب جمع کیے ہیں جو دنیا کے مشہور فلاسفہ، حکماء اور علما ربانی کو حاصل نہیں ہیں

ڈاکٹر طہ حسین کا بیان:
انہوں نے کسی شخص کے سوال کے جواب میں جو جنگ جمل کے متعلق شک وتردیم میں پڑ گیا تھا، حضرت علی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد اپنے اقوال میں کہا: میں نے وحی اور خداوند عالم کے بیان کے بعد اس سے زیادہ سلیس اور با عظمت جواب نہیں سنا ہے۔

غیر معروف ارشادات اور دیگر ابحاث جان بوجھ کر حذف کر دیئے ہیں تا کہ کسی بھی قسم کی منفیت سے بچا جا سکے۔

اللہ رب العزت ہمیں اسلاف کے مقام کو سمجھ کر ان سے نسبت روحانی قائم رکھنے اور فیض حقیقی حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے! آمین

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے منسوب چند سبق آموز اقوال

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے منسوب چند سبق آموز اقوال پیش خدمت ہیں۔

نیک کام وہ ہے جس سے پہلے سستی اور تساہلی سے کام نہ لیا جائے اور اس کے بعد کوئی منت نہ رکھی جائے۔ (پھر فرمایا:) اور سوال کرنے سے پہلے بخشش کرنا بزرگی کی علامت ہے۔

اپنے بھائی اور دوست کی مدد کرنا میرے نزدیک ایک ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

امام حسن مجتبیٰ (رضی اللہ عنہ) جب بھی نماز ادا کرنے کا ارادہ کرتے تو اپنے بہترین لباس کو زیب تن کرتے۔ کسی نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: خدا جمیل ہے اور حسن و جمال کو پسند کرتا ہے اس لیے اگر میں نماز کے وقت میں بہترین لباس پہنتا ہوں تو اپنے رب کے لیے پہنتا ہوں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: یَا بَنِی آدَمَ خُذُوا زِینَتَکُم عِندَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ اے بنی آدم! ہر عبادت کے وقت اپنی زینت (لباس) کے ساتھ رہو۔

تین چیزیں انسان کو ہلاک کر دیتی ہیں: تکبّر، حرص اور حسد۔ تکبّر اور خود بینی انسان کے دین کو تباہ کر دیتا ہے اور اسی کی وجہ سے ابلیس کو ملوون قرار دیا گیا۔ حرص اور لالچ انسان کے نفس کی دشمن ہے اور اسی کی وجہ سے آدم جنت سے نکالے گئے۔ حسد تمام بدبختیوں کا رہبر ہے اور اسی کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کا قتل کیا تھا۔

انسان جب تک وعدہ نہیں کرتا آزاد ہے مگر جب اس نے وعدہ کر لیا تو وعدہ وفا ہونے تک اس پر ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔

ہمارے اور دوسروں کے تجربات یہ بتاتے ہیں کہ صبر سے زیادہ کوئی چیز مفید نہیں ہے اور صبر کو کھونے سے زیادہ کوئی چیز نقصان دہ نہیں ہے اسی صبر کی وجہ سے تمام امور کا علاج ہوتا ہے۔

اپنی دنیا کے لیے ایسے کام کرو جیسے تمہیں ہمیشہ رہنا ہے اور آخرت کے لیے ایسے کوشش کرو جیسے کل ہی تمہیں مر جانا ہے۔

جو کوئی بھی اللہ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے، خدا تعالیٰ اُس کیلئے فتنوں سے نکلنے کیلئے راستہ کھول دیتا ہے، اور اُس کے کاموں میں اُس کی تائید کرتا ہے۔ ہدایت کا راستہ اُس کیلئے آمادہ رکھتا ہے اور اُس کی حجت اور دلیل کو غالب کرتا ہے۔ اُس کے چہرے کو نورانی اور اُس کی اُمیدوں کو پورا کرتا ہے، اور یہ شخص ایسے لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر خدا نے اپنی نعمتیں کی ہیں اور وہ نبیوں میں سے، سچوں میں سے، شہداء میں سے اور نیک لوگوں میں سے ہیں، اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

تقویٰ توبہ کا دروازہ، حکمت و دانائی کا آغاز اور ہر عمل کی شرافت ہے۔

جو کوئی بھی خدا کے اختیار کیے ہوئے اچھے کام میں توکل کرتا ہے تو وہ کبھی بھی یہ نہیں چاہتا کہ جو حالت خدا نے اُس کیلئے اختیار کی ہے، اُس کے علاوہ کوئی اور حالت پیدا ہو جائے۔

لوگوں کے ساتھ اچھا میل جول رکھنا عقل کی ابتداء اور بہت اچھی سوچ ہے۔ عقل کے ذریعے سے دنیا اور آخرت ہاتھ میں آتی ہے۔ جو کوئی بھی عقل سے محروم ہوا تو وہ دونوں جہانوں سے محروم ہوا۔

جوانمردی یہ ہے کہ دین کی حفاظت کرنا، اپنے آپ کو باوقار بنانا، مہربان ہونا، کام اچھے طریقے سے انجام دینا اور حقوق ادا کرنا۔

جوانمردی انسان کا اپنے دین میں طمع رکھنا، اپنے مال کی اصلاح کرنا (حرام سے پرہیز، حلال کمانا، خمس دینا) اور حقوق ادا کرنے کیلئے قیام کرنا ہے۔

خاموش رہنا اُن چیزوں کے لئے لباس ہے جو معلوم نہ ہوں۔ عزت و آبرو کی زینت ہے۔ جو شخص خاموش رہتا ہے، آرام پاتا ہے، اور اُس کے ساتھ بیٹھنے والا اُس سے محفوظ ہے۔

وہ مومن کیسا مومن ہے جو اس حال میں ہے کہ خدا کی تقسیم سے ناراض ہے، اور خدا کے مقام و مرتبہ کو پست شمار کرتا ہے، حالانکہ خدا ہی اُس پر حکم کرنے والا ہے، اور میں ایسے شخص کی ضمانت دیتا ہوں جو اپنے دل میں خدا کی مرضی کے علاوہ اور کچھ نہیں رکھتا، اور خدا ایسے شخص کی دعا

قبول کرتا ہے۔

جو بے عقل ہے، وہ بے ادب ہے، اور جو ہمت نہیں رکھتا، وہ جوانمردی نہیں رکھتا اور جو بے دین ہے، وہ بے حیاء ہے۔

اے آدم کے بیٹے! خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچو تا کہ عبادت گزار بن سکو، اور جو کچھ خدا نے تجھے دیا ہے، اُس سے راضی ہو جا تا کہ بے نیاز ہو جائے۔ اپنے ہمسایوں کے ساتھ نیکی کر اور مسلمان بن جا۔

کسی کی غلطی پر سزا دینے میں جلدی نہ کرو بلکہ غلطی اور سزا کے درمیان معذرت خواہی کو قرار دو۔

جس وقت گناہ گار شخص پر معذرت کرنا سخت مشکل ہوتا ہے، اُس وقت ایک مہربان اور کریم شخص کا معاف کرنا دیگر مواقع کی نسبت زیادہ اہم ہوتا ہے۔

بہترین حسن اچھا اخلاق ہے۔

بہترین بے نیازی قناعت اور بدترین فقر کسی کے آگے جھکنا ہے۔

حلم و بردباری غصے کو پی جانا اور اپنے نفس پر قابو کا نام ہے۔

عطا کرنا اور راہِ خدا میں دینا حقیقتاً وہی ہے جو خوشحالی اور تنگدستی کی حالت میں ہو۔

بخل یہ ہے کہ جو انسان نے خرچ کیا ہے، اُسے ضائع سمجھے اور جو ذخیرہ کیا ہے، اُسے عزت و شرف جانے۔

حسد کرنے والے شخص کے علاوہ کسی ظالم کو مظلوم کے ساتھ زیادہ شباہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

دنیا کی ایسی چیز کہ جس کے حصول کا تو طلبگار تھا، لیکن حاصل نہ کر سکا، اُسے ایسے سمجھ جیسے تو نے اُس کے متعلق کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

اپنا علم لوگوں کو سکھاؤ اور دوسروں کے علم سے فائدہ حاصل کرو تاکہ تمہارا علم مستحکم و مضبوط ہو اور جس کا علم نہ ہو، وہ سیکھ لے۔

بے شک تم اس خاندان کے بچے ہو، اور بہت جلد ایک دوسرے خاندان کے بزرگ بن جاؤ گے، علم سیکھو۔ تم میں سے جو مطالب کو حفظ کرنے پر طاقت نہیں رکھتا۔ وہ لکھ کر اپنے گھر رکھ لے۔

کسی گروہ نے بھی مشورہ نہیں کیا مگر یہ کہ اُس مشورہ کی وجہ سے اپنے ہدایت کے راستے کی رہنمائی حاصل کر لی۔

میں تعجب کرتا ہوں ایسے شخص سے جو اپنی کھانے کی چیزوں کے متعلق تو فکر کرتا ہے لیکن جن علوم کو وہ سیکھتا ہے، اُن میں فکر نہیں کرتا تاکہ اپنے پیٹ کو تکلیف دینے والی غذاؤں سے بچا سکے، اور اپنے سینہ کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے دور رکھ سکے۔

تم پر فکر کرنا واجب ہے کیونکہ فکر عقلمند انسان کے دل کی زندگی ہے اور دانائی و حکمت کے دروازوں کی چابی ہے۔

وہ میری نگاہ میں لوگوں سے بلند تر تھا۔ اُس کی آنکھوں میں دنیا بے وقعت تھی۔ وہ جہالت اور بے علمی کی اطاعت کرنے سے باہر تھا۔ کسی چیز کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتا تھا مگر یہ کہ اُس کو اعتماد ہوتا تھا کہ اس میں عظیم فائدہ ہے۔ روزمرہ زندگی کے واقعات و حادثات کی شکایت نہ کرتا تھا۔ نہ غصے میں آتا تھا اور نہ ہی پریشان ہوتا تھا۔ زیادہ تر چپ رہتا تھا اور جب کبھی زبان کھولتا تو بولنے والوں پر غالب آ جاتا تھا۔
ایک کمزور اور ضعیف انسان خیال کیا جاتا تھا لیکن جب کوشش اور کام کا وقت آتا تو ایک دہاڑتے ہوئے شیر کی طرح پھرتا تھا، اور جب کبھی صاحبانِ علم کے مجمع میں ہوتا تو زیادہ تر گفتگو سننے کی لالچ ہوتی، کلام اور گفتگو کا مغلوب ہو جاتا لیکن خاموشی کا مغلوب نہ ہوتا تھا۔
جو کرتا نہیں تھا، وہ کہتا نہیں تھا اور جو کہتا تھا، وہ کرتا تھا۔ اگر دو چیزیں اُس کے سامنے ہوتیں اور وہ نہ جانتا کہ ان دو میں سے کون سی چیز میں خدا کی مرضی ہے تو جو چیز اپنے نفس کی خواہش کے قریب پاتا، اُسے ترک کر دیتا تھا۔ ایسے کام میں جس میں معذرت کرنا ضروری ہوتا، کسی کو ملامت نہ کرتا اور بُرا بھلا نہ کہتا۔

اے آدم کے بیٹے! جب سے تو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے، اُس وقت سے تیری عمر ختم ہو رہی ہے۔ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے، اُسے آخرت کیلئے بچا کر رکھ۔ مومن آخرت کیلئے بچاتا ہے اور کافر دنیا ہی میں فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔

خدا نے کسی شخص پر سوال کرنے کا دروازہ نہیں کھولا مگر یہ کہ جواب دینے کا دروازہ اُس کیلئے ذخیرہ کر لیا گیا، اور بندے نے عمل کرنے کا

دروازہ نہیں کھولا مگر یہ کہ قبول کرنے کا دروازہ اُس کیلئے جمع کرلیا گیا، اور شکر کرنے کا دروازہ بندے پر نہیں کھولا گیا مگر یہ کہ نعمت کی زیادتی اُس کیلئے ذخیرہ کرلی جاتی ہے۔

تیز ترین آنکھیں وہ ہیں جو نیکی اور اچھائی میں کھلی ہوں۔ زیادہ سننے والا کان وہ ہے جو نصیحت سنے اور اس سے فائدہ حاصل کرے۔ محفوظ ترین اور سالم ترین دل وہ ہیں جو شبہ سے پاک ہوں۔

لوگوں کے ساتھ اس طرح زندگی گزارو اور میل جول رکھو جس طرح تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ میل جول رکھیں۔

بھائی چارہ یہ ہے کہ مشکل اور آسانی میں وفا کی جائے۔

جو نوافل واجبات کو نقصان پہنچائیں تو نوافل کو ترک کردو۔

جو شخص دربارِ خداوندی میں کھڑا ہوتا ہے، اُسے چاہئے کہ اُس کا چہرہ زرد ہو اور جسم کے اعضاء کانپ رہے ہوں۔

جب تک خدا کی نعمتیں موجود ہوتی ہیں، پہچانی نہیں جاتیں اور جب یہ نعمتیں منہ موڑ لیتی ہیں تو تب معلوم ہوتی ہیں۔

رزق کے طلب کرنے میں زیادہ کوشش کرنیوالے کی طرح کوشش نہ کر اور خدا کی قضاء وقدر پر کمزور انسان کی طرح بھروسہ واعتماد نہ کر۔ رزق کے پیچھے جانا خدا کی سنت اور رزق کے طلب کرنے میں اختصار کرنا پاکدامنی ہے۔ پاکدامنی رزق کیلئے رکاوٹ نہیں ہے۔ طمع ولالچ کو قریب کرنے والی نہیں ہے۔ رزق تقسیم ہو چکا ہے اور لالچی ہونا گناہ کا سبب ہے۔

فرصت بہت جلد ہاتھوں سے نکل جاتی ہے اور آہستہ آہستہ واپس لوٹتی ہے۔

ہنسنا انسان کے رعب ودبدبہ کو ختم کردیتا ہے۔ جو چپ رہتا ہے، وہ سب سے زیادہ رعبدار ہوتا ہے۔

نزدیک وہ شخص ہے جس کو دوستی قریب کرے، اگرچہ رشتہ داری دور کی ہو اور دور وہ شخص ہوتا ہے جس کو دوستی دور کرے، اگرچہ رشتہ داری

نزدیک کی رکھتا ہو۔

ایسی اچھائی اور نیکی جس میں شر اور برائی نہ ہو، نعمت کے ساتھ شکر کرنا اور مشکلات میں صبر کرنا ہے۔

خدا تعالی کی نعمتیں امتحان کا وسیلہ ہیں۔ اگر ان پر شکر کرو تو نعمتیں ہیں اور اگر انکار کرو تو بجائے نعمت کے عذاب ہوں گی۔

اللہ رب العزت ہمیں اسلاف کا درست مقام پہچان کر ان سے اکتساب فیض کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین !
جزاک اللہ خیر۔۔۔۔

امام حسین رضی اللہ عنہہ کا ایک قول مسعود چوہدری کے قلم سے

امام حسین علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ کا ایک قول مسعود چوہدری کے قلم سے

تحریر و تحقیق: مسعود چوہدری

حضرت امام حسین علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ کا ایک قول نظر سے گزرا جو مجھے متاثر کیئے بغیر نہ رہ سکا۔اس قول کو سمجھنے کے لیئے پہلے پس منظر سمجھنا انتہاء اہم ہے۔پس منظر یہ تھا کہ فرزدق عرب کا شاعر تھا اور عرب کی سیاست کا نقاد بھی ،سمجھ لیں کہ بالکل اسی طرح جسطرح آج کے اصلی والے صحافی ہیں جو ایک طرف تو ہمیشہ درست کو درست اور غلط کو غلط کہہ کر اپنے دشمنوں میں اضافہ کر لیتے ہیں جبکہ دوسری طرف مکمل زمینی حقائق لیڈران وقت تک پہنچانا اپنا فرض اور کارہائے منصبی کا حصہ سمجھتے ہیں،اوراسی تمام جستجو میں ہی مبہم راہنماء کا پیغام موجود ہوتا ہے تا کہ سالار کی زمینی حقائق کے مطابق خاموش راہنماء کی سعی کی جاسکے جو کہ معروضی حالات و واقعات کے تناظر میں بہتر حکمت عملی مرتب کرنے میں کارآمد ثابت ہوسکتی ہو۔فرزدق نے مشورہ دیا کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہہ کو کوفیوں نے شہید کر دیا ہےاور دیگر تمام کوفی قبائل کے سربراہان جنہوں نے امام علیہ سلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ کے ساتھ وعدہ وعید وعہدو پیمان سے بھرپور مکتوبات وخطوط ارسال کیئے تھے وہ تمام اپنے الفاظ سے مکر چکے ہیں اور اب امام علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ کے پاس بہت زیادہ آپشنز نہیں ہیں،جبکہ دوسری جان امت مسلمہ کے 400 مفتیان نے یزید کا تائیدی فتویٰ جاری کر دیا ہے،اورامام حسین علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرر ہے ہیں،جبکہ تیسری جانب جولوگ امام کے ساتھ چلے تھےاور جنکا یہ گمان تھا کہ ہم کوفہ کی حکومت لینے جار ہے ہیں اوراس کے بعد بہت سارا مال ومتاع اور منفعت ومنصب ہمارے ہاتھ آئے گا اور ہم اس کے مالک کل ہوں گے وہ بھی کوفیوں کے انکار اور مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہہ کی شہادت کی خبر پا چکے ہیں اور ساتھ چھوڑ چکے ہیں،جبکہ چوتھی جانب ایک لشکرعظیم امام حسین علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ کے اہل وعیال اور مخلص ساتھیوں کو گھیرے ہوئے ہے،اور یہ وہ وقت ہے جبکہ آپ پرزمین تنگ کر دی گ ءہے اور حالات انتہاء نازک ہیں۔یزید اور اسکے وزیر امام حسین علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ اور اہل وعیال رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نہ صرف خون کے پیاسے ہیں بلکہ آپ علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ کو نعوذ باللہ ایک مثال بنانے پر مصر ہیں- یہ الفاظ تحریر میں لانا انتہاء مشکل ہیں کہ ان حالات کا مخلص احاطہ کرتے ہی آنکھوں سے اشکوں کی قطاریں بہہ نکلی ہیں،اس بے ربط سی تحریر پر معذرت خواہ ہوں- فرزدق نے امام عالی مقام سلام اللہ علیہا کو معروضی حالات سے آگاہ کرنے کے بعد مشورہ دیا کہ جہاں تمام امت کے بڑے بڑے نام - جن کے نام تک آج کوءنہیں جانتا- وقت کے بڑے بڑے علماء یزید کی تائید کر چکےاور دوسری جانب آپ علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ پرزمین تنگ کی جاچکی تو آپ علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ مصلحتاً ہی سہی یزید کی بیعت کر لیں. امام

حسین علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ کی تربت مبارک پر کروڑوں برکتوں کا نزول ہو، آپ سلام اللہ علیہا نے ارشاد فرمایا

اگر مجھ پر اس کائنات کی تمام زمین بھی تنگ کردی گئی تب بھی یزید کی بیعت نہیں کروں گا

یہ ایک جملہ نہیں ایک انکار تھا، ہر وقت کے فرعون و یزید کے سامنے ڈٹ جانے کا نام حسینیت ہو گیا۔ کبھی سوچیں کہ معروضی حالات آپ کے مخالف ہوں، زمین آپ پر آپ کے اہل و عیال پر تنگ کردی جائے، کوء راستہ آپ کے سامنے نہ ہو سوائے اس کے کہ ظلم کے خلاف آپ بھی آنکھیں بند کرلیں اور ظالم کے ظلم کی خاموش تائید کرلیں اور اپنے لیئے منفعت حال نہ بھی کرنی ہو تب بھی ایک آسان راستہ جس میں آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کو جینے کی آزادی دے دی جائے، ایسے حالات میں بہت بڑے بڑوں کے ایمان کے سودے ہو جایا کرتے ہیں۔ لیکن جن کے لیئے مشعل راہ، میرے حسین علیہ سلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ کا انکار ہو گا اللہ پاک یقیناً ان کے لیئے راستہ نکال دیں گے۔ ایسا ممکن ہی نہیں کہ آپ اللہ کے پیاروں کی سنت ادا کریں اور اللہ پاک آپ کو مشکلات میں گھرا رہنے دیں۔

واہ میرے مولا حسین علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ، آپ نے بتا دیا کہ ہر دور میں ایک یزید موجود ہو گا اور اسی انکار کی طرح قائم رہنا ہی حسینیت کی اصل ہو گی۔ آج بھی جو جو حق کے ساتھ اور ظالم کے ظلم کے خلاف کھڑا ہوتا ہے وہ وہ پیغام حسین علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ کا پیامبر ہے۔ کیسے کوء ذکر حسین علیہ السلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہہ کو مٹا سکے گا؟ اس کے ناپید ہونے کے لیئے ظلم و جبر کا ختم ہونا ضروری ہے! جب بھی، جہاں بھی، ظلم کیا جاتا ہے، وہاں وہاں حسینیت کی ایک شمع جل اٹھتی ہے۔ تاریخ کردار بھول جاتی ہے لیکن شمع جلتی جلتی چاروں جانب اجالہ کردیتی ہے۔ بس ہمارے ذمہ حسینیت کی شمع جلائے رکھنا ہے

امام سجاد رضی اللہ عنہہ المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہہ کا ذکر خیر

ہمارے امام سجاد وامام زین العابدین کے ذکر خیر سے کرتے ہیں۔ یہ ریسرچ اور تحریر خادم مسعود چوہدری کی ہے۔۔۔۔۔۔

علی بن حسین بن علی بن ابی □ طالب (95-38ھ) جو امام سجاد اور زین العابدین کے نام سے مشہور ہیں، اہلسنت کے چوتھے امام اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ آپ 35 سال امامت کے عہدے پر فائز رہے۔ امام سجاد رضی اللہ عنہ واقعہ کربلا میں حاضر تھے لیکن بیماری کی وجہ سے جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عمر بن سعد کے سپاہی آپ کو اسیران کربلا کے ساتھ کوفہ اور شام لے گیا۔ کوفہ اور شام میں آپ کے دیئے گئے خطبات کے باعث لوگ اہل بیت کے مقام ومنزلت سے زیادہ آگاہ ہوئے۔

واقعہ حرہ، تحریک توابین اور قیام مختار آپ کے دور امامت میں رونما ہوئے۔ امام سجاد رضی اللہ عنہ کی دعاؤں اور مناجات کو صحیفہ سجادیہ میں جمع کیا گیا ہے۔ خدا اور خلق خدا کی نسبت انسان کی ذمہ داریوں سے متعلق کتاب، رسالۃ الحقوق بھی آپ سے منسوب ہے۔

شیعہ روایات کے مطابق امام سجاد رضی اللہ عنہ کو ولید بن عبدالملک کے حکم سے مسموم کر کے شہید کیا گیا۔
آپ امام حسن مجتبی رضی اللہ عنہ، امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ اہلسنت وجماعت بریلوی مسلک کے مشہور عالم دین امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منظوم دعائیہ شجرہ قادریہ برکاتیہ میں حضرت سیدنا امام زین العابدین کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علم حق کے باقر علم ہدیٰ کے واسطے

بعض لوگ یہ تاثر دیتے ہیں کہ شیعہ مذہب کے بارہ اماموں سے اہلسنت کا کوئی تعلق نہیں یہ بات بالکل غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بارہ اماموں کا تعلق اہلسنت سے تھا، ہے اور رہے گا، اور اہلسنت مذکورہ اماموں کے عرس وایام انتہائی عقیدت ومحبت سے مناتے ہیں۔ نیز ان بارہ اماموں کی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کو ہی اہلسنت کہا جاتا ہے۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہ بڑے عابد وزاہد اور شب بیدار تھے، وہ بنی ہاشم کے فقہا و عابدین میں سے تھے اس زمانے میں ان کو مدینہ منورہ میں سید العابدین یعنی عابدوں کا سردار کہا جاتا تھا، ان کی اسی عبادت گزاری کی کثرت کی وجہ سے ان کو زین العابدین عبادت گزاروں کی زینت بھی کہا جاتا تھا۔ امام مالک نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا موت تک روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے کا معمول تھا اور ان کو کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین کہا جاتا تھا۔ امام زہری علی بن حسین کا تذکرہ کرتے ہوئے روتے تھے اور انھیں زین العابدین کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ابونعیم نے حلیہ میں ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ عبادت گزاروں کی زینت، قانتین کی علامت، عبادت کا حق ادا کرنے والے اور انتہائی سخی و مشفق تھے۔ ابن عیینہ نے زہری سے نقل کیا ہے کہ میں اکثر علی بن حسین کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا، میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں پایا؛ لیکن وہ بہت کم گو تھے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اہل بیت میں ان جیسا کوئی نہیں؛ حالانکہ وہ ایک باندی کے بیٹے تھے۔ زین العابدین رضی اللہ عنہ جب نماز کے لیے وضو کرتے تھے تو ان کا رنگ پیلا پڑ جاتا اور وضو وا قامت کے درمیان میں ان کے بدن پر ایک کپکپی کی کیفیت طاری ہوتی تھی، کسی نے اس کے بارے میں پوچھا تو فرمایا:

تمھیں معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے جا رہا ہوں اور کس سے مناجات کرنے لگا ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ سے)۔

کسی نے سعید بن مسیّب سے کہا کہ آپ نے فلاں سے بڑھ کر کسی کو پرہیزگار پایا؟ انھوں نے فرمایا کیا تم نے علی بن حسین کو دیکھا ہے؟ تو سائل کہا کہ نہیں، تو فرمایا کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو بھی پرہیزگار نہیں پایا۔

طاؤس کہتے ہیں میں نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو سجدے کی حالت میں یہ دعا مانگتے ہوئے سنا، وہ فرما رہے تھے : عُبَیْدُکَ بِفِنَائِکَ، وَمِسْكِيْنُكَ بِفِنَائِكَ، سَائِلُكَ بِفِنَائِكَ، فَقِيْرُكَ بِفِنَائِكَ طاوس کہتے ہیں کہ میں نے جب بھی کسی مشکل میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے میری مشکل کو آسان فرما دیا۔ ابونوح انصاری کہتے ہیں کہ علی بن حسین کسی گھر میں نماز پڑھ رہے تھے اور وہ سجدے کی حالت میں تھے کہ وہاں آگ لگ گئی، تو لوگوں نے کہنا شروع کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند، آگ آگ۔ انھوں نے اس وقت تک سجدے سے سر نہیں اٹھایا جب تک آگ بجھ نہ گئی، آپ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ کس چیز نے آپ کو آگ سے بے خبر رکھا تھا؟ انھوں نے فرمایا: مجھے آخرت کی فکر نے اس آگ سے بے خبر کر دیا تھا۔ ابوجعفر کہتے ہیں کہ میرے والد ایک رات ایک دن میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، ان کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، میں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ میں نے آپ کی طرح کسی کو اللہ کا طالب نہیں دیکھا اور یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے والد ہیں، انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ملک مقرب ہو یا نبی مرسل، ہر ایک اللہ کی مشیت و ارادے کے تحت ہوگا جس کو چاہیں عذاب دیں گے اور جس کو چاہیں معاف فرما دیں گے۔ آپ کا زہد و تقویٰ مشہور تھا۔ وضو کے وقت آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ پوچھا گیا تو فرمایا کہ میرا تصورِ کامل

اپنے خالق ومعبود کی طرف ہوتا ہے اوراس کے جلالت ورعب سے میری یہ حالت ہوجاتی ہے۔۔نماز کی حالت یہ تھی کہ پاؤں کھڑے رہنے سے سوج جاتے اور پیشانی پر گٹھے پڑے ہوئے تھے اوررات جاگنے کی وجہ سے رنگ زرد رہتا تھا۔علامہ ابن طلحہ شافعی کے مطابق نماز کے وقت آپ کا جسم لرزہ براندام ہوتا تھا۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بدنی عبادات کے ساتھ ساتھ مالی عبادات کا بھی غیر معمولی اہتمام کیا کرتے تھے،وہ انتہائی درجے کے سخی اور خیر کے کاموں میں خرچ کرنے والے تھے،حجاج بن ارطاۃ نے جعفر صادق سے نقل کیا ہے،وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے دومرتبہ اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کردیا تھا۔ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ علی بن حسین رات کے اندھیرے میں پشت پر روٹی لادے مساکین کو تلاش کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ رات کے اندھیرے میں چھپا کر صدقہ کرنا اللہ کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے، شیبہ بن نعامہ کہتے ہیں کہ علی بن حسین کو لوگ ان کی زندگی میں بخیل تصور کرتے تھے،لیکن جب ان کا انتقال ہوا تو پتہ چلا کہ وہ مدینہ منورہ کے سوگھرانوں کی کفالت کرتے تھے۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ ان کو معلوم نہیں تھا کہ ان کے معاش کا انتظام کون کرتا ہے؟لیکن جب علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو وہ اس ذریعہء معاش سے محروم ہوگئے،جو رات کو ان کے لیے سبب بنتا تھا،جریر بن عبدالحمید نے عمرو بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ جب علی بن حسین کا انتقال ہوا تو لوگوں نے ان کی کمر پر کچھ نشان پائے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو بتایا گیا کہ یہ اس بوجھ کی وجہ سے ہے جو رات کے اندھیرے میں یتیموں کے لیے لے جایا کرتے تھے۔علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں کسی مسلمان بھائی کو دیکھتا ہوں تو میں اس کے لیے اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں تو دنیا میں اس کے ساتھ بخل کا معاملہ کیسے کروں؟!جب کل کا دن ہوگا تو مجھ سے کہا جائے گا:اگر جنت تیرے ہاتھ میں ہوتی تو تو اس کے ساتھ اس سے زیادہ بخل کا معاملہ کرتا۔

آپ کے معروف ارشادات درج زیل ہیں۔۔۔۔

جسم اگر بیمار نہ ہو تو وہ مست ومگن ہوجاتا ہے اور کوئی خیر نہیں ایسے جسم میں جو مست ومگن ہو۔

دوستوں کا نہ ہونا پردیسی (اجنبیت) ہے۔

جو اللہ کے دیے ہوئے پر قناعت اختیار کرلے وہ لوگوں میں سب سے غنی آدمی ہوگا۔

جو باتیں معروف نہیں وہ علم میں سے نہیں، علم تو وہ ہے جو معروف ہو اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہو۔

لوگوں میں سب سے زیادہ خطرے میں وہ شخص ہے جو دنیا کو اپنے لیے خطرے والی نہ سمجھے۔

کوئی کسی کی ایسی اچھائی بیان نہ کرے جو اسے معلوم نہ ہو، قریب ہے کہ وہ اس کی وہ برائی بیان کر بیٹھے جو اس کے علم میں نہیں۔

جن دو شخصوں کا ملاپ اللہ کی اطاعت کے علاوہ ہوا ہو تو قریب ہے کہ ان کی جدائی بھی اسی پر ہو۔

اے بیٹے! مصائب پر صبر کرو اور حقوق سے تعرض نہ کرو اور اپنے بھائی کو اس معاملے کے لیے پسند نہ کرو جس کا نقصان تمہارے لیے زیادہ ہو اس بھائی کو ہونے والے فائدے سے۔

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے گناہ گار مومن سے محبت فرماتے ہیں۔

آپ کے بعض خطبات بہت مشہور ہیں۔ واقعہ کربلا کے بعد کوفہ میں آپ نے پہلے خدا کی حمد وثنا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر و درود کے بعد کہا کہ ' اے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں علی ابن الحسین ابن علی ابن ابی طالب ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کی بے حرمتی کی گئی جس کا سامان لوٹ لیا گیا۔ جس کے اہل وعیال قید کر دیے گئے۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے ساحلِ فرات پر ذبح کر دیا گیا اور بغیر کفن ودفن کے چھوڑ دیا گیا۔ اور شہادتِ حسین ہمارے فخر کے لیے کافی ہے۔۔۔'۔ دمشق میں یزید کے دربار میں آپ نے جو مشہور خطبہ دیا اس کا ایک حصہ یوں ہے:

میں پسرِ زمزم وصفا ہوں، میں فرزندِ فاطمہ الزہرا ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جسے پسِ گردن ذبح کیا گیا۔۔۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا سر نوکِ نیزہ پر بلند کیا گیا۔۔۔ ہمارے دوست روزِ قیامت سیر وسیراب ہوں گے اور ہمارے دشمن روزِ قیامت بدبختی میں ہوں گے۔۔۔

یہ خطبہ سن کر لوگوں نے رونا اور شور مچانا شروع کیا تو یزید گھبرا گیا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے چنانچہ اس نے مؤذن کو کہا کہ اذان دے کہ امام خاموش ہو جائیں۔ اذان شروع ہوئی تو حضرت علی ابن الحسین خاموش ہو گئے۔ جب مؤذن نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

رسالت کی گواہی دی تو حضرت علی ابن الحسین رو پڑے اور کہا کہ اے یزید تو بتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے نانا تھے یا میرے؟ یزید نے کہا کہ آپ کے تو حضرت علی ابن الحسین نے فرمایا کہ ' پھر کیوں تو نے ان کے اہل بیت کو شہید کیا'۔ یہ سن کر یزید یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ مجھے نماز سے کوئی واسطہ نہیں۔ اسی طرح آپ کا ایک اور خطبہ بھی مشہور ہے جو آپ نے مدینہ واپس آنے کے بعد دیا۔

خواجہ احمد یسوی ترکستانی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟

تحریر وتحقیق: مسعود چوہدری

حضرت خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ احمد یسوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سے دوست ایک ہی شخصیت گردانتے ہیں۔ خواجہ حافظ احمد یسوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگ اور صاحب خوارق وکرامات ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ احمد یسوی ترکستانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ خواجہ حافظ احمد یسوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن سے نکل کر عرب کے تمام علاقوں مکہ، مدینہ، بیت المقدس، شام، عراق، روم اور روس وغیرہ کی سیاحت کی اس کے بعد ہندوستان کا رخ کیا۔ ہندوستان سے کشمیر چلے گئے وہاں ایک جگہ پسند آئی اور مخلوق خدا سے کنارہ کش ہو کر عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ ملا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر کبھی کبھی تشریف لے جاتے۔ چند سال انہی معمولات میں جب گزرے تو خواجہ نظام الدین بن معین الدین بن خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ لے جانے پر آمادہ کیا اور اپنے شہر میں ان کے لیئے ایک رہائش کی جگہ بھی مختص کر دی۔ خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے جانشین خواجہ نور الدین محمد آفتاب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے اور سلوک نقشبندیہ کی تکمیل کی۔ مخلوق خدا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کھچی چلی آئی اور فیض یاب ہونے لگی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ تک اسی مسند ارشاد پر سالکان طریقت کی تربیت کرتے رہے اور 3 ذی الحجہ 1114 ھجری میں وفات پائی اور کشمیر میں مدفون ہیں۔ (بحوالہ: خزینۃ الاصفیاء جلد سوم، غلام سرور لاہوری، صفحہ 225 ، مکتبہ نبویہ لاہور)

نام کی نسبت اور سلسلہ نصب کی مماثلت کی وجہ سے ہم ایک صوفی باصفا کا تذکرہ یکسر نظر انداز کر جاتے ہیں جبکہ راقم مسعود چوہدری یہ انتہائی اہم خیال کرتا ہے کہ ہمارے اسلاف میں سے ایک جلیل القدر بزرگ کا تذکرہ کیا جانا چاہیئے اور انکے افکار وکردار کو سمجھ کر اپنے لیئے کامیابی حاصل کرنی چاہیئے۔

حضرت خواجہ احمد یساوی یا یسوی یا یسوعی رحمۃ اللہ علیہ (تین مختلف زبانوں کا تلفظ ہے، بزرگ ایک ہی ہیں۔ استاد کہتے ہیں کہ اردو تلفظ کے اعتبار سے یسوی۔ س پر کھڑی زبر پڑھنا بہتر ہے۔ واللہ اعلم) موجودہ قازقستان کے شہر سیرام میں بمطابق 1093 عیسوی پیدا ہوئے (تواریخ کا اختلاف چند سال کے فرق کے ساتھ موجود ہے۔ علوم ازبکستان وقازقستان پر ایرانی پروفیسر حمید سلیمانی نے اپنے مقالہ میں آپکی تاریخ پیدائش چار سو چوراسی ہجری لکھی ہے۔)

شہر ترکستان میں 1166 عیسوی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دنیا سے پردہ فرما لیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک ترک الاصل شاعر اور صوفیِ باصفاء تھے،آپ ترکستان (موجودہ قازقستان) کے علاقے میں پہلی روحانی شخصیت ہیں جنہوں نے ادھر صوفی سلسلے کی بنیاد رکھی۔خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ترک صوفی سلسلے' یساویہ' کی بنیاد رکھی، جو بہت جلد ترک زبان بولنے والے علاقوں میں پھیل گیا۔آپ اپنے پیشرو حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے حنفی مکتب فکر سے تعلق رکھے تھے۔

آپ کے والد کا نام شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ 7 سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ یتیم ہو گئے اور آپ کی پرورش آپ رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی والد ارسلان بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔سات سال کی عمر میں ہی آپ نے ارسلان بابا رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں بہت ساری روحانی منزلیں طے کر لیں۔نوجوانی میں ہی آپ روحانیت کی اعلیٰ منزل پر پہنچ گئے اور آہستہ آہستہ آپ کا ذکر فقراء وعشاق کی محافل ومجالس میں ہونے لگ گیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اس علاقے میں پہلے ہی ایک اعلی روحانی مرتبے کی وجہ سے جانے جاتے تھے اور باوجود کشف وکرامات کے باقاعدہ روحانی سلسلہ کا آغاز نہ کیا تھا۔خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ سے چھوٹی عمر میں ہی کرامات کا ظہور بھی منقول ہے لیکن روایات کو نہ پرکھ سکنے اور اسناد کی کمیابی کے سبب اس تذکرہ کو ایکطرف رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہوں۔ خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ بخارا گئے اور یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی علوم سیکھے۔یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد, پہلے عبد اللہ بارقی رحمۃ اللہ علیہ اور پھر حسن اندکی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے سربراہ بنے۔حسن اندکی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کے مرشد اعلیٰ بنے۔آپ نے پھر اپنی جگہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کو، اپنے پیشرو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے تحت دے دی اور خود اس وقت کے ترکستان ملک اور آج کے ملک قازقستان میں اسلام کی تبلیغ کے لیے ترکستان (شہر) تشریف لے آئے۔

خاندان شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب امام محمد حنفیہ بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ سے جا ملتا ہے:

شیخ ابراہیم بن شیخ الیاس بن شیخ محمود بن شیخ محمود بن شیخ محمد بن شیخ افتخار بن شیخ عمر بن شیخ عثمان بن شیخ حسین بن شیخ حسن بن شیخ اسماعیل بن شیخ موسیٰ بن شیخ مؤمن بن شیخ ہارون بن شیخ الشیوخ بحر العرفان جبل الاطمینان قطب ترکستان خواجہ اسحاق باب بن عبدالرحمٰن بن عبدالقہار بن عبدالفتاح بن امام الحنفیہ بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ.

خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ نے وسطی ایشیاء میں اسلام کی تبلیغ کے لیے گرانقدر کوششیں کیں اور علاقہ میں ان کے بہت سارے شاگرد ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری میں وسطی ایشیا کے ترک ساہت میں مذہبی فوک شاعری کی ایک نئی صنف ایجاد کی اور بعد میں کئی والیوں نے مذہبی فوک شاعری سے اثر پایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سبا سب قازقستان کے لوگوں کے لیے یسی شہر کو تعلیم کے بڑے مرکز میں بدل دیا۔ اور پھر آپ نے 63 سال کی عمر میں غور وفکر اور مراقبہ کے لیے عمر وقف کر دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زیرزمین کمرہ نما تہ خانہ بنوایا جہاں آپ نے باقی عمر گزاری۔ مفکر حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ سلجوقی بادشاہ تھے جو عظیم صوفی شاعر رومی رحمۃ اللہ علیہ کو قونیہ لے آئے اور سلجوقوں کی سرزمین میں ہی خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ، ایک دوسرے عظیم صوفی رہے اور تعلیم دی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تیمور جب سلطان تیمور نہیں تھا اور صاحب قران کا لقب اختیار نہیں کیا تھا اس وقت بھی وہ اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ہی خواب میں تیمور کو ایک عظیم سلطنت کی نشاندہی کی تھی اور اسے انصاف کا نظام قائم کرنے کا درس دیا تھا۔ ان دونوں عالموں کا اثر آج تک جاری ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایڈورڈ کیمپبیل نے بھی خواجگان کے رکن کے طور پر لکھا ہے۔ یہاں تیمور سے متعلق چند اہم باتیں ضروری ہیں۔ فتوحات کی وسعت کے لحاظ سے تیمور کا شمار سکندر اعظم اور چنگیز خان کے ساتھ دنیا کے تین سب سے بڑے فاتح سپہ سالاروں میں ہوتا ہے۔ فتوحات کی کثیر تعداد میں وہ شاید چنگیز سے بھی بازی لے گیا۔ تیمور کی بحثیت ایک سپہ سالار حیرت انگیز صلاحیتوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اس نے اس خداداد صلاحیت سے جو کام لیا وہ اسلامی روح کے خلاف تھا۔ اس کی ساری فتوحات کا مقصد ذاتی شہرت اور ناموری کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اس لحاظ سے وہ خالد بن ولید، محمود غزنوی، طغرل غازی اور صلاح الدین ایوبی کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ وہ انتقام کے معاملے میں بہت سخت تھا۔ مخالفت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مسلمان ہونے کے باوجود خونریزی اور سفاکی میں چنگیز خان اور ہلاکو خان سے کم نہیں تھا۔ دہلی، اصفہان، بغداد اور دمشق میں اس نے جو قتل عام کیے ان میں ہزاروں بے گناہ شہید کر دیے گئے۔ وہ انتقام کی شدت میں شہر کے شہر ڈھا دیتا تھا۔ خوارزم، بغداد اور سرائے کے ساتھ اس نے یہی کیا۔ صرف مسجد، مدرسے اور خانقاہیں غارت گری سے محفوظ رہتی تھیں۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کر لینے کے باوجود تیمور کو مناسب اسلامی تربیت نہیں ملی تھی اور اس کی نشو ونما تورہ چنگیزی کی حدود میں اور نیم وحشی منگول ماحول میں ہوئی تھی۔ گو کہ آراء میں تضاد پایا جاتا ہے لیکن بہر حال اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا جس علاقے میں تیمور نے اپنی مستقل حکومت قائم کی وہاں اس نے قیام امن اور عدل وانصاف، خوشحالی اور ترقی کے سلسلے میں قابل قدر کوششیں کی۔ بربادشدہ شہروں کو دوبارہ تعمیر کیا اور تجارت کو فروغ دیا۔

خواجہ احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پرانوار تیموری سلطنت کے بانی امیر تیمور نے ترکستان (شہر) میں بنوایا۔ یساوی طریقت کا سلسلہ تجارت، جو آپ نے قائم کیا تھا، اس کا اثر بعد میں کئی صدیوں تک رہا، 19 ویں صدی میں امارت بخارا میں سید عطا شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار میں یساوی سلسلہ کے سالکین نمایاں پوزیشن پر تھے۔ دوسرے صوفی سلسلوں کے مقابلے میں، یساویہ سلسلہ میں شامانی عنصروں کا بہت اثر ہے۔

پہلی قازق ترک یونیورسٹی احمد یسوی یونیورسٹی کا نام آپ کے اعزاز میں رکھا گیا ہے۔ یہاں یہ عرض کردوں کہ خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ پر انتہائی کم معلومات موجود ہیں۔ اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ تمام موجودہ معلومات اور کلام اب رشین زبان میں تبدیل ہو چکا ہے اور اس میں بھی ڈیڑھ سو کے لگ بھگ وہ اشعار حکمت موجود ہیں جو دیوان حکمت کا حصہ ہیں۔ جبکہ دوسری جانب فارسی اور ترکی زبانون میں کچھ تھوڑا بہت کام ہوا ہے لیکن وہ بھی دیوان الحکمت سے آگے نہیں بڑھ پایا۔ اردو زبان میں تا حال یہ تحریر جو آپ تک پہنچ رہی ہے سب سے پہلی تفصیلی تحریر گردانی جاسکتی ہے کیونکہ خادم کی کج فہمی کے طفیل شاید معلومات تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ ترکی کی ایک تنظیم جسکا مخفف " حیدر "HAYEDR" جو کہ ترکی کے الفاظ " جو کہ احمد یسوی درنیگی" جسکا اردو مطلب " خواجہ احمد یسوی ادارہ براءے امداد و یکجہتی" ہے کی اوفیشل مہیا کردہ معلومات کے مطابق تین کتب " فکرنامہ "، " رسالہ درآداب طریقت" اور " رسالہ در مقامات اربعین" طباعت و اشاعت کے مراحل میں ہیں۔

قازقستان سفارتخانہ سے جب خادم نے رابطہ کیا تو قازق سفیر نہ صرف بزرگ رحمۃ اللہ علیہ اور یونیورسٹی سے لاعلم پائے گئے بلکہ انہیں دس منٹ کی جدوجہد کے بعد یہ سمجھا پایا کہ یہ صوفی بزرگ ہیں۔ اور انتہائی افسوس کے ساتھ عرض ہے کہ یہ سمجھانے کے لیے کہ صوفی کیا اور کون ہوتا ہے عیسائی راہبوں کی مثالیں دینا پڑیں کیونکہ انکے نزدیک اسلام میں صوفی اور عیسایت میں راہب ملتے جلتے ہیں۔ گو کہ شاید انہوں نے مجھ سے جان چھڑوانے کے لیے وعدہ کرلیا ہے کہ مزید معلومات فراہم کریں گے لیکن جو معلومات میسر آسکی ہیں وہ آپ کی پیش خدمت کر رہا ہوں۔ خیر انہوں نے تو راقم کو یہ مشورہ بھی دے ڈالا ہے کہ اگر معلومات تک رسائی درکار ہے تو " رشین سیکھ لیں"۔ اس معاملہ کو ایکطرف رکھتے ہیں اور آگے بڑھتے ہیں۔

دیوان حکمت تا حال ایک واحد تحریر ہے جو چھپ پائی ہے، جو کہ خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ کی ترک زبان میں لکھی گئی کتاب ہے اور جسکا انگریزی ترجمہ ورڈز آف وزدم کے عنوان سے اور اردو ترجمہ دیوان حکمت کے عنوان سے کیا گیا ہے۔ ورڈز آف وزڈم خادم نے پڑھی تو معلوم ہوا کہ اس کا ترجمہ اسرار و رموز سے انتہائی خالی ہے اور روحانیت سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔ انتہائی عامیانہ ترجمہ ہے جس میں جمالیات کو ابھارا گیا ہے جبکہ تحقیق سے یہ بات واضع ہے کہ صوفی مفکر رحمۃ اللہ علیہ نے صرف حس جمالیات کو ہی تو زیر بحث نہیں لائے رکھا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا ہے کہ اردو ترجمہ تا حال لاہور شہر کی کسی بڑی لائبریری میں میسر نہیں ہے۔ 1895 ء سے 1905 ء میں یسوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظمیں دیوان حکمت کے عنوان کے تحت پہلی مرتبہ قازان (تاتارستان، روسی سلطنت) سے شائع ہوئیں۔ ان نظموں کو پڑھنے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ انقلابی نوعیت کی مخصوص نظمیں ہیں اور چونکہ تاریخی اعتبار سے یہ دور رشیا میں ریولوشن یعنی انقلاب کا تھا لہذا کچھ بعید نہیں کہ جو راز اس کلام میں مخفی ہیں وہ اس قابل ہوں کہ ہجوم کو قوم بنا دیں۔

جمہوریہ قازقستان کے قومی کتب خانہ سے رابطہ پر معلومات فراہم کی گئیں کہ خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیروکاروں کے مخطوطات کا ایک مجموعہ انکے پاس موجود ہے۔ تمام مخطوطات قرون وسطی کی ترک زبان (چغتائی) میں ہیں اور چودہ مخطوطے تقریباً 1400 صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان کو آخری مرتبہ دو ہزار تین میں ایک ریسرچر کی خصوصی ریکویسٹ پر دکھایا گیا۔ ریسرچر کے کام اور نام بتانے سے معذرت کر لی گئی۔ قومی کتب خانہ کے مطابق اب یہ مخطوطے یونیسکو کی تحویل میں ہیں اور کسی کو انہیں دیکھنے کی اجازت نہیں۔ تا حال کوئی ایسی تحریر بین الاقوامی طور پر منظر عام پر نہیں آئی جس نے بیان کردہ معلومات کے حاصل کرنے کا دعویٰ کیا ہو۔ دو ہزار سولہ سترہ سیزن کو یونیسکو کی جانب سے خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ کے سال کے طور پر منایا گیا۔ استانہ میں دو ہزار اٹھارہ میں ایک نمائش کا اہتمام کیا گیا جس میں خواجہ احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ساٹھ کتابیں اور تین ہزار مخطوطات پہلی مرتبہ عوام کی نظروں کے لیے پیش کیئے گئے۔ انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا جس میں پہلا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تحاریر، دوسرا آپ کے شاگردوں کی تحاریر اور تیسرا بعد کے آنے والوں کے کام پر مشتمل تھا جو کہ اب ناپید گردانا جا چکا ہے اور صرف تاریخ کے حوالوں کے لیے زندہ ہے۔ اس سے متعلق حضرت سلطان تاریخی ثقافتی میوزیم کے سپوکس پرسن بایوک بابیولووا کا خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحاریر کی مثال کے طور پر نمائش کے لیے پیش کی گئی ایک کتاب کے بارے میں کہنا ہے کہ " اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ یہ کتاب قازقستان سمیت پوری دنیا میں کہیں اور موجود نہیں ہے۔ اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ آپ ؒ کے بچپن کے واقعات پر، دوسرا حصہ زندگی پر اور تیسرا حصہ اصحاب رضی اللہ عنہ کے معاملات پر مشتمل ہے۔" جبکہ حضرت سلطان تاریخی ثقافتی میوزیم کے ڈپٹی ڈائریکٹر امیر کل ابووا کا کہنا ہے کہ " یہ مخطوطے سنٹرل ایشیاء میں اسلام کے پھیلنے کے بارے میں تاریخی معلومات کا خزانہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ اچھائی اور برائی کا فرق بتاتے ہیں"۔

یونیسکو سے رابطہ کرنے پر انکا کہنا ہے کہ " خواجہ احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ اور اس کے حواریوں کے دستاویزی ورثے کے ذخیرے نے قدیم ترکوں کی روحانی ثقافت کی ترقی پر بہت اثر ڈالا اور ترک زبان اور ادب کی ترقی کو فروغ دیا۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار میں ایک جگہ ایک تختی لگی ہے جس پر تحریر ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں عبدالعزیز شرف الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ المعروف شمس تبریزی رحمتہ اللہ علیہ نے اکتساب فیض کیا۔ جب تواریخ کے حوالہ جات اور دیگر روایات کا احاطہ کیا تو یہ پایا کہ یہ تختی تواریخ ادوار، ومختلف روایات سے عین مطابقت رکھتی ہے۔ اگر نقطوں کو جوڑا جائے اور غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ رومی رحمہ اللہ علیہ نے حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا تھا اور حضرت شمس تبریزی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ سے اور چونکہ تیمور بھی آپکا روحانی معتمد تھا تو رومی رحمتہ اللہ علیہ کا قونیہ آنا بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے عشق سکھانے والے رومی، جامی، وتبریزی ہیں جبکہ اگر غور کیا جائے تو ان کو عشق کے جام پلانے والے حضرت خواجہ احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ ہیں اور بیان کردہ شجرہ مبارکہ سے ثابت ہے کہ آپ سید تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آل میں سے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ عشق اپنا راستہ خود بنانا

جاتا ہے اور یہ وہی فیض عام ہے جو خاصہ خاصان سے چلا اور کئی ادوار کو اپنے پیروں تلے روندنے کے بعد، آج بھی زندہ و جاوید ہے۔ آج وہ سب مٹ گئے، خاک ہو گئے، تاریخ میں ناپید ہو گئے جو اعلانیہ کہا کرتے تھے کہ اللہ کے پیاروں کا ذکر تاریخ سے مٹا دیں گے۔ تاریخ خود گواہ ہے کہ اللہ رب العزت کے پیاروں کا تو ذکر زندہ ہے لیکن جو خدائی دعوے کیا کرتے تھے وہ تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتے۔ اگر انکا کہیں پر حوالہ دیا بھی جاتا ہے تو اللہ رب العزت کے پیاروں کے سبب سے ہی۔ یہ ہی انسان کے لیے سمجھنے کی بات ہے۔

نمونہ کلام ٹوٹا پھوٹا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ غلطی کوتاہی و کم علمی و کج فہمی پر معذرت خواہ ہوں۔

اقول خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ۔

دل بولتا ہے اور ہاتھ لکھتا ہے۔

علی الصبح اٹھ پڑو، سختیوں کو آسانیوں میں بدل لو، پروردگار کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، اپنی روح کو اللہ رب العزت کی محبت میں غرق کر دو، روح ایک بار دے دی، سچی محبت عیاں ہو گئی۔

عشق میں غرق ایک صوفی، تکلیف و مصائب کے بوجھ تلے دبی روح، تمام جہانوں کو کپکپا دیتی ہے۔

حضرت خواجہ احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ کی کہی گئی ایک نعتِ رسول مقبول ﷺ جو ترکوں کا بچہ بچہ ترکی زبان میں آج بھی پڑھتا ہے اسکا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔۔۔

مبتلا ہوں بر عشقِ محمد ﷺ
تبھی ہو گیا ہوں شیدا ءِ محمد ﷺ

امت پہ واجب ہوا شکرِ الٰہی
مجھکو بھی بنا دیجیے پروانہ ءِ محمد ﷺ

اللہ، محمد ﷺ کی محبت سے دل بھر دے
بن جاؤں میں عشقنامہ ءِ محمد ﷺ

مجنون نظر آؤں اس دنیا میں اور آگے
دیوانہ بن جاؤں بس دیوانہ ءِ محمد ﷺ

آپ ﷺ مصیبتیں سہتے، آرام نہ ملتا
تم (امت) معجزہ ہو گر یہ ءِ محمد ﷺ

شاہوں کے شہنشاہ نے امت کیلیے طلب کی ہے بخشش
بروزِ جزا نہ ہوں گے پریشاں بسببِ پراہ ءِ محمد ﷺ

اللہ کرے، آپ ﷺ فرما دیں، میرے لیے بھی بخشش کا ساماں
اک قطرہ ہی مل جائے مجھے بر دریا ءِ محمد ﷺ

مرشد کے وظیفہ سے فائدہ لے لو
آپ وسیلہ ہیں دیدار ءِ محمد ﷺ

ناچار یسوی کی چاہت کہ ہو جائے زیارت
پا لوں رسائی بر خاکِ پا ءِ محمد ﷺ

ایک اور جگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالٰی کی محبت کے وسیع و عریض باغات میں

میں بلبلوں کا ہمنوا بننا چاہتا ہوں، جو صبح کے وقت محبوب کی مدحت کے ترانے گاتے ہیں
ان خوبصورت ساعتوں میں نورانیت سے لبریز چہرہ کا دیدار چاہتا ہوں
اپنے محبوب کا، اپنے دل کی آنکھوں سے

آخری خیال پیش خدمت ہے، خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

عشق کو دل میں پل لینے دو
یہاں تک کہ خوشی کا جبہ جسم کو جکڑ لے
پھر چاہتا ہوں کہ عشق کی پرواز بلند ہو
اخر کار پرندہ منزل کے تتنے پر جا اترے (یا تتنے سیجا ملے)

چونکہ نہ ترکی زبان دان ہوں اور نہ ہی رشین سے واقفیت ہے۔ لہذا معذرت خواہ ہوں۔ ایک ادنی سی کوشش کی ہے کوئی غلطی کوتاہی ہوگئی ہو تو اصلاح و معافی کا در ہمیشہ کھلا ہے۔ جزاک اللہ خیر

عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کون؟

تحریر و تحقیق: مسعود چوہدری

عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کے سلسلہ خواجگان کے عظیم صوفی بزرگ ہیں۔ انہیں خواجہ ہر دو جہاں بھی کہا جاتا ہے۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی پیدائش بخارا کے ایک بڑے شہر غجدوان میں ہوئی۔ آپ کی ولادت 22 شعبان 435 ھ/ 1044 ء کو غجدوان میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام خواجہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ (بحوالہ: تذکرہ مشائخ سیفیہ از محمد عرفان طریقتی صفحہ 110 ناشر بہار اسلام پبلیکیشنز لاہور)

جبکہ دیگر نے خواجہ عبدالجمیل امام رحمۃ اللہ علیہ بیان کیا ہے جن کا وصال آپ کی پیدائش سے چند ماہ پہلے ہو گیا لہذا آپ کی پرورش کا سارا اہتمام آپ کی نیک سیرت والدہ نے کیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو مدرسہ میں قرآن پاک پڑھنے کے لیے مشہور زمانہ بزرگ اور مفسر قرآن استاد صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے فرمایا۔ پیدائش سے پہلے بشارت دی گئی تھی کہ تمہارے گھر ایک چراغ روشن ہونے والا ہے جو ایک عالم کو پرنور بنائے گا۔ اس کا شمار خدا کے محبوبین اور مقربین میں ہوگا، میں اسے اپنی فرزندی میں قبول کرتا ہوں۔ اس کا نام عبدالخالق رکھنا۔ یہ بشارت دینے والے خضر علیہ السلام تھے جو اللہ کے ایک کامل بندے کی دنیا میں آمد کی خوشخبری آپ کے والدین کو دے رہے تھے اس لیے کہ بچے کی پرورش بھی اسی نہج پر ہو۔

حضرت خواجہ عبدالجلیل امام رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں، آپ اکابر اولیاء میں سے تھے، اپنے وقت کے مقتداء اور عالم ظاہر و باطن تھے۔ روم سے دیار ماوراء النہر سے بخارا میں آئے اور وہاں کے مشہور شہر غجدوان میں سکونیت اختیار فرمائی۔

حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ جو کہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، انہوں نے جب بشارت دینے والے کو دیکھا تو نہایت شرما کر فرمایا حضرت آنے والے مہمان کی بشارت میرے بجائے ان کے والد ماجد کو دی جاتی تو بہتر تھا۔ انہوں نے فرمایا آپ کو ہم اس لئے بشارت دے رہے ہیں کہ حضرت خواجہ عبدالجلیل امام رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس خوشی کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں گے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت کی والدہ کو اپنی دنیا اندھیر ہوتی نظر آئی، لیکن ساتھ ہی آنے والے مہمان کی خدا کی بارگاہ میں مقبولیت دیکھ کر حوصلہ ہوا۔

اس بشارت کے ٹھیک تین ماہ بعد حضرت خواجہ عبدالجلیل واصل بحق ہوئے اور اپنے چہیتوں کو سوگوار چھوڑ گئے۔ لیکن وقت خود ایک بہت بڑا حکیم ہے، اس نے حضرت کی جدائی کے زخموں کو مندمل کرنا شروع کیا اور ٹھیک چھ ماہ بعد حضرت خواجہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ایک

حسین وجمیل بچہ تولد ہوا، جس کا نام مبارک مردِ کامل کی بشارت کی وجہ سے عبدالخالق رکھا گیا۔وقت کی گھڑیاں گذرتی رہیں اور بچہ اپنی ماں کے زیرسایہ پرورش پانے لگا حتیٰ کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو مدرسہ میں قرآن پاک پڑھنے کے لئے مشہور زمانہ بزرگ اور مفسر قرآن استاذ صدرالدین کے حوالے فرمایا۔ایک روز دورانِ تدریس قرآن پاک کی یہ آیت آئی

اُدعُوا ربَّکُم تضَرُّ عاًوَّ خُفیۃً اِنّہ Wلاَ یُحِبُّ المُعتَدِ ین Ý (الاعراف ع 1)

ترجمہ: تم اپنے رب کو گریہ وزاری اور پوشیدگی کے ساتھ پکارو، بے شک وہ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۔

تو ذہین شاگرد نے فوراً استاذ محترم سے سوال کیا کہ استاذ محترم! میں اس اخفاء اور پوشیدگی سے متعلق جاننا چاہتا ہوں کہ جس کا یہاں خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے، مزید براں یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے۔استاد صاحب اپنے ذہین شاگرد کا اچانک یہ سوال سن کر ششدر رہ گئے اور پھر کچھ دیر سوچ کر فرمایا کہ ذکرخفی اس لئے بہتر ہے کہ اس سے عبادت اور دکھاوے میں فرق واضح ہوجاتا ہے۔عبادت کو اگر علی الاعلان کیا جائے تو غرورو ریاء کا خدشہ ہے، جبکہ پوشیدہ عبادت میں اس کا احتمال نہیں۔استاد محترم کے اس مختصر جواب سے ہونہار شاگرد کی تسلی نہ ہوئی اور مزید تفصیل جاننے کے لئے تقاضا کیا۔استاد نے جان چھڑانے کی خاطر کہا کہ عبدالخالق تمہاری عمر کا تقاضا نہیں ہے کہ تمہیں تفصیل سے جواب دیا جائے کیونکہ تم سمجھ نہ پاؤ گے۔ذہین شاگرد نے کہا کہ جناب آپ میری عمر کو نہ دیکھیں میری طلب اور شوق کی طرف نظر کریں۔آپ بتائیں میں یقیناً سمجھ جاؤں گا۔استاد محترم نے کہا کہ عبدالخالق وہ کیا خدشے ہیں جو کہ تمہارے سوال سے پیدا ہوتے ہیں، ان کا جواب دوں۔عبدالخالق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا مقام ذکر میں اعضاء سے حرکت کرے تو ذاکر کے ذکر سے دوسرا شخص واقف ہوجاتا ہے اور ذکر خفیہ نہیں رہتا، اور اگر دل سے ذکر کرے تو اس کا اثر شیطان پر پڑتا ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ

اَلشَیطَانُ یَجرِی فِی عُرُ وقِ ابنِ آ دَمَ مَجرَ یٰ الدَّ مِ

کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، وہ ذکر سے واقف ہوجاتا ہے۔استاد محترم نے جواب سنا تو نہایت درجہ حیران ہوئے اور فرمایا کہ عبدالخالق تمہارے اس سوال کا جواب علم لدنی سے ہے جو میرے بس کی بات نہیں، جتنا مجھے خدا نے دیا ہے تمہیں پڑھا دوں گا، لیکن تمہارے علم کی تکمیل کوئی مرد کامل ہی کریگا۔ہونہار اور ذہین شاگرد نے دن رات ایک کرکے ظاہری تعلیم سے فراغت حاصل کرلی۔لیکن دل کی پیاس تھی کہ بڑھتی ہی جارہی تھی۔آپ مردِ کامل کی تلاش میں پھرتے رہے اور ایک وقت اس میں گذر گیا۔آخر

بہت دنوں بعد اپنی والدہ ماجدہ سے نہایت مایوس کن لہجے میں عرض کیا کہ امی حضور جن کی مجھے تلاش ہے وہ کہیں مل نہیں پا رہے۔ والدہ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا جب تم پیدا نہیں ہوئے تھے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہاری بشارت دی گئی اور تمہارا نام بھی بتا دیا گیا تھا، جب منزل کا تعین پیدائش سے قبل ہی کر دیا گیا ہے تو یقیناً وہ مسبب الاسباب تمہیں تشنہ نہیں چھوڑے گا اور تمہاری روح کی تکمیل کے لئے ضرور سامان مہیّا فرمائے گا۔ والدہ کی طرف سے تسلی آمیز کلمات سنکر حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو سکون ملا اور پھر راہِ گم گشتہ کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ جہاں مردِ کامل کی تلاش میں تھے وہیں پر آپ خود ہی ذکر قلبی اور ذکر خفی کرتے رہتے تھے۔ ہر وقت یادِ محبوب میں خود کو شاغل رکھتے تھے۔ ایسے ہی ایک روز آپ بعد نماز عشاء محویت کے عالم میں بیٹھے تھے کہ آپ کو کسی نے آواز دی۔ آپ چونکے، اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اپنا وہمہ خیال کر کے دوبارہ ذکر میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آواز آئی تو آپ نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک نہایت حسین جمیل صورت بزرگ تشریف فرما ہیں۔ حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ بزرگ سے اٹھ کر ملے۔ بزرگ گویا ہوئے کہ عبدالخالق تمہیں مردِ کامل کی تلاش تھی اور رب تعالیٰ نے مجھے خود ہی تمہارے پاس بھیجدیا ہے۔ حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ جناب میں تو آپ کو پہچانا ہی نہیں، بزرگ نے نہایت محبت آمیز لہجے میں فرمایا کہ بیٹا میں وہی ہوں جس نے تمہاری پیدائش کی خوشخبری سنائی تھی اور میرا کام لوگوں کو راستہ دکھانا ہے۔ حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نہایت درجہ خوش ہوئے اور بزرگ کی خدمت میں عرض کیا جناب ابھی آپ میرے ساتھ میرے گھر چلیں گے۔ بزرگ نے چند شرائط پیش کیں۔

1۔ میں تمہارے ساتھ کچھ کھاؤں پیئوں گا نہیں

2 ۔ میں تمہارے ساتھ اقامت اختیار نہیں کروں گا

3 ۔ میرا تعلق صرف اور صرف تمہاری ذات تک محدود رہے گا، میں تمہارے کسی عزیز دوست رشتہ دار سے نہیں ملوں گا اور

4 ۔ چوتھی شرط یہ کہ تم میری کسی بھی بات پر مجھ سے اس کی وجہ نہیں پوچھو گے اور میرا تعارف نہیں چاہو گے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے وعدہ فرمالیا کہ انہیں یہ تمام شرائط منظور ہیں اور میں ان پر کماحقہ عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ ان شرائط کے ساتھ ہی اس مردِ کامل نے حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا اب میں تمہیں اپنی فرزندی میں لیتا ہوں اور تمہیں ایک سبق بتاتا ہوں، اس پر مداومت کرو تا کہ تم پر اسرار و رموز منکشف ہوں۔ پھر اس مردِ کامل نے حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو وقوف عددی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ دل کی گہرائیوں سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہو۔ حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی

کیا اور اس ورد میں مشغول ہو گئے اور بہت جلد انہیں اس بات کا احساس ہو گیا کہ علم و اسرار کے بوجھ سے ان کا وزن بڑھتا جا رہا ہے۔
حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی عمر 22 برس کی ہو چکی تھی اور حضرت خضر علیہ السلام کی تربیت میں ایک عرصہ ہو چلا تھا کہ یکا یک غلغلہ بلند ہوا کہ بخارا میں مشہور زمانہ بزرگ خواجۂ خواجگان خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اب میرا کام ختم ہوا، جن کا ہمیں انتظار تھا وہ تشریف لائے ہیں، اب وہ آپ کی تربیت کریں گے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نہایت متعجب ہوئے اور پوچھا جناب کیا یہ اہل اللہ میں سے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بے شک یہ اہل اللہ کے سرکردہ ہیں اور وہی آپ کی روحانی تربیت فرمائیں گے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر سبق کے ساتھ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نہایت متعجب ہوئے کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی سے منتظر ہیں اور بڑھ کر حضرت خضر علیہ السلام سے مصافحہ فرمایا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب اس لڑکے کی اب آپ تربیت فرمائیں گے، اسے اپنی فرزندی میں قبول فرمائیں۔
حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جناب میں بخارا اِن کے لئے ہی آیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹا اب یہ تمہارے مرشد ہیں، تمہیں ان کے پاس رہ کر روحانی ترقی کی منازل طے کرنا ہوں گی۔ اس پر حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جناب میں تو اب تک آپ کو ہی اپنا مرشد سمجھتا رہا ہوں۔ بزرگ نے فرمایا کہ اب ابو یوسف ہمدانی تمہارے مرشد ہیں، یہ فرما کر وہ تشریف لے گئے۔ آخر حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد مربی سے عرض گذار ہوئے کہ حضور آپ میرے مرشد ہیں، کیا آپ میرا ایک مسئلہ حل فرمائیں گے۔ حضرت ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے وعدہ فرمالیا کہ جو پوچھو ہم انشاء اللہ بتائیں گے۔ اس پر حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا جناب یہ بزرگ جو مجھے آپ کی خدمت میں لے کر آئے تھے یہ کون ہیں؟ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا تم اپنا سوال واپس نہیں لے سکتے۔ آپ نے عرض کیا کہ جناب سوال واپس لینے کے لئے نہیں کیا گیا۔ اس پر حضرت ابو یوسف علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ میرے مرشد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو حیرت کے ساتھ فرمایا کہ یہ حضرت خضر ہیں، افسوس کہ اتنا عرصہ حضرت کے ساتھ رہا لیکن پہچان نہ سکا۔ آپ نے فرمایا کہ اب افسوس کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اب تم میری باتوں پر عمل کرو، خدا نے چاہا تو دور دور تک تمہارا کوئی جواب نہ ہوگا۔ اس کے بعد حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد حقانی کی خدمت میں رہنے لگے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے پیر سبق ہیں تو حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پیرِ صحبت و پیر خرقۂ خلافت ہیں۔ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ مبارکہ ذکر بالجہر تھا یعنی آپ بلند آواز سے ذکر اختیار فرماتے تھے اور اسی کی ترویج فرماتے تھے۔ جبکہ حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ ذکر خفی کو اختیار کئے

ہوئے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام نے بھی ذکر قلبی کا ہی طریقہ آپ کو ودیعت فرمایا تھا۔ اس لئے آپ نے حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اسی طریقہ یعنی ذکر خفی کو جاری رکھا اور انہوں نے آپ کو منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے پوچھنے پر یہی ارشاد فرمایا کہ تم اسی طریقہ پر کار بند رہو جس پر پہلے دن سے عمل پیرا ہو۔ ایک عرصہ کے بعد حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ خراسان تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو یہی فرمایا کہ آپ یہیں رہیں گے اور طریقۂ عالیہ کی اشاعت فرمائیں گے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے تشریف لے جانے کے بعد وہیں بخارا میں ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ اپنی روش و حالات کو اغیار کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور وہی جگہ خانقاہ اور آستانہ بن گیا۔

آپ طریقۂ عالیہ کی اشاعت پر کمر بستہ ہوئے اور مجلس وعظ و نصیحت قائم فرمائی۔ آپ جب لوگوں کو تلقین فرماتے تو جذبہ و وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی اور ہوحق کا غلغلہ بلند ہو جاتا۔ آپ پر رازِ الٰہی منکشف ہونے لگے تھے، آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی اور ایک دنیا تھی کہ آپ کی طرف امنڈتی چلی آتی تھی۔ آپ نے سالکانِ طریقت فقراء کرام کی اصلاح نفس اور قربِ خداوندی کے حصول کے لئے لوگوں کو چند اصطلاحات بتائیں اور نصیحت فرمائی کہ انہیں ہمیشہ یاد رکھو اور انہیں سمجھو اور خلوص دل سے ان پر کار بند ہو جاؤ تا کہ دین و دنیا کی سرخروئی حاصل ہو۔ لوگوں نے اصطلاحات سے متعلق جب آپ سے استفسار کیا تو آپ نے جواب دیا کہ

1۔ ہوش دردم، 2۔ نظر برقدم، 3۔ سفر در وطن، 4۔ خلوت در انجمن، 5۔ یاد کرد، 6۔ بازگشت، 7۔ نگاہ داشت، 9۔ وقوف عددی، 10۔ وقوف زمانی، 11۔ وقوف قلبی۔

سننے والوں کے ہوش جاتے رہے، زبانیں گنگ ہو گئیں اور شعور نے جواب دے دیا۔ کسی نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا حضرت ہم ناقص العقل ہیں، ذرا ان کی وضاحت بھی فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم وضاحت چاہتے ہو تو سنو کہ

1۔ ہوش دردم سے مراد یہ ہے کہ انسان کا ہر سانس یاد اللہ کیلئے وقف ہو، کسی بھی سانس کو ضائع نہ ہونے دیا جائے۔ جس سانس میں خدا کی یاد نہ ہوئی وہ لمحہ غفلت میں گذرا۔ سانس کے اندر جاتے اور باہر آتے دونوں میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ غفلت کا لمحہ نہ ملنے پائے۔

2۔ نظر برقدم کا مطلب یہ ہے کہ سالک راہ چلنے میں نگاہ اپنے پاؤں کی پشت پر رکھے تا کہ بیجا نظر اِدھر اُدھر نہ پڑے اور دل محسوسات متفرقہ سے پراگندہ نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات مانع حصول مقصود ہے۔ یا اس بات کا مطلب یہ ہے کہ سالک کا قدم باطن اس کی نظر باطن سے پیچھے نہ رہے۔

3۔ سفر در وطن کا اصل مطلب یہ ہے کہ سفر در نفس۔ انسان کو دنیاوی سفر کی بجائے اپنے اندر کا سفر اختیار کرنا چاہیئے۔ دنیاوی سفر اسی قدر اختیار کرے کہ پیر کامل تک رسائی حاصل ہو جائے، دوسری حرکت جائز نہیں۔ اگر اپنے پیر کی قربت اور محبت میسر ہو جائے تو انسان کو سفر سے گریز کرنا چاہیئے۔

4۔ خلوت در انجمن سے مراد یہ ہے کہ انجمن جو تفرقہ کی جگہ ہے اس سے تعلق رکھنے کے باوجود از راہ باطن حق تعالیٰ کے ساتھ خلوت رکھے اور غفلت کو دل میں راہ نہ دے۔ یعنی بازار سے گذرتے ہوئے ذکر میں اس قدر مشغول ہو کہ بازار کے شور و غل کو نہ سن سکے۔ شروع میں یہ معاملہ بتکلف ہوتا ہے اور آخر میں بے تکلف۔

5۔ یاد کرد کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہے، ذکر خواہ زبانی ہو یا قلبی۔

6۔ بازگشت سے یہ مراد ہے کہ جب ذاکر کلمۂ توحید کا دل سے ذکر کرے تو ہر بار حکم توحید کے بعد اپنے دل کی زبان سے یہ کہے کہ خدایا میرا مقصود تو اور تیری رضا ہی ہے۔

7۔ نگاہ داشت کا مطلب یہ ہے کہ قلب کو خطرات و حدیثِ نفس سے نگاہ رکھے، یعنی کلمہ طیبہ کی تکرار کرتے وقت دل کو تمام وسوسوں سے دور رکھے۔ اور بہتر یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کا ورد حبس دم کے ساتھ ہو۔

کسی نے سوال کیا حضرت یادداشت کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا

8۔ یادداشت سے مراد یہ ہے کہ دوام آگہی بحق سبحانہ (یعنی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اللہ رب العزت کا ذکر قلب و روح میں سرایت کر جائے) اور یہ دوام آگہی اس حد تک غالب ہو کہ سالک کو اپنے وجود کا بھی شعور نہ رہے (اور جب اس بے شعوری کا بھی شعور نہ رہے تو

یہ فنائے فناء کہلاتا ہے اور یہی یادداشت ہے)۔ایک خادم نے ادب سے اٹھکر عرض کیا حضرت نگہداشت اور یادداشت میں کیا فرق ہے۔فرمایا نگہداشت میں طالب اپنی کوشش سے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور یادداشت میں بلا کوشش خود بخود قلب خدا کی طرف متوجہ و مشغول ہو جاتا ہے۔

9۔ ﴾وقوف عددی ﴿۔اس سے مراد ذکر نفی اثبات میں عدد ذکر سے واقف رہنا ہے،یعنی ذاکر اس ذکر میں سانس کو طاق عدد پر چھوڑے نہ کہ جفت پر،جیسے 3، 5، 7، 11، 13 ۔کیونکہ ارشاد ہے اللہ وتر یحب الوتر خدا ایک ہے اور اکیلے کو دوست رکھتا ہے۔

10۔ ﴾وقوف زمانی ﴿سے مراد ہے کہ واقف نفس رہے، پاس انفاس کو ملحوظ رکھے یعنی محاسبہ رکھے کہ سانس حضور میں گذرتا ہے یا غفلت میں۔بصورت اطاعت شکر بجالائے اور بصورت غفلت و معصیت میں عذر خواہی کرے اور استغفار کرے۔یہ محاسبہ کہلاتا ہے۔

11۔ ﴾وقوف قلبی ﴿سے مراد یہ ہے کہ سالک ہر آن ہر لحظہ اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے اور قلب خدا کی طرف متوجہ رہے تاکہ سب طرف کی توجہ ٹوٹ کر معبود حقیقی کی طرف توجہ رہ جائے اور خطرات اور وسوسے قلب میں داخل نہ ہوں،خصوصاً ذکر کے وقت اس کا پورا پورا خیال رکھے۔وقوف قلبی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بہت ضروری اور رکن عظیم ہے اور دارومدار طریقہ نقشبندیہ کا سی پر ہے۔

آپ کی اس تشریح وتقریر کا لوگوں پر زبردست اثر ہوا اور لوگوں کو آپ کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوا۔جو لوگ آپ کو ایک عام انسان کی نظر سے دیکھتے تھے ان کے دلوں میں آپ کی ہیبت اور رعب بیٹھ گیا اور مریدین کے دلوں میں آپ کی عزت وتکریم میں زیادہ اضافہ ہوا۔

آپ پر خوف خدا کا ہر وقت غلبہ رہتا تھا اور عموماً گریہ وزاری کی حالت میں رہتے۔ایک روز آپ اپنے عبادت خانے میں گریہ وزاری میں مشغول تھے۔آپ کے دوستوں نے عرض کیا کہ حضور آپ پر خدا تعالیٰ کی بہت مہربانیاں ہیں اور آپ خود بہت خوبیوں کے مالک ہیں، پھر آپ میں اتنا ڈر اور خوف کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی پر غور کرتا ہوں تو بدن سے جان نکلنے کے قریب ہو جاتی ہے کہ شاید مجھ سے کوئی ایسا کام ہو گیا ہو جس کا مجھے علم نہ ہو اور وہ بارگاہ الٰہی میں ناپسندیدہ ہو۔اس خوف کا ہی غلبہ تھا کہ آپ کہاں بیٹھتے تو ایسے رہتے کہ گویا آپ کو قتل کرنے کے لئے بٹھایا گیا ہے۔

ایک دفعہ آپ کی مجلس میں ایک درویش بہت زیادہ باتیں کر رہا تھا۔دوران گفتگو درویش نے کہا کہ اگر خدا مجھے یہ اختیار دے کہ میں اپنے لئے جنت کو پسند کروں یا دوزخ کو،تو میں دوزخ کا انتخاب کروں گا۔لوگوں نے حیرانی سے پوچھا کہ کیوں،تو درویش نے جواب دیا کہ میں

نے آج تک اپنی خواہش کی پیروی نہیں کی، اگر مجھے جنت یا دوزخ میں جانے کا اختیار مل جاتا ہے تو لازمی امر ہے کہ میری خواہش ہوگی کہ میں جنت میں جاؤں۔ لیکن میں اس کے برعکس کروں گا اور دوزخ میں جانا پسند کروں گا۔ درویش کی یہ بات سن کر لوگوں نے اس کی بہت تعریف کی اور اس کے لئے داد وتحسین کا آوازہ بلند کیا۔ درویش کی یہ ساری گفتگو حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ بھی سن رہے تھے۔ آپ بہت زیادہ ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا اے شخص خدا تجھے معاف فرمائے، تو اپنے منہ سے کیا گمراہی بک رہا ہے۔ پہلے تو یہ بتا کہ تیری حیثیت کیا ہے۔ درویش سوال نہ سمجھا تو آپ نے دوبارہ فرمایا کہ تیری اور خدا کی حیثیت میں کیا فرق ہے؟ درویش نے جواب دیا کہ خدا ہر چیز کا خالق و مالک اور میں اس کا ناچیز بندہ ہوں۔ آپ نے نہایت جلال کے ساتھ فرمایا جب تجھ میں اور تیرے رب میں برابری والی کوئی بات ہی نہیں تو پھر تجھ میں اتنی قدرت واختیار کہاں سے آ گیا کہ اپنی مرضی سے جنت یا دوزخ کا انتخاب کرتا پھرے، بندے اور خادم میں تو اختیار کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ تجھے تو اس طرح کہنا چاہیئے تھا کہ جہاں میرا مالک چاہے مجھے بھیجدے اس کے حکم اور مرضی کی سرتابی کی ہم میں جرات کہاں۔ درویش آپ کی علمیت اور مرتبہ سے مبہوت ہو کر رہ گیا اور کچھ دیر مجلس پر سکوت طاری رہا۔ پھر درویش دوبارہ بولا حضرت میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پوچھ جو کچھ پوچھنا چاہے، خدا نے چاہا تو میں تیرے سب سوالوں کا معقول جواب دوں گا۔ درویش نے کہا کہ حضرت کیا سالکانِ طریقت پر بھی شیطان غالب آ سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جو سالک مقام فناء نفس کے درجے پر نہ پہنچا ہو اس پر شیطان غالب آ سکتا ہے اور عموماً شیطان غصہ کی حالت میں انسان پر غالب آتا ہے لیکن وہ لوگ جو فناء نفس کے مقام پر پہنچ جاتے ہے ان کو غصہ نہیں آتا بلکہ انہیں غیرت آتی ہے اور جہاں غیرت ہوتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے، اور یہ خصوصیات صرف ان لوگوں میں پائی جائیں گی جو کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی منزل کو تلاش کرتے ہیں۔

مجلس ذکر جمی تھی اور معرفت وقربت کے جام لنڈھائے جا رہے تھے اور درس تصوف کا سلسلہ جاری تھا کہ دوران محفل ایک خادم نے سوال کیا کہ حضرت فراغت سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ فراغت سے مراد دل کی فراغت ہے۔ خادم نے وضاحت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ محبت دنیا دل میں راہ نہ پائے، نہ یہ کہ دنیا کی مشغولی سے آزاد رہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم سے خدائے پاک نے فرمایا کہ

فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۷

ترجمہ: اپنے دل کو خالی کر کے ہماری یاد میں مشغول ہوں ۔

چونکہ اہل اللہ کی خرید وفروخت ذکر اللہ تعالیٰ میں رکاوٹ نہیں بنتی اس لئے خدا تعالیٰ نے اس جماعت کی تعریف کی ہے اور مردانگی کو انہی کے

لئے ثابت فرمایا ہے۔

رِجَال لَا تُلھِیھِم تِجَارَۃ وَلَا بَیعُ عَن ذِکرِ اللہِ

ترجمہ: ایسے مرد ہیں کہ نہیں غافل کر سکتی اُن کو ذکر الٰہی سے تجارت اور خرید و فروخت ۔

آپ نے خادم سے فرمایا کہ اگر تم ان لوگوں میں سے ہو تو تمہیں مبارک ہو۔

عاشورہ کے موقع پر لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ فروکش تھے اور لوگ آپ سے سوالات کر رہے تھے کہ اسی دوران ایک نہایت خوبصورت نوجوان محفل میں آیا۔ اس کے جسم پر نہایت خوبصورت خرقہ اور کاندھے پر سجّادہ یعنی جائے نماز تھی اور وہ خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ لوگوں کے سوالات کچھ کم ہوئے تو وہ نوجوان اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے عرض کیا کہ میرا ایک سوال ہے۔ آپ نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میں جانتا ہوں تو کیا سوال کرے گا، اگر تو سوال نہ کرے تو بہتر ہے۔ نوجوان نے عرض کیا کہ حضرت میں اپنے سوال کا جواب لیئے بغیر یہاں سے نہ ٹلوں گا، آپ کی صحبت ہی تو وہ جگہ ہے جہاں سے لوگ علم کی تشنگی دور کرتے ہیں، پھر بھلا میں اپنی پیاس بجھائے بغیر کس طرح چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر واقعی تو علم کی پیاس بجھانے آیا ہے تو ٹھیک ہے مگر خدا سے دعا کر کہ وہ تجھے شرمندگی سے بچائے۔ نوجوان نے عرض کیا کہ حضرت رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مؤمن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔

اِتَّقُوا فِرَاسَۃِ المُؤمِنِ فَاِنَّہٗ یَنظُرُ بِنُورِ اللہِ

میں نے بہت کوشش کی کہ اس بات کی وضاحت سمجھ میں آ جائے لیکن بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ آپ مہربانی فرما کر اس کی وضاحت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا اے نوجوان اس حدیث کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ تو مجھے اپنے زہد و تقویٰ کے لبادے سے دھوکہ نہ دے اور ردائے سجادگی اور خرقہ اتار اور زنار کو توڑ کر ایمان قبول کر لے۔ تمام حاضرین مجلس حیران ہو گئے اور پکارنے لگے کہ حضرت کیا یہ نوجوان مشرک ہے۔ نوجوان بہت حیران ہوا اور عرض کیا کہ حضرت آپ کیا فرما رہے ہیں، میرے پاس ہرگز زنّار نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جو کچھ بھی کہا ہے مؤمن کی فراست سے کہا ہے اور خدا کا نور کبھی دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ لیکن نوجوان انکار پر مصر رہا اور اپنے سوال کا تقاضا کرنے لگا۔ آپ نے جلال کے ساتھ اپنے خادم کو حکم دیا کہ اس کے پاس جا کر اس کا خرقہ اتار دے تا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ تم

سب بھی دیکھ لو۔خادم نے اس نوجوان کو پکڑ لیا اور زبردستی اس کا خرقہ اتار دیا۔حاضرین مجلس یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ حضرت صاحب نے جس زنار کا بغیر دیکھے اعلان فرمایا تھا وہ اس نوجوان کے بدن پر موجود تھا۔لوگوں میں توبہ واستغفار کا غلغلہ بلند ہوا اور نوجوان شرمندگی محسوس کرر ہا تھا۔آپ نے نوجوان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ وقت ندامت اور شرمندگی کا نہیں بلکہ ہمت کا وقت ہے کہ جس زنار کی وجہ سے تجھے شرمندگی اٹھانی پڑی اسے کاٹ کر پھینک دے اور ایمان لے آ تا کہ تجھے بھی مؤمن کی فراست حاصل ہو جائے۔نوجوان پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور اس نے آپ کے حکم سے زنار توڑ کر پیروں تلے مسل دیا اور حضرت کی خدمت میں عرض گذار ہوا کہ میں نے آپ کا حکم مانا اب آپ بھی مجھ پر نظر کرم فرمائیں۔آپ نے اس نوجوان کو اپنے قریب کر کے اسے کلمہ پڑھوا کر دائرہ اسلام میں داخل کر لیا۔اس پر حاضرین مجلس نے صدائے تحسین بلند کی۔آپ لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے کہ ابھی تم نے کیا دیکھا ہے۔لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ کے نور سے دیکھنے والے مؤمن کی فراست۔آپ نے فرمایا آؤ ہم بھی اس نو مسلم کی طرح اپنے زنار توڑ ڈالیں اور ازسرِ نو اسلام لائیں۔جس طرح اس نے ظاہری زنار توڑا ہے ہم اپنے زنار باطنی یعنی خود پسندی، عجب، تکبر کو توڑ ڈالیں تا کہ اس نوجوان کی طرح ہم بھی بخشے جائیں۔

آپ کے اس فرمان اور بیان میں دلِ دردمند کی تڑپ تھی کہ لوگوں پر جذب و وجد کی کیفیت سی طاری ہو گئی اور سب آپ کے قدموں میں گر گئے اور آہ وبکاء کا آوازہ بلند ہونے لگا اور سب لوگ پکار اٹھے حضرت ہمارے لئے دعا فرمایئے، ہم سب زنار خود پسندی سے توبہ کرتے ہیں۔آپ نے سب کو تسلی دی اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا خدا تمہیں معاف فرمائے، اور آپ نے اختتامی دعا فرمائی اس طرح مجلس برخواست ہوئی۔

آپ کی زندگی مبارک ایسے سینکڑوں واقعات سے پر ہے جن کو حیطۂ تحریر میں لانا کار داد ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے شادی بھی کی اور دنیاوی زندگی کو بھی بحسن وخوبی نبھایا اور اپنی اولاد کو بھی وہی درس دیا جو دوسروں کو دیتے رہے۔آپ نے ایک مرتبہ اپنے فرزند معنوی اور چہیتے خلیفہ حضرت اولیاء کبیر رحمۃ اللہ علیہ کو ایک نصیحت نامہ تحریر فرمایا اور تاکید فرمائی کہ اسے اچھی طرح پڑھانا اور خوب سمجھ سمجھ کر پڑھنا، بار بار حتیٰ کہ یہ زبانی یاد ہو جائے اور پھر بغیر کسی خوف کے اس پر عمل کرنا شروع کر دینا، کیونکہ وہی دنیا وآخرت کی نجات کا ذریعہ بنے گا۔حضرت خواجہ اولیاء کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے جب نصیحت نامہ کھولا تو اس میں وہ سب باتیں موجود تھیں جو ایک کامل مرد مؤمن کو درکار ہو سکتی ہیں۔تبرکاً ان نصیحتوں کو یہاں اختصار سے رقم کیا جاتا ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اے فرزند تقویٰ کو اپنی خصلت بناؤ اور وظائف وعبادات پر مضبوطی سے جمے رہو اور اپنے حالات کا محاسبہ کرو، خدا اور اس کے رسول برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور والدین کے حقوق ادا کرو، نماز باجماعت ادا کرنا، حدیث وتفسیر اور فقہ کی تعلیم ضرور

حاصل کرنا، جاہل صوفیوں سے پرہیز کرنا کیونکہ وہ دین کے چوراور مسلمانوں کے راہزن ہیں، اپنے احوال ہمیشہ دوسروں سے چھپائے رکھنا، طالب ریاست نہ بننا، جو شخص ریاست کا طالب ہوا اس کو طریقت کا سالک نہیں کہا جا سکتا۔ بادشاہوں سے میل جول نہ رکھنا۔ اپنے نام کوئی قُبالہ نہ لکھوانا۔ خانقاہیں نہ بنوانا اور نہ ہی اپنے آپ کو شیخ کہلوانا۔ ہمیشہ روزہ دار رہنا، کیونکہ روزہ نفس کو توڑ دیتا ہے اور فقر میں پاکیزہ اور پرہیز گار رہنا۔ راہِ خدا میں تقویٰ، حلم اور فقر سے ثابت قدم رہنا، جان مال اور تن سے فقراء کی خدمت کرنا اور ان کا دل راضی رکھنا اور ان کی پیروی کرنا اور ان کے راستہ کو یاد رکھنا اور ان میں سے کسی کا انکار مت کرنا سوائے ان چیزوں کے جو مخالف شرع ہوں۔ اور متوکل علی اللہ رہنا کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اس کو تم خلقِ خدا پر خرچ کرنا۔ اپنے نفس کی حفاظت کرنا اور اسے عزت مت دینا۔ کم کھانا، کم پینا اور کم بولنا اور جب تک نیند کا غلبہ نہ ہوا کرے مت سونا اور جلد اٹھنا۔ مجالس سماع میں زیادہ مت بیٹھنا کیونکہ سماع کی زیادتی نفاق پیدا کرتی ہے، سماع کی کثرت دل کو مارتی ہے۔ مگر سماع کا انکار بھی نہ کرنا کیونکہ بہت سے بزرگوں نے اس کو سنا ہے۔ سماع صرف اس کے لئے جائز ہے جس کا دل زندہ اور بدن مردہ (یعنی اپنی خواہش کوئی نہ ہو) اور جس میں یہ دو حالتیں نہ ہوں اس کے لئے زمانہ روزہ میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ مردوں اور عورتوں سے صحبت نہ رکھنا۔ دنیا کی طلب میں منہمک ہونے سے بچنا، کسی س اپنے آپ کو برتر نہ جانو اور نہ ہی کسی سے اپنے آپ کو کمتر خیال کرو۔ بہت زیادہ روؤ، کم ہنسو، قہقہوں سے یکسر پرہیز کرو۔ تمہارا بدن بیمار اور آنکھ روتی رہے، تمہارا عمل خالص، تمہاری دعا میں مجاہدہ ہو، مسجد تمہارا گھر اور کتابیں تمہارا مال ہوں۔ درویش تمہارے رفیق اور زہد و تقویٰ تمہاری آرائش ہو اور تمہارا مونس اللہ تعالیٰ ہو۔ جس شخص میں یہ پانچ باتیں ہوں اسی کے ساتھ دوستی رکھنا۔

1۔ وہ فقیر کو تونگری یا امیری پر ترجیح دے۔

2۔ جو دین کو ہمیشہ دنیا پر ترجیح دے۔

3۔ جو علوم ظاہر و باطن کا عالم ہو۔

4۔ راہِ خدا کی ذلت کو عزت پر فوقیت دے۔

5۔ جو موت کے لئے ہر وقت تیار ہو۔

اے فرزندان نصیحتوں کو خوب یاد کرلو اور عمل کرو۔ جس طرح میں نے اپنے پیرو مرشد سے یاد کیں اور عمل کیا اور تم یاد کرو گے اور عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری دنیا و آخرت میں نگہبانی فرمائے گا۔ جن باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے اگر یہ کسی سالک میں پیدا ہو جائیں تو اس کی بزرگی مسلم ہو جائے اور جو شخص اس کی پیروی کرے گا اپنے مقصود و مطلوب تک پہنچ جائے گا۔

ایک مرتبہ حضرت خواجۂ خواجگان نہایت علیل ہو گئے، اصحاب و مریدین چاروں طرف جمع تھے۔ یکدم حضرت قطب الاقطاب نے چشم مبارک وا فرمائی اور ارشاد فرمایا لوگو تمہیں مبارک ہو کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے اپنی رضامندی کی خوشخبری دی ہے۔ یہ سننا تھا کہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے، اس لئے کہ لوگوں کو یقین تھا کہ اب یہ ماہتاب کامل روپوش ہوا چاہتا ہے۔ آپ نے لوگوں کی جذبانی حالت کو ملاحظہ فرمایا کہ لوگ بار بار دعا کی خواہش کر رہے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا دوستو تم کو مبارک ہو کہ حضرت حق تعالیٰ سبحانہ نے مجھے یہ خوشخبری دی ہے، اس طریقہ کو جو لوگ اختیار کریں گے اور آخر تک اس پر قائم رہیں گے میں ان سب کو بخش دوں گا اور سب پر اپنی رحمت نازل فرماؤں گا۔ پس بہت زیادہ کوشش کرو۔ یہ سننا تھا کہ لوگوں پر جوش وجذبہ اور گریہ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی کہ

یٰاَیَّتُھَا النَّفسُ المُطمَئِنَّۃُ ارجِعِی اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرضِیَّۃ Ý

ترجمہ: اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف آ کہ تو اس سے راض اور وہ تجھ سے راضی ہو ۔

یہ سن کر احباب واصحاب نے دیکھا کہ آپ واصل باللہ ہو چکے ہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی تاریخ وصال پر مختلف آراء ہیں۔ بعض نے 616 ھ، بعض نے 617 ھ اور بعض روایات میں 615 ھ ہے۔ تذکرۃ المشائخ نقشبندیہ اور صوفیائے نقشبند نے آپ کا وصال 12 ربیع الاول 675 ھ لکھا ہے۔ اس طرح یہ آفتاب ولایت منبع علم وعرفان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خالق حقیقی سے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔

قطعۂ تاریخ وصال

خواجہ عبدالخالق آن قطب زمان — غجدوانش بود مراد ومت نیز

خیز چوں آمد خطاب او زحق — گشت تاریخ وفات خواجہ خیز

گفت باا و خیز جبار عزیز

آپ کا مزار پر انوار غجدوان بخارا (موجودہ ازبکستان) میں ہی واقع مرقع خاص وعام ہے۔ اس چمنستان کرم سے آج بھی ہزاروں سیراب ہو رہے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں بھی اپنے اسلاف کی نسبت روحانی حاصل کرتے ہوئے فیض حقیقی اور قرب الٰہی حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے! آمین!

قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کون؟

مسعود چوہدری آپ کی خدمت میں آج سلسلہ نقشبندیہ کے ایک جلیل القدر بزرگ کا تذکرہ پیش کر رہا ہے۔ وقت کی قلت کے باعث اختصار پر پیشگی معذرت خواہ ہوں۔۔۔۔۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ بہت جلیل القدر بزرگ ہیں۔

تاریخ ولادت 23 شعبان 26 ہجری, جائے ولادت مدینہ منورہ۔ آپ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی اور سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا ہیں۔ زہد و عبادت، تقویٰ وطہارت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت یحیٰی بن سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ما ادرکنا فی المدینۃ احدا نفضلہ علیٰ القاسم بن محمد

ترجمہ: کہ مدینہ طیبہ میں حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر فضیلت والا ہمیں کوئی نظر نہ آیا۔

اس کے باوجود کہ آپ مدینہ عالیہ کے مشہور سات فقہاء میں سے تھے، پھر بھی فرماتے تھے

لا نعلم کل ما نسئال عنہ

ترجمہ: یعنی ضروری نہیں کہ جو کچھ ہم سے پوچھا جائے وہ ہم جانتے ہی ہوں۔
نیز فرمایا
ومن العلم لاقو لک لا ادری "

ترجمہ: یعنی یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا بھی ایک طرح کا علم ہی ہے۔

آپ سے بہت سی احادیث رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم مروی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

اعظم النساء برکتۃ ایسرہم مؤنۃ

ترجمہ: کہ عورتوں میں بہتر عورت وہ ہے جس کے اخراجات آسان ہوں۔

آپ نے اپنے والد ماجد کے رحلت فرمانے کے بعد اپنی پھوپھی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے ہاں پرورش پائی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یزدجرد شاہ فارس کی تین لڑکیاں غنیمت میں آئیں جنہیں سیدنا علیٰ رضی اللہ عنہ نے خرید لیا ایک امام حسین رضی اللہ عنہ کو دی جس سے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ دنیا میں تشریف لائے۔ دوسری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دی جس سے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ اور تیسری محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دی جس سے قاسم رحمتہ اللہ علیہ دنیا میں تشریف لائے۔ اسطرح سے آپ امام زین العابدین رض، سالم رض اور قاسم رض خالہ زاد بھائی ہیں۔ آپ کا انتساب علم باطن میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

تذکرۃ الحفاظ، 74: محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی، ناشر: دار الکتب العلمیہ بیروت-لبنان کے مطابق

حضرت قاسم رحمتہ اللہ علیہ علم وعمل کے جامع اور مدینہ کے فقہا سبعہ میں سے ایک تھے، اپنی پھوپھی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رض، ابن عباس رض، عبداللہ بن عمرؓ اور فاطمہ بنتِ قیسؓ سے حدیث پڑھی اور تعلیم حاصل کی اور آپ رح کے بیٹے عبدالرحمٰنؒ، امام زہریؒ، ابن المنکدرؒ، ربیعہ الرائیؒ، افلح بن حمیدؒ، حنظلہ بن ابی سفیانؒ، ایوب السختیانیؒ جیسے ائمہ علم نے روایات لیں اور اکتسابِ علم کیا، آپؒ سے دوسو کے قریب حدیثیں مروی ہیں،

ابوالزناد عبدالرحمٰن (131ھ) کہتے ہیں:

"مارأیت فقیہاً أعلم من القاسم و مارأیت احداً اعلم بالسنۃ منہ"۔

ترجمہ: میں نے قاسم سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا اور نہ کسی کو دیکھا جو ان سے زیادہ سنت جاننے والا ہو۔

یحییٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں" :مَا أَدْرَكْنَا بِالْمَدِينَةِ أَحَدًا نُفَضِّلُهُ عَلَى الْقَاسِمِ "۔
(الکتاب: سیر أعلام النبلاء المؤلف: شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد الذہبی)

ترجمہ: ہم نے مدینہ شریف میں کسی کو نہ پایا جسے قاسم بن محمد پر فضیلت دے سکیں قاسم کبار تابعین اور فقہائے سبعہ (سعید بن المسیب، عروۃ بن زبیر، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، قاسم بن محمد، سلیمان بن یسار، خارجہ بن زید، ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف رحمہم اللہ تعالی) کو فقہائے مدینہ یا فقہائے سبعہ کہا جاتا تھا۔

حضرت قاسم رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ کا فیض امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل ہوا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے چند اقوال نقل کر رہا ہوں۔ غلطی کوتاہی کے پر پیشگی معذرت خواہ ہوں۔۔۔

اللہ کے حق کو پہچاننے کے بعد جاہل بن کر زندگی گزارنا بہتر ہے اس سے کہ وہ ایسی بات کہے جس کا اسے علم نہ ہو۔
(الطبقات لابن سعد 5: / 188، تہذیب الکمال 23: / 433 ، تاریخ الاسلام 3: / 329، سیر أعلام النبلاء 5: / 57)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اختلاف امت کے لیے رحمت ہے۔
(الطبقات 5 : / 189 ، سیر أعلام النبلاء 5: / 60، تاریخ الاسلام 3: / 329)

آدمی کی اپنی عزت کرنا یہ ہے کہ وہ اپنے احاطہ علم سے باہر کوئی بات نہ کرے۔
(تہذیب الکمال 23: / 434 ، سیر أعلام النبلاء 5: / 57)

اپنی بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: بیٹے! ان چیزوں کے بارے میں حلفیہ گفتگو نہ کرو جن کا تمہیں علم نہ ہو۔
(الطبقات لابن سعد 5: / 189)

نئے کپڑے کا میت سے زیادہ زندہ محتاج ہوتا ہے۔

(تاریخ الاسلام 2: ⁄ 330 ،الطبقات 5: ⁄ 193)

آپ 26 جمادی الثانی 101 یا 102 یا 107 ہجری کو سفر حج یا عمرے کے دوران مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے اسلاف کا درست مقام سمجھ کر ان سے اکتساب فیض کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔۔ آمین یا رب العالمین۔۔۔۔ جزاک اللہ خیر۔۔۔۔۔۔

حافظ محمد شیرازی رحمتہ اللہ علیہ

حافظ محمد شیرازی (پیدائش 1315 ء وفات 1390 ء) فارسی کے عظیم ترین شاعر گزرے ہیں۔ آپ کی عشق حقیقی پر کہے گئے شعر ضرب المثل کا درجہ رکھتے ہیں۔
حافظ کی زندہ جاوید تصنیف اس کا دیوان ہے جو غزلیات، قصائد، قطعات اور رباعیوں پر مشتمل ہے۔ یہ دیوان انہوں نے خود مرتب کیا بلکہ ان کے معاصر محمد گل اندام نے ترتیب دیا۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے محمد گل اندام کا مرتب کردہ دیوان بھی آج موجود نہیں۔ اس کے علاوہ حافظ نے تفسیر قرآن بھی تحریر کی۔ محمد گل اندام کے بقول حافظ شیرازی نے کشاف اور مصباح کے حواشی بھی تحریر کیے۔ لیکن افسوس کہ یہ سارا کام دنیا کی نظ سے پوشیدہ ہو گیا۔۔۔۔
عشق حقیقی میں کہے گئے چند اشعار اور ان کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔۔۔۔

دل سراپردۂ محبّتِ اُوست

دیدہ آئینہ دارِ طلعتِ اوست

ترجمہ: ہمارا دل اسکی محبت کا خیمہ ہے اور آنکھ اسکے چہرے کی آئینہ دار یعنی اسی کو دیکھنے والی ہے۔

من کہ سر درنَیاورَم بہ دوکون

گردنَم زیرِ بارِ منّتِ اوست

ترجمہ: میں جو کہ (اپنی بے نیازی کی وجہ سے) دونوں جہانوں کے سامنے سر نہیں جھکاتا لیکن میری گردن اس (حقیقی دوست) کے احسانوں کی زیرِ بار ہے۔

تو وطُوبیٰ وما وقامتِ یار

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّتِ اوست

ترجمہ: تُو ہے اور طُوبیٰ ہے (تجھے جنت کا خیال ہے)، میں ہوں اور دوست کا قد (مجھے اسکے دیدار کا خیال ہے)، ہر کسی کی فکر اسکی ہمت

کے اندازے کے مطابق ہوتی ہے۔

دورِ مجنوں گذشت ونوبتِ ماست
ہر کسے پنج روزہ نوبتِ اوست

ترجمہ: مجنوں کا دور گذر گیا اور اب ہمارا وقت ہے، ہر کسی کا پانچ (کچھ) دنوں کیلیے دور ہے۔

من کہ باشم درآں حرم کہ صبا
پردہ دارِ حریمِ حرمتِ اوست

ترجمہ: میں کون ہوتا ہوں اس حرم میں جانے والا کہ صبا اسکی حرمت کے حریم کی پردہ دار ہے۔

مُلکتِ عاشقی وگنجِ طرب
ہر چہ دارم یُمنِ ہمّتِ اوست

ترجمہ: عاشقی کا ملک اور مستی کا خزانہ، جو کچھ بھی میرے پاس ہے اسکی توجہ کی برکت کی وجہ سے ہے۔

من ودل گر فنا شویم چہ باک
غرَض اندر میاں سلامتِ اوست

ترجمہ: میں اور میرا دل اگر چہ فنا بھی ہو جائیں تو کیا پروا کہ درمیان میں مقصد تو اسکی سلامتی ہے (نہ کہ ہماری)۔

بے خیالَش مباد منظرِ چشم
زاں کہ ایں گوشہ خاص دولتِ اوست

ترجمہ: اسکے خیال کے بغیر نگاہ کا منظر نہ ہو (نگاہ کچھ نہ دیکھے) کہ یہ گوشۂ خاص (بینائی) اسکی دولت ہے۔

گر من آلودہ دامَنم چہ عجب

ہمہ عالم گواہِ عصمتِ اوست

ترجمہ: اگر میں آلودہ دامن ہوں تو کیا ہوا، کہ اسکی عصمت کا گواہ تو سارا عالم ہے۔

ہر گُلِ نو کہ شُد چمن آرائے

اثرِ رنگ و بُوئے صحبتِ اوست

ترجمہ: ہر نیا پھول جو بھی چمن میں کھلتا ہے، اسکی صحبت کے رنگ و بُو کا اثر ہے۔

فقرِ ظاہر مَبیں کہ حافظ را

سینہ گنجینۂ محبّتِ اوست

ترجمہ: حافظ کا ظاہری فقر (غربت) نہ دیکھ کہ اسکا سینہ اسکے (دوست کی) محبت کا خزانہ ہے۔

پیارے اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اپنا قرب خاص عنایت فرمائیں اور پنے دوستوں کی مجلس کا مکین رکھیں! آمین!

چند اشعار

ایک فارسی شاعر حکیم سنائی کا شعر ہے کہ

برخود آنرا کہ پادشاہی نیست

بر گیاہیش پادشاہ شمار

ترجمہ: جس شخص کو اپنی ذات پر حکمرانی نہیں تو اسے صرف گھاس پر بادشاہ شمار کرو (وہ ایک ایسا بادشاہ ہے جسے ایک تنکے پر بھی اختیار نہیں۔)

جبکہ مسعود سعد سلمان کا شعر ہے کہ

ہمہ از آدمیم ما، لیکن

او گرامی تر است کُو داناست

ترجمہ: ہم سب آدمی (سے) ہیں لیکن وہ زیادہ معتبر و معزز ہے جو دانا ہے۔
دانائی کی بات جہاں سے بھی ملے لے لیں خواہ مجھ سا ہیچ انسان ہو یا کوء متقی و فقیہہ۔

مولانا حافظ شیرازی کہتے ہیں کہ

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست

تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز

ترجمہ: عاشق اور معشوق کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے اے حافظ تو خود اپنے لیے اپنا پردہ ہے سو درمیان سے اٹھ جا۔

اگر خادم حافظ شیرازی کے شعر پر کلام کرے تو تو یہ پردہ" میں "یعنی" انا" کا پردہ ہے جس کے اٹھتے ہی انسان ایک ایسی ناقابل بیان دنیا میں داخل ہوجاتا ہے جس کی سیر کرنے والوں کے علاوہ کسی دوسرے کو اسکی چاشنی کا اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔

اسی لیئے مرزا عبدالقادر بیدل نے کہا کہ

چہ لازم باخرد ہم خانہ بودن
دو روزے می تواں دیوانہ بودن

ترجمہ: کیا ضروری ہے کہ ہر وقت عقل کے ساتھ ہی رہا جائے (عقل کی بات ہی سنی جائے)، دو روز دیوانہ بن کر بھی رہنا چاہیئے۔

اور اسی شعر کا پرتو اقبال کے اس شعر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اللہ رب العزت کی محبت میں دیوانہ ہونے میں اور اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے میں یہ ایک" میں "ہی تو ہے جو حائل رہتی ہے۔ اللہ رب العزت کو عقل کی کسوٹی پر ایک حد تک پرکھا تو جاسکتا ہے لیں عالم ناسوت کہ جس عالم میں ہم کھاتے، پیتے، چلتے، پھرتے ہیں اس عالم سے عالم روحانیت کا سفر کہ جہاں پاک روحوں کا اللہ رب العزت سے ملاقات کرنا طے ہے، اس سفر کی ابتداء اپنی ذات کی نفی سے ہوتی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ " لا الہ الا اللہ " کا سبق اکثر سالکین کے لیئے کٹھن ترین ہوجاتا ہے۔
حضرت سلطان العارفین اسی پر کہتے ہیں کہ

نفی اثبات دا پانی ملیا
ہر رگے ہر جائی ہوو۔۔۔۔۔

اللہ رب العزت ہمیں بھی اپنے اندر کی صفاء کرنے کی اور صرف اسی واحد و یکتا کی محبتوں اور جلوں میں غرق رہنے کی توفیق نصیب فرمائے!
آمین

محی الدین ابن العربی سے متعلق چند گذارشات

تحریر وتحقیق مسعود چوہدری

حمد باری تعالیٰ میں محمد فضولی بغدادی کا ایک شعر نظر سے گزرا کہ

یا من بسط الارض واجری الافلاک
ادراک کمالہ کمال الادراک
فی الارض وفی السماء لارب سواک
ما نعبد یا واحد، الا ایاک

ترجمہ: اے وہ کہ جس نے زمین بچھائی ہے اور جو افلاک کو حرکت میں لایا ہے؛ اے وہ کہ جس کے کمال کو درک کرنا ادراک کی تکمیل ہے؛ زمین و آسمان پر تیرے سوا کوئی خدا نہیں ہے؛ تیرے سوا، اے ذاتِ یگانہ، ہم کسی کی عبادت نہیں کرتے۔

ابن عربی ایک صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ دنیائے اسلام کے اکثر ممالک بشمول ہمارے ہاں، ابن عربی کے افکار ونظریات کو وحدت الوجود کے تناظر میں دیکھنے اور پرکھنے کا رجحان اس قدر عام ہے کہ اس یکطرفہ نقد ونظر نے یہ تاثر عام کرنے کی کوشش کی کہ اس عظیم صوفی اور فلسفی کے پاس کوئی اور قابلِ ذکر فکر موجود نہیں ہے۔ جبکہ جرمنی میں ابن عربی کے کثیر الابعاد افکار کا موازنہ ایکات فان ہوک ہائیم (Eckhart Von Hochheim,1260-1327) اور نکولس کیسانیئس (Nicolaus Cusanus,1401-1464) کے نظریات سے کیا جاتا ہے۔
جبکہ جدید ترین فرانسیسی تحقیق کے مطابق ابن عربی کی کل کتب کی تعداد 846 کتب اور رسائل گنوائی گئیں ہیں۔
فہرست المولفات میں شیخ الاکبر ابن العربی نے خود اپنی 250 کتب کا بیان فرمایا جبکہ 633 ھجری میں آپ نے دمشق کے ایوبی سلطان کو سند اور اجازت دیتے ہوئے 290 کتب بتائیں ہیں۔ ولانا جامی نے 500 اور محمد رجب حلمی نے 284 بتاء، اسماعیل پاشا بغدادی نے 475 کتب اور رسائل کے نام لکھے ہیں۔ جورجیا عواد نے 527 کتب تک رساء پاء ہے۔
چونکہ عثمان یحییٰ کی فرانسیسی زبان میں تحقیق سب سے جدید ہے لہذا انہوں نے نہ صرف ہر کتاب کو الگ سیریئل نمبر دیا ہے بلکہ عوام کی رساء سے بھی دور رکھا گیا ہے۔ انکی تحقیق کے مطابق 846 کتب اور رسائل کے خالق ابن عربی ہیں۔

محی الدین ابن عربی کے چند ایک اقوال پیش خدمت ہیں۔۔۔۔۔

ظالم اپنا نام چاہے سونے کے حروف سے لکھوا لے، تاریخ میں وہ ایک سیاہ تحریر ہی ہوتی ہے۔

ظلم روکنے کے لیے اور ظالموں کو عدل کی طاقت دکھانے کے لیے آپ کو حکمرانی نصیب ہو آمین۔ (یہ دعا ارطغل کو اس وقت دی جب ارتغل غازی صرف ایک معمولی جنگجو سپاہی تھا)

بڑی فتوحات چھوٹی شکست سے ہی ملتی ہے۔

تخت، طاقت کی لالچ، عہدوں نے بہت سے بہادروں کو سیدھے رستے سے بھٹکا دیا۔

کمال صبر کی کوکھ سے پھوٹتا ہے۔

کوئی شخص اگر اپنی زبان اور خواہش پر قابو نہیں رکھ سکتا ہو تو وہ کبھی لیڈر نہیں ہو سکتا۔

تقدیر ان سے پیار کرتی ہے جو جد جہد کرتے ہیں۔

انسانوں کا اپنا جوڑ توڑ ہے تو اللہ کا اپنا حساب و کتاب ہے اور کوئی شک نہیں کہ اللہ کا حساب و کتاب سب کے لیے یکساں ہے۔

اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے علاوہ اور کسی کی اندھی تقلید کی اجازت نہیں دی ہے۔ چاہے وہ کتنے ہی بڑے مفسر، محدث اور فقیہہ کیوں نہ ہوں۔ جو شخص اللہ کے قوانین کی نافرمانی کرتا ہے اسے کبھی عزت حاصل نہیں ہوتی چاہے اُس کی شہرت آسمانوں کو چھوتی ہو۔ میں وہ شخص نہیں ہوں جو صرف یہ کہہ کر مطمئن ہو جائے کہ فلاں مصنّف نے یہ کہا ہے اور فلاں نے یہ نہیں کہا۔ انسان کا جہل اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ وہ پتھروں (جواہرات) کو جمع کرتا ہے اور قیمتی اشیاء کو ضائع کر دیتا ہے۔

ہر وہ فلاحی کام جس میں آپ اپنے آپ کو خیرات سمجھتے ہو، اس پر کوئی اعتبار نہیں کرتا ہے۔

مملکت انسانی ایک بادشاہت

آپ نے انسانی مملکت کو ایک بادشاہت سے تشبیہ دی ہے جس طرح ایک مملکت میں بادشاہ، وزیر، مشیر، محافظ، قاضی، سپاہ سالار، فوج اور رعایا ناگزیر ہے ویسے ہی اس جسم انسانی میں بھی یہ سب موجود ہیں۔ انسان اپنی زندگی کے مراحل ویسے ہی طے کرتا ہے جیسے کوئی پودا طے کرتا ہے، یہ جوان ہوتا ہے پھر اس سے بیج لیا جاتا ہے، کئی پودوں کی نسل چلتی ہے جبکہ کچھ کی رک جاتی ہے، پھر یہ پودا بوڑھا ہو کر ختم ہو جاتا ہے انسان کی مثال ایسی ہی ہے شیخ اکبر کے نزدیک اس انسان کا بھائی اور دوسرا پودا یہ کائنات ہے۔ کائنات کے بڑھنے کی مثال انسان میں ناخن اور بال ہیں، کائنات میں چار عناصر ہیں انسان کی تخلیق بھی انہی عناصر سے ہوئی ہے۔ کائنات میں درندے اور وحشی جانور ہیں انسان میں بھی قہر غضب کمینگی اور حسد ہے۔ جیسے کائنات میں نیک روحیں اور فرشتے ہیں ویسے ہی انسان میں اعمال صالحہ ہیں۔ زمین میں موجود پہاڑوں کی مثال انسان میں ہڈیاں ہیں۔ زمین میں بہتے دریاوں کی مثال اس کی رگوں میں گردش خون ہے۔ جیسے کائنات میں سورج ایک روشن چراغ ہے ویسے ہی جسم میں روح ایک روشنی ہے؛ جب یہ جسم سے جدا ہوتی ہے تو جسم اندھیرے میں ڈوب جاتا ہے۔ کائنات میں چاند ہے انسان میں اس کی مثال قوت عقل ہے جیسے چاند سورج سے روشنی اخذ کرتا ہے ویسے ہی عقل روح سے نور اخذ کرتی ہے، جیسے چاند گھٹتا اور بڑھتا ہے ویسے ہی عقل عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہے اور پھر بڑھاپے میں کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ عالم علوی میں موجود عرش کی مثال جسم انسانی میں دل ہے اور اسی طرح کی دوسری مثالیں۔ (التدبیرات الإلہیۃ فی اصلاح المملکۃ الإنسانیۃ، انسانی مملکت کی اصلاح میں خدائی تدبیریں)

قونیا میں آپ کی آمد مشرقی تصوف میں ایک انقلاب کا پیش خیمہ بنی۔ جس کا وسیلہ آپ کے شاگرد اور سوتیلے بیٹے صدرالدین قونوی بنے، جن کی ماں سے آپ کی شادی ہوئی۔ صدرالدین قونوی، جو آگے چل کر تصوف کے علائم میں شمار ہوئے، مولانا جلال الدین رومی کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ آپ نے ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم پر شرح لکھی، جو آج تک حرف آخر سمجھی جاتی ہے۔ وہاں سے آپ بغداد تشریف لائے، وہاں پر یا جیسے دوسری روایات میں آتا ہے، مکہ میں آپ کی ملاقات شیخ شہاب الدین عمر بن محمد السہروردی سے ہوئی۔ دونوں دیر تک بغیر کچھ کہنے کے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے رہے۔ پھر جدا ہو گئے۔ جب بعد میں شیخ شہاب الدین سے پوچھا گیا کہ آپ نے شیخ محی الدین کو کیسا پایا، تو انہوں نے کہا۔ "میں نے انہیں ایک سمندر کی طرح پایا، جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے" ۔ ابن عربی کی رائے شیخ شہاب الدین کے بارہ میں یہ تھی۔" میں نے انہیں ایک عبد صالح پایا"

محی الدین کے معنی" دین کو زندہ کرنے والا" ہیں۔ آپ نے دلوں کو اسطرح سے زندہ کیا کہ سلطنت عثمانیہ کی ابتداء کے آباء سلیمان شاہ، ارطغل غازی کا قبیلہ قاء سے سلطان صلاح الدین ایوبی کی اولاد تک سب ہی آپ کیمعتمد خاص ہو گئے۔ اس اعتماد کے باوجود آپ کبھی انکے درباروں کے چکر لگاتے نہیں پائے گئے بلکہ جب بھی مسلم امہ کے حکمرانوں کو کوء مشکل پیش آئی آپ کے مشوروں اور ہدایات نے

سینکڑوں مسائل کے حل بھی دیئے اور امت مسلمہ کے خلفشار وعناد کو بھی ختم کرنے کا باعث بنے۔

بلاشبہہ آپ پر تنقید اور ارتداد کے فتویٰ موجود ہیں اور ہمارے ہاں بھی انکے مخالفین کی کوء کمی نہیں۔لیکن علمی ابحاث کو ایک طرف رکھ کہ یہ بات سب تسلیم کرتے ہیں کہ ایک صوفی باصفا کی حیثیت سے آپ نے امت مسلمہ کو ایک پرچم تلے اکٹھا کرنے کا اہم ترین کام بہر حال سرانجام دیا۔اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ترکوں نے وہ عروج پایا کہ آج تک انسانی تاریخ اسکی مثالیں دیتی نہیں تھکتی۔۔۔یہ میرا ماننا ہے کہ جہاں بھی آپ سلطنت دیکھیں گے اس کے بالکل ابتداء دور میں آپ کو راہنماء اور راہبری کرنے والے انتہاء زبردست دماغ نظر آئیں گے۔کچھ صورتوں میں وہ صوفیاء ہیں اور کچھ میں میکاولی، چانکیہ، اقبال، رومی، ارسطو، ژوشن، سان ژو اور دیگر سینکڑوں ان جیسے فلسفی، مصلح اور سٹریجٹسٹ ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے اسلاف کی گمشدہ میراث کو حاصل کرتے ہوئے ایک تابناک مستقبل کی داغ بیل ڈالنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین !

علامہ شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ کون؟ علم، عمل، عشق مصطفی ﷺ، اور محبت اہلبیت وصحابہ سے سرشار مجاہد کی حیات پر مختصر گفتگو

علامہ شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ
علم، عمل، عشق مصطفی ﷺ، اور محبت اہلبیت وصحابہ سے سرشار مجاہد کی حیات پر مختصر گفتگو

علامہ شاہ تراب الحق قادری; علم عمل عشق مصطفی ﷺ اور محبت اہلبیت وصحابہ سے سرشار مجاہد کی حیات پر مختصر گفتگو۔ شاہ صاحب نے وطن عزیز کے ساتھ ساتھ دیار غیر میں عشق مصطفی ﷺ کی شمع کو فروزاں کرنے اور اسلام بالخصوص مذہب اہل سنت والجماعت کی تبلیغ کے لئے افریقہ، امریکہ، یورپ، عرب ممالک ودیگر ایشیائی ممالک کے دورے کئے اور فتنہ ہائے قادیانیت، نجدیت، خارجیت اور نیچریت کا پردہ چاک کر کے لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔
علامہ شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش 25 :اگست 1946 ء، وفات 6 اکتوبر 2016 ء) معروف عالم دین اور جماعت اہلسنت پاکستان کراچی کے امیر اور متعدد کتب کے مصنف تھے۔ پاکستان قومی اسمبلی کے رکن، رویئت ہلال کمیٹی کے رکن سمیت کئی سرکاری اور غیر سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ پاکستانی کالم نگار مسعود چوہدری نے خصوصی مقالہ تحریر کیا ہے جو قارئین کے پیش خدمت ہے۔
پاکستان کے قیام میں علمائے اہل سنت کی قربانیاں بغیر کسی طمع، صلے اور لالچ کے تھیں۔ مدینے کے بعد اسلام کے نام پر دوسری بڑی ریاست کے قیام کیلئے محمد علی جناح اور انکے رفقاء کے دست بازو بن کر بھرپور جدوجہد کر کے اقبال کے خواب کو جناح کی قیادت میں تعبیر کی منزل تک پہنچایا۔

قیام پاکستان کے بعد مشائخ عظام اپنے خانقاہوں میں جلوہ گر ہوئے اور علمائے کرام نے دینی مدارس میں ایسے نامور علماء تیار کئے کہ جو پاکستان کی تعمیر دو قومی نظریے کے فروغ اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کیلئے ہمہ تن عملی جدوجہد میں لگے رہے۔ ان ہی علماء حق کی فہرست میں نامور عالم مصنف، مقرر، مفکر حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم امجدیہ جو کہ علامہ امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز کے نام سے موسوم وہاں کے فاضل بن کر ابھرے۔

علامہ شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے، تعلیمی فراغت کے بعد اور دوران تعلیم وطن عزیز کی سیاست پر گہری نظر تھی۔ 60 ء کے عشرے میں حکمرانوں کی طرف سے اسلامی قوانین کے بجائے عائلی قوانین ہو یا ون یونٹ کا قیام اور ملک کے اندرونی وبیرونی جارحیت ہو آپ کی بارعب آواز کی گونج سے ایوب جیسے جابر آمر بھی لرزاں براندام رہے۔

70ء کے عشرے میں وطن عزیز کی نظریاتی اساس اسلامی نظام کے بجائے سوشلسٹ نظام کی داغ بیل ڈالنے کیلئے جب بھٹو نے آغاز کیا تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اکابر علماء کی قیادت میں ٹوبہ ٹیک سنگھ دار السلام میں سنی کانفرنس کے ذریعے نہ صرف بھرپور مخالفت کی بلکہ بھرپور مزاحمتی کردار بھی ادا کیا اور 70ء کے انتخابات میں جمعیت العلمائے پاکستان مغربی پاکستان کی دوسری بڑی پارلیمانی جماعت بن کر اُبھری۔ 1974ء میں قادیانیوں کے فتنے نے سر اٹھایا تو کراچی تا کشمیر، خیبر تا گوادر، ختم نبوت کی تحریک میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عوامی جلسوں میں ان کا دلیرانہ ومجاہدانہ انداز اپنے تو کیا بدعقیدہ گروہ اور مخالف مسالک کے مولوی بھی معترف ہیں۔

1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کردار اور ان کی تقاریر سے حکمرانوں کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور حکمرانوں کی بوکھلاہٹ ان کے چہروں سے عیاں ہوتی تھی۔

1978 سنی کانفرنس ملتان، رائیونڈ کی میلاد مصطفیٰ کانفرنس میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اہل سنت کی تابناک اور درخشاں تاریخ ہے۔
آپ کو نہ صرف وطن عزیز میں ہونے والے سیاسی تبدیلیوں بلکہ عالمی سطح پر ہونے والے سیاسی تغیرات پر بھی گہری نظر تھی۔ وطن عزیز میں ضیاء کے دور میں سفید ریچھ (روسی) اور سفید ہاتھی (امریکہ) کی سرد جنگ اور افغان دھرتی پر روسی جارحیت اور پاکستان کی پرائی آگ میں کودنے کے خلاف اپنا بھرپور موقف کا اظہار کیا اور ان آگ کے شعلوں سے وطن عزیز بھی لپیٹ میں آجانے کے حوالے سے حکمرانوں کو دلائل دئے۔

جب ضیاء نے غیر جماعتی بنیادوں پر قومی وصوبائی اسمبلیوں کے الیکشن کا اعلان کیا تو جے یو پی کے بائیکاٹ کے پیش نظر اہل سنت والجماعت کے اکابرین کا طویل اجلاس کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ انتخابی عمل کو بدمذہبوں کے لئے کھلا نہ چھوڑا جائے، یوں فیصلہ ہوا کہ انتخابات میں حصہ لیا جائے یوں امجدیہ گروپ (جو بعد ازاں نظام مصطفیٰ ﷺ گروپ کہلایا) کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا، یوں چار اراکین امجدیہ گروپ اور چار انکے حمایت یافتہ امیدوار بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ اُن میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شامل تھے جنہوں نے اپنے مخالف اُمیدواروں کو 22 ہزار ووٹوں سے شکست دی، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسمبلی کے ایوان میں اپنے بزرگ اکابرین کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے عوامی نمائندگی کا بھرپور حق ادا کیا اور قومی اسمبلی میں قانون سازی میں بھرپور حصہ لیا اور اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے نہ صرف تجاویز دی بلکہ اسے قانونی شکل دی اور ضیاء آمر اور جونیجو کی سرکار کو کھلی من مانی نہیں کرنے دی اور اسمبلی میں اذان سے پہلے درود وسلام نہ پڑھنے کے حوالے سے ایک تحریک میں بھرپور مخالفت کی اور اسمبلی میں درود وسلام پڑھ کر ضیاء حامیوں کو ہلا کر رکھ دیا اور یوں یہ بل اسمبلی میں کثرت رائے سے اسمبلی کے فلور پر نا کام ہوا۔

گستاخ رسول کی سزا سزائے موت کے قانون 295C کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کردار قومی اسمبلی میں بنیادی اہمیت کا حامل تھا۔ توہین رسالت کے مجرم کی پہلی سزا عمر قید تھی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے یہ عمر قید سے بدل کر سزائے موت میں تبدیل کر دی گئی۔

ساڑھے تین سال اسمبلی کی مدت میں اپنے حلقے کے عوام اپنی مذہبی و دینی فرائض سے تغافلی اختیار نہیں کی بلکہ ہر پانچ نمازوں میں اپنے حلقے کے عوام سے رابطہ رہا اور اسمبلی میں خارجہ پالیسی، داخلہ پالیسی ہر شعبے میں کھل کر اسمبلی میں اپنا موقف پیش کیا اور افغان پالیسی پر محمد خان جونیجو وزیر اعظم اور وزیر خارجہ زین نورانی کی پالیسی کی تعریف بھی کی۔

علامہ شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا پہلو بحیثیت منتظم جماعت اہل سنت جو تین گروہوں میں تقسیم تھی، اس حوالے سے انجمن طلبہ اسلام کے سابق ساتھیوں کی پرخلوص کاوشوں کی نہ صرف حمایت کی بلکہ اپنے گروپ کو ضم کر کے ایک وحدت کی لڑی میں اپنے آپ کو پیش کیا، یوں متحدہ جماعت اہل سنت کراچی کے امیر مقرر ہوئے اور تادم زندگی اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دیا اور کراچی میں سنی عوام کے حقوق کی نگہبانی کا فریضہ انجام دیا اور کراچی کے اضلاع، ٹاؤن اور یوسی کی سطح پر تنظیم قائم کی اور نوجوانوں کے اندر قیادت کی صلاحیتوں کو نہ صرف نکھارا بلکہ ان کو پروان چڑھایا اور ذمہ داریاں تفویض کی۔ انہوں نے کراچی کی سطح پر ماہانہ درس قرآن کا سلسلہ جاری کیا جو ہنوز جاری ہے۔

علامہ شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف کراچی کے سنی عوام کے دلوں کی دھڑکن بلکہ پورے پاکستان کی سنی عوام کی دھڑکن تھے اور پاکستان بھر میں انکے جلسے وخطابات میں عوام مکمل طور پر ان کی آواز کی سحر کے اسیر ہو جاتے اور انکے خطابات میں عوامی انداز، سہل زبان اور لوگوں کو ان کی سمجھ کے مطابق دلائل کے ذریعے خطاب ہوتا تھا۔

شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی تحفظ عقائد اہل سنت کے لئے شبانہ روز محنت کی نجدیت، خارجیت، نیچریت کے فتنے کا بھرپور مقابلہ کیا اور نام بدل بدل کر کام کرنے والی جماعتوں کے فتنوں اور ان کے مکروہ چہروں کو دلیرانہ انداز میں کو بے نقاب کرتے رہے اور تقریر بر محل موقع اشعار ان کی تقریر کا جز ہوتا اور اشعار عوام کے زبانوں پر جاری رہتے۔

علامہ شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ نے وطن عزیز کے ساتھ ساتھ دیار غیر میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع کو فروزاں کرنے اور مذہب، مہذب اہل سنت جماعت کی تبلیغ کے لئے افریقہ، امریکہ، یورپ، عرب ممالک و دیگر ایشیائی ممالک کے دورے کئے

اور فتنہ قادیانیت کا پردہ چاک کیا اور لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔
شاہ تراب الحق رحمۃ اللہ علیہ کی ہمہ جہت شخصیت کا یہ پہلو بھی ہے کہ خطابات کے ساتھ ساتھ تالیف وتصنیف کا کام بھی جاری رکھا اور کئی علمی شہ پارے تصنیف کیے۔جس نے علماء اور عوام اہل سنت میں خوب پذیرائی حاصل کی۔

جماعت اسلامی کا کراچی میں میئر منتخب ہونے کے بعد اہل سنت کی مساجد پر قبضے اور سازشوں کا سلسلہ شروع ہوا تو اس پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور مزاحمتی کردار ادا کیا اور قانونی چارہ جوئی کے ذریعے انکے پنجہ استبداد سے واگزار کرتے رہے اور کراچی کے اطراف و اکناف میں اہل سنت کے خلاف ہونے والی سرکاری سطح پر ناانصافی پر بھرپور احتجاج ریکارڈ کراتے بلکہ حکمرانوں کو اپنے فیصلوں کو تبدیل کرنے کیلئے عملی سطح پر جدوجہد بھی کرتے رہے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی میں اہل سنت کے مدارس، مساجد، تنظیموں اور علاقائی سطح کی مسلک کی میلاد کمیٹیوں کے ساتھ ساتھ کئی بڑے فلاحی اداروں کے سرپرست رہے جن کی کاوشوں میں کراچی میں دارالعلوم مصلح الدین کا قیام بھی شامل ہے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت کئی جامعات کے سینڈیکٹ کے رکن رہے اور تعلیمی اور نصاب کے حوالے سے اپنی رائے اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے کئی اقدامات کیے اور سازشی ذہن رکھنے والے مولوی جو عیدین کی ہلال کو متنازعہ بناتے وہ بھی ان کی شخصیت سے خائف رہتے۔

شاہ صاحب حالیہ رحمۃ اللہ علیہ مشرق وسطیٰ بالخصوص افغان جہاد کی آڑ میں اور بد مذہبوں کے سامراجی آقاؤں سے مل کر دہشت گردی اور انتہا پسندی اور پاکستان میں ان بد مذہب گروہ کی پناہ گاہوں میں دہشت گرد تنظیموں کی بھرپور مخالفت کی اور اس حوالے سے سانحہ نشتر پارک جیسے اندوہناک سانحے کے باوجود بلاخوف وخطر کراچی میں بغیر کسی گارڈ کے آزادانہ طور پر سفر کرتے رہے اور ان دہشت گرد تنظیموں کے سرپرست شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے ہر وقت دہشت زدہ رہے۔

کراچی کی تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پر دیکھنے میں آیا جس میں تمام ملک سے مشائخ عظام کے ساتھ ساتھ کثیر تعداد میں عوام نے شرکت کی۔راقم کو بھی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔

شیر شاہ سوری

شیر شاہ سوری کا اصل نام فرید خان تھا۔ 1486 ء میں پیدا ہوا جو پشتون کی مشہور شاخ اسحاق زء کا بڑا بیٹا تھا سوری اور۔ سام جونپور میں تعلیم پائی۔ 21 سال والد کی جا گیر کا انتظام چلایا پھر وال ء بہار کی ملازمت کی۔ جنوبی بہار کا گورنر بنا۔ کچھ عرصہ شہنشاہ بابر کی ملازمت کی بنگال بہار اور قنوج پر قبضہ کیا مغل شہنشاہ ہمایوں کو شکست دے کر ہندوستان پر اپنی حکمرانی قائم کی۔ اپنی مملکت میں بہت سی اصلاحات نافذ کیں۔ اپنے تعمیری کاموں کی وجہ سے ہندوستان کا نپولین کہلایا۔ سنار گاؤں سے دریائے سندھ تک ایک ہزار پانچ سو کوس لمبی جرنیلی سڑک تعمیر کروائی جو آج تک جی ٹی روڈ کے نام سے موجود ہے۔

شہنشاہ اکبر مملکت کا انتظام چلانے میں شیر شاہ سے بڑا متاثر تھا۔ 22 مئی 1545 ء میں بارود خانہ کے اچانک پھٹ جانے سے وفات پائی۔

تاریخ دان شیر شاہ سوری کو برصغیر کی اسلامی تاریخ کا عظیم رہنما، فاتح اور مصلح مانتے ہیں۔ اردو ادب میں شیر شاہ سوری سے متعلق کئی مثالی قصے ملتے ہیں۔

شیر شاہ سوری (1476ء تا 1545 ء) ایسا فرماں روا تھا جس کی ستائش نامور مؤرخین اور عالمی مبصرین کرتے رہے ہیں۔ وہ خطہ پاک و ہند کا پہلا حکمران تھا جس نے عوامی فلاح کی جانب اپنی بھرپور توجہ دی اور ایسے ایسے کارنامے انجام دیے جو تاریخ کی کتب میں سنہرے حروف میں تو لکھے ہی گئے، ان کے نقوش آج تک موجود ہیں۔

ساڑھے پانچ سو سال قبل اس نے زرعی اصلاحات کا کام شروع کروا دیا تھا، جس کی پیروی بعد کے حکمرانوں نے کی۔ شیر شاہ نے سہسرام سے پشاور تک گرینڈ ٹرنک روڈ یعنی جرنیلی سڑک کی تعمیر کروائی تھی اور اس کے کنارے کنارے سایہ دار اور پھل دار درخت لگوائے، سرائیں تعمیر کروائیں اور سب سے پہلا ڈاک کا نظام نافذ کیا تھا۔

ڈاکٹر مرزا حامد بیگ کے قول کے مطابق آج بھی ک ءجگہ ان سراؤں کے آثار موجود ہیں۔ جبکہ آپ نے خادم کے ساتھ اس پر طویل گفتگو کرتے ہوئے مکمل تفصیل سے بتایا تھا کہ مورخین اس بات سے آج تک حیران ہیں کہ اس دور میں اس نے ہر چند میل کے فاصلہ پر اس تکنیکی مہارت سے آرام و قیام و طعام کا بندوبستی کیا تھا کہ گھوڑے تک کی پیاس اور بھوک مٹانے اور مصافت تک کا درست اندازہ رکھا گیا

تھا۔ یہاں تک کہ گھوڑوں کے باندھنے اور آرام کرنے تک کا بھی خیال رکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ہر سرائے کے ساتھ ہی ایک خاص طرح کی سپاہی چوکی بھی بناءگ ءتھی جس میں ہر وقت مستعد سپاہی موجود رہتے تھے تا کہ کسی بھی مسافر کو کسی قسم کی کوءتکلیف پیش نہ آئے۔

شیر شاہ سوری کیسا زبردست انصاف پسند تھا اس بات کا اندازہ اس ایک تاریخی واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ ایک دن اس کا بیٹا ہاتھی پر سوار بازار میں سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر ایک کوٹھے پر پڑی جہاں ایک عورت غسل کر رہی تھی۔ شہزادے نے ہاتھی کو روکا، شرارت سے اس عورت پر پھول پھینکا اور چل دیا۔۔۔۔

شام کو جب اس عورت کا خاوند جو کہ ایک غریب لکڑ ہارا تھا گھر آیا تو بیوی کو مغموم اور مضطرب پایا۔ دریافت کرنے پر اس نے شہزادے کا سارا ماجرا اپنے خاوند کو کہہ سنایا۔۔۔۔

لکڑ ہارے کا خون کھول اٹھا اگلی صبح بیوی کو ساتھ لیا اور شیر شاہ سوری کے دربار میں جا پہنچا، شکایت کی اور انصاف چاہا۔ بادشاہ نے فریاد سنی، شہزادے کو طلب کیا، استفسار پر شہزادے نے ندامت سے سر جھکا لیا، گویا یہ جرم کا اعتراف تھا۔۔۔۔

شیر شاہ سوری نے حکم دیا کہ ۔۔ شہزادے کو دو سو کوڑے دربار میں ہی اُس عورت کے سامنے مارے جائیں۔۔۔۔

کچھ لوگ اس سے سخت سزا کی بھی روایات بیان کرتے پائے جاتے ہیں لیکن خادم کا خیال ہے کہ دیگر روایات کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط کر جاتے ہیں۔
لیکن ایک بات تو طے ہے کہ یہ ایک انصاف پسند حکمران تھا جس نے مختصر ترین وقت میں تاریخ کے اوراق پر انمٹ نقوش چھوڑے۔
بلاشبہہ بلاتفریق برابری کی بنیاد پر انصاف ہی ایک واحد ایسا ذریعہ ہے جس کے طفیل معاشرتی اقدار کا پنپنا ممکن ہے۔

احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں۔۔۔۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اُلمُقسِطِینَ عِندَ اللّٰہِ عَلَی مَنَابِرَ مِن نُورٍ عَن یَمِینِ الرَّحمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ وَکِلتَا یَدَیہِ یَمِینٌ الَّذِینَ یَعدِلُونَ فِی حُکمِھِم وَاُ ہلِیھِم وَمَا وَلُوا"۔

ترجمہ": بے شک، انصاف کرنے والے لوگ اللہ کی بارگاہ میں اس کی داہنی جانب روشنی کیمنبروں پر ہوں گے، اور اس کے دونوں اطراف (شرف واعزاز میں برابر ہونے) میں حق ہیں، اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے فیصلوں میں اور اپنے خاندان والوں کے ساتھ اور اپنے تمام کاموں میں انصاف کو اپنائے رکھا"۔ (صحیح مسلم 4493 ،حدیثِ صحیح)

حضرت جابر ابن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اتَّقُوا الظُّلْم فَإِنَّ الظُّلْم ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحّ فَإِنَ الشُّحَّ أَہْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَکُوا دِمَاءَہُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ"۔

ترجمہ": ظلم و جبر کے ارتکاب سے خود کی حفاظت کرو اس لئے کہ جبر و ظلم قیامت میں تاریکی کا باعث ہوگا۔ لالچ سے خود کو بچاؤ کیونکہ لالچ نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کر دیا۔ اور اسی کی وجہ سے لوگوں نے ایک دوسرے کا خون بہایا اور حرام کو حلال جانا۔ (صحیح مسلم 2578 ، حدیثِ صحیح)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اتَّقُوا دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ وَإِنْ کَانَ کَافِرًا فَإِنَّہُ لَيْسَ دُونَہَا حِجَابٌ"۔

ترجمہ: مظلوم کی آہ سے بچو اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی تیسرا نہیں ہے، اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو"۔ (مسند احمد 12140، حدیثِ صحیح)

واثلۃ بن الأسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، " اے اللہ کے رسول عصبیت کیا ہے؟" تو آپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا:

"أَنْ تُعِينَ قَوْمَکَ عَلَى الظُّلْمِ"

ترجمہ ": عصبیت یہ ہے کہ تم ظلم وجبر میں اپنے لوگوں کی مدد کرو۔" (سنن ابوداؤد 5100 ،حدیثِ حسن)

اسلام نے ہر قسم کی عصبیت کو سختی کے ساتھ ممنوع قرار دیا ہے اور اسے قبل از اسلام کی جاہلیت کے مساوی قرار دیا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

عبداللہ بن البجلی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ نے فرمایا:

" مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَدْعُو عَصَبِيَّةً أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ "۔

ترجمہ " : جو شخص اندھی تقلید،عصبیت کی دعوت یا عصبیت کی حمایت کرنےمیں مارا گیا وہ جاہلیت پر مارا گیا، (صحیح مسلم 1850 ،حدیثِ صحیح)۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا تَكُونُوا إِمَّعَةً تَقُولُونَ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَحْسَنَّا وَإِنْ ظَلَمُوا ظَلَمْنَا وَلَكِنْ وَطِّنُوا أَنْفُسَكُمْ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَنْ تُحْسِنُوا وَإِنْ أَسَاءُوا فَلَا تَظْلِمُوا"۔

ترجمہ " : یہ کہنے والے اندھے پیروکار نہ بنوں کے اگر لوگوں اچھے ہیں تو ہمارا بھی رویہ ان کے ساتھ اچھا ہے اور اگر وہ ظالم ہیں تو پھر ہمارا رویہ بھی ظلم و جبر والا ہوگا۔ بلکہ خود اپنے اندر قوت فکر پیدا کرو۔ اگر لوگ اچھے ہیں تو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ لیکن اگر وہ برے ہیں تب بھی ان کے ساتھ ظلم نہ کرو"۔ (سنن ترمذی 2007 ،حدیثِ حسن)

اللہ رب العزت ہمیں عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں! آمین!

غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

غازی علم الدین شہید۔ رحمۃ اللہ علیہ عاشق رسول ﷺ آج بھی زندہ جبکہ شاتم تاریخ میں نابود ہوگیا۔
تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کبھی کسی ناعاقبت اندیش نے ناموس رسالت ﷺ پر تعنہ زنی کی ہے عشاقان مصطفیٰ صل اللہ علیہ وسلم نے اپنی جانوں کے نزرانے پیش کر کے سربلندی ملت میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔
عشق مصطفیٰ صل اللہ علیہ وسلم ایسا خذینہ ہے جس کی نہ تو قیمت کا تعین ممکن ہے اور نا ہی تمام کائنات میں مثل ہی ڈھونڈ نا ممکن ہے...
تاریخ میں ایسے چند ایک ہی کردار موجود ہیں جن کے غیر فطری وغیر ارادی افعال نے تاریخ انسانی پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور غازی علم الدین شہید ﷺ کا تاریخی کردار بھی انہی میں سے ایک ہے۔ جبکہ 1929 میں لاہور کی آبادی پانچ لاکھ کے لگ بھگ تھی اس وقت غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نماز جنازہ ادا کرنے والوں کی تعداد چھ لاکھ سے زائد ریکارڈ کی گئی اور نماز جنازہ ساڑھے پانچ میل پر پھیلا ہوا تھا۔
آج اس واقعہ کو رونما ہوئے ایک صدی ہونے کو آئی ہے لیکن آج بھی حالات وواقعات ایک سے ہی نظر آتے ہیں.. ہم یہاں ممتاز حسن قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ اور غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تقابل بالکل پیش نہیں کر رہے بلکہ صرف اس دور کی حقیقی حالات سے پردہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں... اگر قارئین کو تقابل یا مماثلت نظر آئے تو میں پیشگی معزرت خواہ ہوں...

پیدائش وابتدائی ایام

علم الدین 4 دسمبر 1908 ء بمطابق 8 ذیقعدہ 1366 ء کو لاہور پنجاب پاکستان کے کوچہ چابک سواراں میں طالع مند نامی بڑھئی (یعنی ترکھان) کے گھر میں پیدا ہوئے۔ علم دین نے ابتدائی تعلیم اپنے محلے کے ایک مدرسے میں حاصل کی اور تعلم سے فراغت کے بعد اپ نے اپنے آبائی پیشہ کو اختیار کیا.. آپکے دو بھائی تھے جن میں سے ایک سرکاری ملازمت کرتے تھے اور دوسرے میاں محمد امین صاحب تھے۔ میاں محمد امین صاحب بھی طالع مند صاحب کے ساتھ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ اس خاندان کی شرافت وکاریگری کی دھوم دور دور تک تھی۔ آپکا گھرانہ متوسط گھرانوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ کاریگری میں ملکہ حاصل کر چکنے کے بعد اپنے بنوں بازار کوہاٹ میں اپنا فرنیچر سازی کا کام شروع کیا اور رزق حلال کی تگ ودو میں مصروف ہو گئے...

1928 اور اسکے واقعات

"راجپال" نامی لاہور کے ایک ناشر نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک گستاخانہ کتاب" رنگیلا رسول" شائع کی. اس دل آزار عمل نے اہل ایمان کے جذبات کو مجروح کیا اور مسلمانوں میں سخت غم وغصہ پیدا ہوا. جب مسلمان رہنماؤں نے اس کتاب کو ضبط کرنے اور ناشر کے خلاف تادیبی کاروائی عمل میں لانے کا مطالبہ کیا تو انگریز حکومت کے مجسٹریٹ نے " راجپال" کو صرف چھ ماہ قید کی سزا سنائی۔اس کی علاوہ کتاب کو ضبط کرنے کے مطالبہ کو رد کر دیا گیا. اس پرظلم یہ ہوا کہ " راجپال" نے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی جہاں جسٹس دلیپ سنگھ مسیح نے اس کو رہا کر دیا. اب مسلمانوں کا غم وغصہ گم آسمان کو چھونے لگا اور گلی گلی احتجاج شروع ہو گیا.
بجائے کہ راجپال کو سرزنش کی جاتی اسے دو سپاہی اور ایک حوالدار اسکی حفاظت پر معمور کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ روایتی مسلم دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انگریز حکومت نے دفعہ 144 نافذ کر کے مسلمان رہنماؤں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا. بلا شبہ حکومت وقت ملعون راجپال کو بچانے کی پالیسی پر عمل پیرا تھی.

ملعون راجپال کو جہنم واصل کرنے کی کوششیں

24 ستمبر 1928 کو لاہور کے ایک شخص خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس شاتم رسول" راجپال" کو اس کی دکان پر نشانہ بنایا، تاہم اس نے بھاگ کر اپنی جان بچائی. خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ گرفتار ہو گئے اور انہیں 7 سال کی سزا سنائی گئی.

افغانستان کا ایک شخص عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرد مجاہد کفن باندھ کر گھر سے نکلا. اس نے لاہور آ کر اس شاتم رسول ﷺ کی دکان کا رخ کیا مگر یہ بد بخت دکان میں موجود ہی نہیں تھا اور سوامی ستیا نند راجپال کا دوست اس کی جگہ موجود تھا۔غلط فہمی میں عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سوامی ستیا نند کو ہی راجپال سمجھ کر قتل دیا. عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو انگریز حکومت نے گرفتار کیا اور 14 سال کی سزا سنائی.

علم الدین رحمۃ اللہ علیہ اور اسکے دوست اور راجپال کے قتل کا پروگرام

مختلف روایات اور علماء کے اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ علم دین رحمۃ اللہ علیہ ایک روز دلّی دروازے پر لوگوں کا ہجوم دیکھ کر رک گئے. وہاں راجپال کے خلاف تقریریں ہو رہی تھیں. جس بات نے علم دین رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے زیادہ آگ بگولہ کیا وہ راجپال کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہی تھی. آج کے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند علم دین رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کو

برداشت نہیں کر سکے کہ کوئی اسکی محبوب ترین ہستی کی شان میں گستاخی کرے.

اس دور میں دلّی دروازہ لاہور سیاسی سرگرمیوں کا گڑھ تھا اور تمام تحریکوں کا گڑھ بھی. یہاں سے جو بات کی جاتی تھی وہ ملک کے طول عرض میں باآسانی پہنچتی تھی. یہاں پر ہونے والی گفتگو اپنے آپ میں ایک سند کی حیثیت رکھتی تھی. لیکن علم دین رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کا روشن خیال شخصیت کا مالک انسان تھا. آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو سنا اس پر یقین نہیں کیا بلکہ اپنے والدمحترم سے تائید حاصل کی.
اپنے دوست " شیدے "اور اسکے ایک دوست کی مدد سے راجپال کا حلیہ، ہسپتال روڈ پر واقع کتابوں کی دکان کا پتہ، اور دیگر معلومات اکٹھی کی گئیں.

یہاں یہ روایت بھی نقل کی جاتی ہے کہ

بعدازیقین ایک رات اس کا دل بہت بے قرار تھا جہاں پھر ایک رات انہیں خواب میں ایک بزرگ ملے، (بزرگوں کا قول ہے کہ وہ شخصیت علی بن عثمان الہجویری المعروف داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے) انہوں نے کہا: پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہو رہی ہے اور تم ابھی تک سو رہے ہو! اٹھو جلدی کرو۔ علم دین رحمۃ اللہ علیہ ہڑبڑا کر اٹھے اور سیدھے شیدے رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پہنچے۔ پتہ چلا کہ شیدے رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ویسا ہی خواب نظر آیا تھا۔ دونوں ہی کو بزرگ نے " راجپال " کو قتل کرنے کو کہا۔ دونوں میں یہ بحث چلتی رہی کہ کون یہ کام کرے، کیونکہ دونوں ہی یہ کام کرنا چاہتے تھے۔ پھر قرعہ اندازی کے ذریعے دونوں نے فیصلہ کیا۔ تین مرتبہ علم دین رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی پرچی نکلی تو شیدے رحمۃ اللہ علیہ کو ہار ماننی پڑی۔ علم دین رحمۃ اللہ علیہ ہی شاتمِ رسول ﷺ کا فیصلہ کرنے پر مامور ہوئے۔
اس تمام روایت کی صحت کو زیرِ بحث لائے بغیر ہم آگے بڑھتے ہیں....

راجپال کا قتل

6 اپریل 1929 ء کو ایک بجے دوپہر غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کھوکھے والے کی نشاندہی پر راج پال کو اسکی دوکان واقع ہسپتال روڈ انارکلی نزد مزار قطب الدین ایبک لاہور میں داخل ہوتے ہوئے پہچانا اور جیسے ہی راجپال اپنی نشست پر بیٹھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے راج پال کو للکارا، چھری نکالی، اور راجپال کے جگر میں پیوست کردی. عاشق رسول ﷺ کے ایک ہی وار نے راجپال کا کام تمام کر دیا. تھانے انارکلی پولیس کو دکان کے ایک ملازم نے اطلاع دی اور غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے قتل کا اعتراف کرتے ہوئے

گرفتاری پیش کر دی.

یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تو فرار ہو سکتے تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرار ہونے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی.

راجپال کے قتل کا مقدمہ اور اپیلیں

مقدمہ لوئس نامی ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا جس نے غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ پر فرد جرم عائد کر کے صفائی کا موقع دیئے بغیر مقدمہ سیشن کورٹ میں منتقل کر دیا.

مورخہ 22 مئی 1929 غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سیشن کورٹ کے نیپ نامی انگریز جج نے آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا.

غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے سلیم بار ایٹ لاء پیش ہوئے اور آپ کے حق میں دلائل دیئے مگر تمام دلائل بے سود ثابت ہوئے.

ہائی کورٹ میں اپیل کے لیے اس وقت کے سب سے بڑے اور مشہور وکیل محمد علی جناح کی خدمات حاصل کی گئیں. آپ بمبئی سے لاہور تشریف لائے اور آپکی معاونت بیرسٹر فرخ حسین نے کی.

یہاں یہ روایت بھی مشہور ہے کہ حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کو کہا کہ " آپ اس قتل کا انکار کردو کہ آپ نے قتل نہیں کیا ! آپ کی سزا ختم کروانا میری ذمہ داری ہے" جس کے جواب میں غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ " تمام زندگی میں ایک ہی تو کام کیا ہے اور آپ اس سے بھی مکرنے کا مشورہ دے رہے ہیں"!

7. جولائی 1929 ء کو ہائی کورٹ نے غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ کو سزائے موت کا حکم سنا دیا 15 . جولائی 1929 ء کو ہائی کورٹ کے لارجر بنچ نے بھی سیشن کورٹ کی سزا کو بحال رکھا اور غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ کی اپیل خارج کر دی.

شہادت

اپیل خارج ہونے کی اطلاع جب غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" شکر الحمد اللہ! میں یہی چاہتا

تھا. بزدلوں کی طرح قیدی بن کر جیل میں سڑنے کے بجائے تختہ دار پر چڑھ کر ناموس رسالت ﷺ پر اپنی جان فدا کرنا میرے لیئے ہزار ابدی سکون وراحت ہے" گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ''عاشق تو تختہ دار پر ہی نظر آتا ہے۔''

31 اکتوبر 1929 بروز جمعرات کو میانوالی جیل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کر دیا گیا.

حسنِ یوسف پہ کٹی مصر میں انگُشتِ زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

جسد خاکی حوالگی اور تدفین

4 نومبر 1929 کو جسد خاکی کی حوالگی کا مطالبہ لے کر مسلمان ذمہ داران کے ایک وفد نے گورنر پنجاب سے ملاقات کی، جن میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، مولانا عبدالعزیز، مولانا ظفر علی خان، سر محمد شفیع، خلیفہ شجاع، میاں امیر الدین، سر فضل حسین، مولانا غلام محی الدین قصوری اور دیگر صاحبان شامل تھے اور یقین دلایا کہ تدفین پر امن ہونے کی ذمہ داری ہے.

13 نومبر 1929 کو مجسٹریٹ مرزا مہدی حسن اور سید مراتب علی شاہ کی سربراہی میں ایک وفد میانوالی روانہ ہوا اور 14 نومبر 1929 کو جسد خاکی وصول کیا.

15 نومبر 1929 کو محکمہ ریلوے نے غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا جسد خاکی لاہور چھاؤنی میں علامہ اقبال اور سر محمد شفیع کے حوالے کیا

اس وقت غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ ادا کرنے والوں کی تعداد چھ لاکھ سے زائد ریکارڈ کی گئی اور نماز جنازہ ساڑھے پانچ میل پر پھیلا ہوا تھا

آپکی نماز جنازہ خطیب مسجد وزیر خان قاری شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی. سید محمد دیدار علی شاہ محدث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا.

اس موقع پر ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ

" یہ ترکھانوں کا لڑکا ہم سب پڑھے لکھوں سے بازی لے گیا"

غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ

میانی صاحب قبرستان بہاولپور روڈ لاہور میں ایک نمایاں مقام پر موجود ہے. اقبال رحمۃ اللہ علیہ پکارے۔۔۔

نظر اللہ پہ رکھتا مسلمان غیور،

موت کیا شہ ہے؟

فقط عالم معنی کا سفر

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ

قدر و قیمت میں ہے جن کا خون حرم سے بڑھ کر

،آہ! اے مرد مسلماں تجھے کیا یاد نہیں؟

حرف "لا تدع مع اللہ الہ آخر

علامہ خادم حسین رضوی اور تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ پر ایک نظر

لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ ﷺ اور پاکستان بنایا تھا، پاکستان بچائیں گے، کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں لبیک یارسول اللہ ﷺ ریلی و کانفرنس کا انعقاد مینار پاکستان کے سائے میں ہوا۔ شاید لاہور میں موجود عوام کے لیئے یہ پہلا موقع تھا جب کہ انہوں نے علامہ خادم حسین رضوی کی انتھک محنت کا ثمر ایک جم غفیر کی صورت میں اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا۔

لبیک یارسول اللہ ﷺ کانفرنس میں پیر قاضی محمد محمود قاضی اعوانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اعوان شریف، حافظ عبدالرشید اویسی خطیب اعظم گجرات، پیر سید خرم ریاض شاہ صاحب گولڑہ شریف، افکار اسلامی پاکستان کے نائب امیر علامہ عاطف عظیم قادری صاحب، علامہ اشرف آصف جلالی، جسٹس ریٹائرڈ نزیر احمد غازی صاحب اور دیگر سینکڑوں جید علماء اہلسنت والجماعت نے نہ صرف بھرپور شرکت کی بلکہ علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار بھی کیا۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ لبیک یارسول اللہ ﷺ کانفرنس میں شریک تمام علماء کرام غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمتہ اللہ علیہ کو پھانسی دیئے جانے پر حکومت سے شدید نالاں نظر آتے تھے اور حکومت وقت کو دین مصطفوی ﷺ کے مسلمہ اصولوں سے کوسوں دور گردانتے ہیں.
لبیک یارسول اللہ ﷺ کانفرنس کے شرکاء کا جوش و جزبہ دیدنی تھا اور اسی جزبہ کے طفیل میڈیا بلیک آؤٹ کا سامنہ بھی تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کو کرنا پڑا۔ اس کے اسباب اور وجوہات پر آنے والی سطور میں احاطہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے ساتھ ملاقات

مسعود چوہدری ,

تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کے سربراہ علامہ خادم حسین رضوی صاحب سے اظہر شیخ صاحب کی رہائش گاہ پر علامہ انجینئر حافظ آصف قادری صاحب اور جناب عاطف قادری صاحب کی قیادت میں اب سے کچھ دیر پہلے تفصیلی ملاقات ہوئی .
اپنی ناقص رائے کو شامل کیئے بغیر اگر میں رضوی صاحب کی گفتگو کا احاطہ کروں تو قلندر لاہوری علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں کہ

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

ایک سچے عاشق رسول صل اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قومی اور بین الاقوامی معاملات پر سیر حاصل گفتگو کا ماخذ اس شعر سے بہتر نہیں ہوسکتا. آپ حکومت کے کردار کو شدید تنقید کا نشانہ تو بناتے ہی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ اس مملکت خداداد پاکستان کے نوجوانوں کے طرز سے شدید نالاں بھی دکھائی دیتے ہیں .

آپ نے فرمایا کہ ہم کسی کو کیا بتائیں کہ جس بھائی کی بہنوں کی عصمتیں برما, شام, فلسطین, کشمیر, اور دیگر علاقوں میں لٹ رہی ہیں وہ آج کے محمد بن قاسم تو ڈھول کی تھاپ پر بدمست ہوئے پھرتے ہیں. اس کردار کا ذمہ دار نوجوان نسل کے ساتھ ساتھ آپ علماء کرام کو بھی قرار دیتے ہیں اور خوب آڑے ہاتھوں بھی لیتے ہیں.. شاید یہ ہی وجہ ہے کہ مکتبہ اہلسنت کے بہت سارے علماء آپ کے ساتھ دکھائی نہیں دیتے .
آپ کا فرمانا ہے کہ مرزائی گاؤں کے گاؤں اسلام سے اپنے مذہب قادیانیت میں داخل کرنے میں کامیاب ہوچکے ہیں اور انہیں در پردہ حکومتی سرپرستی بھی حاصل ہے لیکن ہمارے علماء کرام حالات کی سنگینی سے ناواقف دکھائی دیتے ہیں. یا شاید قصداً صرف نظر کیئے ہوئے ہیں .
علماء کرام کے کام نہ کرنے کا سب سے آسان بہانہ آپ یہ گردانتے ہیں کہ اسطرح محسوس کروایا جائے کہ قادیانیت دم توڑ رہی ہے اور ختم نبوت ﷺ کا مسئلہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے جبکہ دراصل غازی ممتاز حسین قادری رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت, ایک جنرل کا قادیانیوں کے سر پر ہاتھ رکھنا, پشت پناہی کرنا, اور عاشق رسول ﷺ کی شہادت کے باوجود 29 کے قریب عشاقان مصطفٰی صل اللہ علیہ وسلم کو حوالہ زنداں کر دینا یہ بات ثابت کرتا ہے کہ قادیانی پاکستان کی نظریاتی اساس پر حملہ آور ہونے کے لیئے مکمل تیار ہیں اور پہلے سے زیادہ مضبوط ہوچکے ہیں. آپ اس کا ذمہ دار علماء کرام کو گردانتے ہیں .
اہل قلم کی اصلاح کے لیئے آپ نے فرمایا کہ آج جسطرح اجمل نیازی صاحب نے اپنے روزنامہ نوائے وقت کے کالم میں قرآن کی آیت کو حضور اکرم صل اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ اور ایک غیر حدیث کو حدیث کے طور پر پیش کیا ہے اسطرح کے اعمال کی سختی سے مزمت کرتے ہیں اور ہر طرح و ہر فورم پر مزمت کی جانی چاہئے اور اہل قلم کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ زمہ دار لوگ ہیں. زمہ داری کا ثبوت دیں. اور اسطرح کے کام کرنے سے باز رہیں .
چراغ حسن حسرت کے اس شعر کی مصداق

امید وصل نے دھوکے دیئے ہیں اس قدر حسرت
کہ اس کافر کی ہاں بھی اب نہیں معلوم ہوتی ہے

حکومتی پالیسیوں, فیصلوں, اور رویوں کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ حکومت کے کسی وعدہ پر اب اعتبار نہیں ہے .

آپ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ

گل وچ ہور اے

ترجمہ: یعنی دراصل اندر کی بات کچھ اور ہے ۔

گریٹر اقبال پارک کا نام اگر شہداء پاکستان پارک رکھا جاتا تو بہت ہی اچھا ہوتا کہ یہ ہی وہ جگہ ہے جہاں آزادی کے پروانے اپنی جانوں کے نذرانے لیئے پھرتے رہے ۔

آپ نے وزیراعظم پاکستان نواز شریف کی تاریخی غلطی کی جانب توجہ مبذول کروائی اور اپنے مخصوص الفاظ کو دہرایا ۔

آپ نے کہا کہ اقبال پارک میں سوائے شہباز شریف کے کسی نے بھی دھرنا نہیں دیا. اب جبکہ نواز شریف صاحب نے کہہ دیا ہے کہ لکھوا دیا جائے کہ یہاں دھرنا دینا منع ہے تو یہ جملہ تو انکے اپنے ہی خلاف چلا گیا ہے ۔

اور اگر وزیراعظم صاحب کہنا چاہتے تھے کہ یہاں جلسہ کرنا منع ہے تو یہ پاکستان کی نظریاتی اساس کے ساتھ ہی متصادم ہوتا کیونکہ قرارداد پاکستان اسی جگہ ایک جلسہ میں منظور ہوئی اور آج تک پاکستان کی تاریخ کی تمام تحاریک بھی اسی مقام سے عروج ودوام کا سفر طے کرتی رہی ہیں ۔

آپ نے مزید کہا کہ یہ کہنا کہ اب تو چیف بھی اپنا آ گیا ہے ایک انتہائی غلط پیغام ہے. اللہ کی لاٹھی بہت بے آواز ہے. بلاشبہ نواز شریف کفار کو خوش کرنے کے لئے ہر ممکن حد کراس کر چکا ہے اور وہ اسکی مکمل ہر ممکن امداد بھی کر رہے ہیں لیکن تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کبھی کسی نے کفار پر بھروسہ رکھا ہے اس نے منہ کی کھائی ہے اور اللہ اور اسکے رسول صل اللہ علیہ وسلم کا مخالف کبھی بھی اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہوسکا ..

میں یہاں گفتگو کا صرف خلاصہ پیش کر سکا. تفصیلی گفتگو پھر کبھی شیئر کروں گا. یہاں فقط آپ کے پسندیدہ اشعار جو آپ نے گفتگو کرتے ہوئے بار ہا کہے اور قلندر اقبال لاہوری کی بار ہا تعریف وتوصیف کی میں اپنے قارئین کی نظر کر کے اجازت چاہوں گا

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام

میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے (کئی مرتبہ دہرائے۔)

عقل غیاب وجستجو، عشق حضور واضطراب

تیرہ وتار ہے جہاں گردش آفتاب سے

طبع زمانہ تازہ کر جلوہ بے حجاب سے

اور علامہ ڈاکٹر اقبال کے فارسی اشعار بھی کہے کہ

غنچہ از شاخسار مصطفی ﷺ
گل شو از باد بہار مصطفی ﷺ

از بہارش رنگ و بو باید گرفت
بہرہ از خلق او باید گرفت

فطرت مسلم سراپا شفقت است
در جہاں دست و زبانش رحمت است

از قیام او اگر دور استی
زمیان محشر ما نیستی

ترجمہ: بیٹا! تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاخ کا غنچہ ہے اور آقا علیہ السلام کی باد بہاری کے فیض سے گل تمام بن جا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور خلق عظیم سے بہرہ ور ہونا ضروری ہے۔ مسلمان فطرتاً سراپا شفقت ہے اور جہاں میں اس کے ہاتھ اور اس کی زبان سراسر رحمت ہے اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور خلق عظیم سے تو کما حقہ بہرہ ور نہیں تو پھر تجھے ہم سے کوئی نسبت نہیں۔

خادم حسین رضوی صاحب کے چند بیانات جنہیں ہر مرتبہ سنسر کیا جاتا ہے

آج حکمران ختم نبوت کو بچوں کا کھیل سمجھ رہے ہیں اسکی طرف توجہ ہی کوئی نہیں. جہاں ختم نبوت کا انکار ہو وہاں عبادت خانے نہیں ہوتے. جس حکمران کو بھی دیکھو آج اسے 295c ہی غلط نظر آتا ہے۔ اگر کسی حکمران نے 295c کو تبدیل کیا یا پھر اسے ختم کیا. تو بعد میں نہ کہنا کے عمر لا دوبارہ زندہ ہو گیا۔

اسلام امن کا درس نہیں دیتا پورے قرآن سے ایک آیت نکال کر دکھا دو جس میں امن کا درس ہو؟

جمعہ 17 .. مارچ,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,13:07 | 2017 ..

اسلام آباد (مانیٹرنگ ڈیسک) معروف مذہبی رہنما و عالم دین علامہ خادم حسین رضوی کے خطاب کی ایک وڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہو گئی ہے۔ وڈیو کے مطابق علامہ خادم حسین رضوی اپنے خطاب میں کہہ رہے ہیں کہ دنیا بھر میں حقوق کیا صرف عیسائیوں اور یہودیوں کو ہیں؟ پاکستان میں کوئی کسی غیر مسلم کو تھپڑ بھی مار دے تو یہاں قیامت برپا ہو جاتی ہے۔ آج اگر برما کی مسلم لڑکیاں یہ آواز لگائیں کہ ہے کوئی محمد بن قاسم تو اسے آگے سے یہ جواب ملے گا کہ اب محمد بن قاسم نے نہیں آنا، کیوں کہ اسلام اب امن کا درس دیتا ہے۔
ہر طرف امن کی بات ہو رہی ہے۔ میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اور پورے قرآن میں سے کوئی بھی ایک حافظ یا قاری یہ نکال کر دکھا دے کہ اسلام امن کا درس دیتا ہے، اسلام امن کا درس نہیں دیتا، اسلام صرف یہ ہے جو میں بیان کر رہا ہوں، ایک بار حضرت خالد بن ولیدؓ نے رستم مہران اور ایران کے متام بدمعاشوں کے نام خط لکھا جس میں کہا کہ اوئے حضورﷺ کا کلمہ پڑھ، ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں، فتح مکہ والے دن حضورﷺ سواری پر سوار ہو کر آئے، جس بت کی طرف اشارہ کرتے وہ نیچے گر جاتا، سب سے بڑا بت زنجیروں سے بندھا ہوا تھا، اسے حضرت علیؓ نے توڑا، جب وہ نیچے گر گیا تو لوگوں نے پوچھا کہ حضورﷺ اب کیا بنے گا تو انہوں نے فرمایا کہ بننا کیا ہے، اس بت پر پیشاب کرو، یہی محبوب سبحانیﷺ کا پیغام ہے اور یہی فقیری ہے، حضرت خالد بن ولیدؓ نے کفار کو کہا کہ کلمہ پڑھو اوئے، تم کیا سمجھتے ہو کہ اگر تم کلمے سے انکار کرو گے تو ہم چوڑیاں پہن کر واپس چلیں جائیں گے، نہیں! بلکہ ہم تمہیں قتل کریں گے۔

کڑوا سچ

(علامہ خادم حسین رضوی کی مسعود چوہدری سے گفتگو)

''میری زبان جلتی ہے میں نے ساری زندگی طائف کا سفر بیان نہیں کیا حضورﷺ طائف میں تشریف لے گئے وہاں کیا ہوا میری زبان جلتی ہے اس قوم کے سامنے بیان کیا جائے جو ایک چاولوں کے شاپر پہ اچھل رہے ہوتے ہیں۔ میرے جیسا ایک معذور آدمی جو چل بھی نہیں سکتا اس کے پیچھے دس دس لوگ بھاگے پھرتے ہیں کہ حضرت جی اک بار آ جاؤ۔''

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپﷺ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے خواب میں تشریف لائے تو عافیہ نے پوچھا کہ میرا امتحان کب ختم ہونا ہے؟

جمعرات 19 ., جنوری,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,11:01 | 2017 .,

''معروف عالم دین علامہ خادم حسین رضوی نے ایک محفل سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجھے ایک بار ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی بہن فوزیہ صدیقی نے فون کیا۔انہوں نے مجھے کہا کہ آپ اتنی بڑی اسلامی کانفرنس کروارہے ہیں اس میں میری بہن ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا نام ضرور لینا۔عافیہ صدیقی کو امریکی قید میں 13 سال ہوگئے ہیں۔اس کا نام اس کانفرنس میں ضرور لینا۔علامہ خادم حسین رضوی نے کہا کہ مجھے ڈاکٹر فوزیہ صدیقی کہنے لگیں کہ جب میری بہن عافیہ صدیقی امریکی قید میں بہت تنگ ہوئی تو آپ ﷺ عافیہ صدیقی کے خواب میں آئے ۔ڈاکٹر فوزیہ صدیقی نے کہا کہ عافیہ صدیقی نے مجھے خود بتایا کہ رسول ﷺ میرے خواب میں آئے ہیں۔جب عافیہ صدیقی نے خواب میں آپ ﷺ کو دیکھا تو عافیہ نے پوچھا کہ حضور ﷺ میرا امتحان کب ختم ہونا ہے۔سوال پر حضور اکرم ﷺ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ عافیہ یہ تیرا امتحان نہیں، یہ میری امت کا امتحان ہے۔کہ میری امت نے تجھے کب چھڑوانا ہے۔''

ان بیانات کے علاوہ بھی سینکڑں بیانات ہیں جنہیں سنسر کردیا جاتا ہےاور عالمی طاقتیں ہوں یا پاکستان کی سیاسی جماعتوں سے وابسطہ افراد کوئی بھی نہیں چاہتا کہ خادم حسین رضوی کی آواز پاکستان کے پرائم ٹائم میں سنائی دے۔وجہ؟ بہت سیدھی سی ہے۔پاکستان بننے سے آج تک آزاد منش وآزاد خیال طبقہ نے کبھی بھی نہیں چاہا کہ سخت گیر مذہبی خیالات وموقف کا مالک عالم دین پاکستانی عوام کا واحد رہبر تسلیم کرلیا جائے۔بہت سے طبقات تو صرف امام خمینی کے انقلاب کا حوالہ بھی دیتے پائے جاتے ہیں۔جبکہ دوسری جانب ایک بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ جس وقت آپ کسی آواز کو زبردستی دبانے کی کوشش کرتے ہیں عین اسی وقت جیسے دریا کا پانی اپنا راستہ ڈھونڈ لیتا ہے اسی طرح آواز ہر ساعت تک پہنچنے کی راہ تلاش لیتی ہے۔سوشل میڈیا پر موجود سینکڑوں تقاریر اور انکے لاکھوں سامعین اس بات کی دلالت کرتے ہیں کہ جس آواز کو دبانے کی برسہابرس سے بھرپور کوشش کی گئی ہے اس نے عوام کی سماعتوں تک پہنچنے کا راستہ تلاش لیا ہے۔شاید تحریک لبیک یا رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم تحریر سکوائر تو نہ بنا سکے لیکن بہرحال پاکستان کے سیاسی افق پر ہلچل کا باعث ضرور بنے گی۔

علامہ خادم حسین رضوی اور پاکستان کا سیاسی افق

(مسعود چوہدری۔2018 الیکشن سے قبل کی تحریر من وعن پیش خدمت)

''کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں '' اقبالؒ کے اس شعر کو تڑپ تڑپ کر بیان کرنے والے علامہ خادم حسین رضوی بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں، مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے امین سمجھے جاتے ہیں،اقبالیات پر کمال عبور حاصل ہے،علامہ خادم حسین رضوی بنیادی طور پر استاد الحدیث اور ماہر نحو وصرف ہیں،زندگی بھر علوم نبوت ﷺ کی خدمت میں گزاری،عمر کے آخری حصے تک گمنام رہے،کیونکہ تعلیم وتعلم تک ہی محدود رہے،علامہ خادم حسین رضوی جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ لاہور سے فارغ التحصیل ہیں،ان کے استاد حضرت مولانا غلام رسول رضوی ہیں،مولانا خادم حسین رضوی حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ کے معتقد

خاص ہیں، شاید قادیانی مخالف سخت گیر موقف بھی اسی وجہ سے آپ کی گفتگو میں پایا جاتا ہے۔

ایک وقت تھا جب علامہ خادم حسین رضوی فقط اصلاحی موضوعات پہ علمی گفتگو کرتے تھے، کبھی کبھار ہی عوامی اجتماعات میں خطاب کرتے تھے اور جلسے جلوس کو دیگر بریلوی علماء کے مقابلے میں زیادہ پسند نہیں کرتے تھے۔ ابتداء سے ہی علامہ خادم حسین رضوی بریلوی مکتب فکر سے منسوب بدعات کے مخالف رہے، قبروں پر ہلہ بولنے، جعلی پیری فقیری اور دیگر خرافات کی مذمت کرنے میں اولین جرات کرنے والے بریلوی علماء میں ان کا نام سرِفہرست ہے۔ تعلیم و تعلم میں ڈوبا یہ گمنام شخص جو صرف لاہور کی سطح تک عوام اور بریلوی مکتب فکر کے علمی طبقات میں اپنی پہچان رکھتا تھا ایک ایسے وقت میں قومی سطح پر ابھرا ہے جب چاروں طرف ناموسِ رسالت ﷺ کا معاملہ اٹھا ہوا ہے۔ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ اگر علامہ خادم حسین رضوی صاحب نہ ہوتے تو شاید ناموسِ رسالت ﷺ کا معاملہ دفن ہی کر دیا جاتا۔ لیکن جیسے ہر فرعون کے لیئے موسیٰ کو مبعوث کیا جاتا ہے اسی طرح آقا و مولیٰ ﷺ کی ناموس پر ہونے والے حملہ کا جواب دینے کے لیئے علامہ خادم حسین رضوی صاحب کو اللہ رب العزت نے میدان عمل میں اتارا ہے۔ اگر ٹرننگ پوائنٹ کی بات کی جائے تو ممتاز قادری شہیدؒ کے ہاتھوں سلمان تاثیر کے قتل کے واقعہ اور اس پر سرکاری یک طرفہ رویہ وہ گھڑی تھی جب علامہ خادم حسین رضوی خانقاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کرنے منظر عام پر آ گئے۔ لیکن اس تمام واقعہ سے پہلے بھی آپ کی جانب سے بلال یاسین صوبائی وزیر کو آڑے ہاتھوں لینے کا واقعہ بھی رپورٹ ہو چکا تھا اور تمام لاہور ہی آپ کی گرم طبیعت سے واقف تھا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ آپ کے نہ بکنے والے رویہ کا بھی گواہ تھا۔ شاید یہ ہی وجہ ہے کہ جب آپ نے رسمِ شبیری کو اپناتے ہوئے مسندِ تدریس سے اٹھ کر سڑکوں پہ نکلنے کا آغاز کیا اور پورے بریلوی مکتب فکر کے نامور علماء، تنظیمی راہنماؤں اور پیروں کے ہوتے ہوئے بھی گمنام شخص کی حیثیت سے اٹھ کر ممتاز قادریؒ کا کیس اپنے سر لیا تو عشاقان مصطفیٰ صل اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا۔

2011 سے 2016 تک آپ غازی ممتاز قادری شہید کا کیس ہر طرح سے لڑے، تحریکِ رہائی ممتاز قادری چلائی، جس کے بعد علامہ خادم حسین رضوی صاحب ایک دوٹوک مؤقف رکھنے والے قومی مذہبی رہنماء کے طور پر ابھرے۔ اپنے دوٹوک مؤقف اور روایتی بریلویت سے ہٹ کر جراتمندانہ مؤقف رکھنے، بریلویت میں موجود خرافات کی مخالفت کی وجہ سے بہت سے پیری فقیری کی دکانیں چمکانے والے صاحبانِ جبہ و دستار بریلوی حضرات بھی ان سے خائف رہنے لگے، لیکن بریلویوں کا عوامی طبقہ علامہ خادم حسین رضوی کا گرویدہ ہو گیا۔

دور حاضر میں آپ واحد بریلوی عالم دین سامنے آئے ہیں جنہوں نے جہاد کی بات بھی کی اور برما، شام، عراق، افغانستان، کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، فلسطین اور دنیا بھر کے مسلمانوں کیلیئے بھی آواز اٹھائی۔ علامہ خادم حسین رضوی نظامِ خلافتِ راشدہ کے قائل اور بانگ دہل اس کی دعوت دینے والے ہیں۔ علامہ خادم حسین رضوی چند سال قبل ایک ٹریفک حادثے میں اپنی دونوں ٹانگیں گنوا بیٹھے، جس کے بعد ہمیشہ کیلیئے

وہیل چئیر کے رحم وکرم پر رہ گئے۔لیکن کمال استقامت سے اسی معذوری کی حالت میں ممتاز قادریؒ کا کیس مسلسل چھ سال تک لڑتے رہے۔اسی ضمن میں تحریکِ ناموسِ رسالت ﷺ کو ایک نئی روح پھونک دی،علامہ خادم حسین رضوی کے متعلق سخت گو ہونے کی باتیں مشہور ہیں۔ لیکن ان کے لہجے میں خودداری،متانت،دلیل اور کھراپن موجود ہے۔کسی بھی بات کیلئے قرآن وحدیث کو بطورِ دلیل پیش کرتے۔

علامہ خادم حسین رضوی علامہ اقبالؒ کے دیوانے ہیں۔ اقبالؒ کا تمام کلام جیسے انہیں زبانی حفظ ہے۔کمال روانی سے بات بات پہ اقبالؒ کا کلام اس طرح سناتے ہیں جیسے اقبالؒ ہی ان کا تکیہ کلام ہو۔ میری ان کی جانب مائل ہونے کی ایک بڑی وجہ اقبالؒ پسندی بھی ہے۔ بہرکیف علامہ خادم حسین رضوی صاحب اس معذوری کے عالم میں بارہا قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کرچکے ہیں۔آپ کا نام فورتھ شیڈول کی زینت بھی ہے۔لیکن اس سب کے باوجود اس وقت تک میدان سیاست میں قدم رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

لیکن بالآخر تنگ آمد بہ جنگ آمد کے مصداق میدانِ سیاست میں اترنے کا فیصلہ کرتے ہوئے ناموسِ رسالت ﷺ اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کو نصب العین بنا کر تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کا پلیٹ فارم تشکیل دیا۔اس تحریک کو سیاسی تحریک میں بدلنے کا ایک تاریخی جلسہ مینار پاکستان لاہور اور پھر کراچی میں ہوا۔اس وقت پنجاب میں بالخصوص اور ملک بھر سمیت آزاد کشمیر میں لاکھوں کے حلقوں میں علامہ خادم حسین رضوی کو تیزی سے مقبولیت حاصل ہورہی ہے،اس وقت علامہ خادم حسین رضوی کو بریلوی مکتب فکر کا ایک بڑا طبقہ اپنا رہبر گردانتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شاید الیکشن 2018 میں اپنی پہلی انٹری کے موقع پر جس سیاسی رزلٹ کی علامہ خادم حسین رضوی اور انکے رفقاء امید لگائے بیٹھے ہیں وہ حاصل نہ ہوسکیں۔ میرے اس تجزیہ کی بہت ہی سادہ وجوہات ہیں۔علامہ خادم حسین رضوی کا مقابلہ ایک جانب سیکیولرازم،لبرل ازم اور قادیانیت سے ہوگا جبکہ دوسری جانب ن لیگ،تحریک انصاف،پیپلز پارٹی جیسی باقاعدہ سیاسی جماعتوں سے ہوگا جبکہ تیسری جانب منظّم مذہبی سیاسی جماعتوں جماعت اسلامی،جمیعت علماء اسلام (فضل الرحمٰن)،مجلس وحدت المسلمین،ودیگر سے مقابلہ ہوگا جبکہ چوتھی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ بریلوی مکتب فکر کی دیگر پہلے سے موجود سیاسی جماعتیں جو ہر مرتبہ کسی نہ کسی الحاق کا حصہ ہوتی ہیں جیسے جمیعت علماء پاکستان (نیازی) جمیعت علماء پاکستان (نورانی) جماعت اہلسنت پاکستان،وغیرہ کا ساتھ بھی آپ کو حاصل نہیں ہوگا۔جبکہ ابھی تک نہ تو سیاسی اعتبار سے الیکشن کی تیاری نظر آتی ہے اور نہ ہی میرے علم میں منظّم تنظیمی ڈھانچہ ہے۔جبکہ جن کارکنان کو تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ میدان سیاست میں اتارنے کا ارادہ رکھتی بھی ہے وہ سیاسی اعتبار سے بہت زیادہ پختہ نہیں ہیں۔

یہ بات درست ہے کہ علامہ خادم حسین رضوی کے موضوعات میں محمد بن قاسمؒ،محمود غزنویؒ،سلطان محمد فاتحؒ،شہاب الدین محمد غوریؒ،اور جمال الدین افغانیؒ ونورالدین زنگیؒ بیشتر تذکروں میں رہتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ووٹ کی طاقت سے اقتدار میں نہیں آیا تھا۔علامہ

اقبال بھی ووٹ لینے میں ناکام رہے تھے۔ یہ معاشرتی سچائی ہے کہ نیک نام صرف اپنی نیک نامی کے ہی باعث الیکشن ہار جاتا ہے۔ علامہ خادم حسین رضوی صاحب ایک جرات مند و بہادر شخصیت کے مالک ہیں اور انکی الیکشن 2018 کی سیاسی کیمپین انہیں قومی وصوبائی اسمبلی میں نشستیں جتوانے سے زیادہ غازی ممتاز حسین قادری شہید کو پھانسی دینے والوں کو ہروانے کے کام ضرور آئے گی۔

گو کہ تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ بہت بڑے پاور شو کرنے میں بارہا کامیاب ہوئی ہے اور پنجاب کے بریلوی مکتب فکر میں سب سے نمایاں فرنٹ لائن مقبول ترین جماعت بنتی جا رہی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ الیکشن میں پنجاب سے تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کامیابی سمیٹ پاتی ہے یا نہیں؟ یہ بات علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے بیانات سے واضح ہے کہ انہیں تاج وتخت وحکومت سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی وہ اپنے لیئے اقتدار کے متلاشی ہیں۔ البتہ وہ ناموسِ رسالت ﷺ کے معاملے پر ریاستی بے وفائی پر سیاست میں آنے کا فیصلہ کر چکے ہیں، کیونکہ بقول ان کے اقتدارِ اعلیٰ نظامِ مصطفیٰ ﷺ ہی قابلِ قبول ہے۔ لیکن جناب والا نفاذ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے لیئے آپ کو پہلے قومی وصوبائی اسمبلیوں میں اکثریت درکار ہے۔ اس کے بعد ایک کم از کم آٹھ سال تک اس اکثریت کو برقرار رکھا جانا ضروری ہے تاکہ سینٹ میں سادہ اکثریت حاصل کی جا سکے۔ اس کے بعد صدر اور وزیر اعظم بھی لبیک یارسول اللہ ﷺ کہنے والے ہوں۔ اس پورے عمل کے علاوہ قانونی اعتبار سے نفاذ نظامِ مصطفیٰ ﷺ ناممکن ہے۔ اس تمام سفر کے راستے میں تھک کر بیٹھنے، یا بک جانے، یا حوالہ حوادث ہو جانے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ جزباتی اعتبار سے تو میری طرح ہر عاشق رسول ﷺ یہ ہی چاہتا ہے کہ صبح اٹھے تو مملکت خداداد پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہو چکا ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہہ کی مانند انصاف کے تقاضے پورے ہو رہے ہوں لیکن کہنے سے زیادہ عملدرآمد مشکل ہوا کرتا ہے۔ جی ہاں اسکا دوسرا راستہ بھی ہے۔ لیکن وہ راستہ پرامن نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی انقلاب پرامن نہیں ہوا کرتا۔ اور پاکستانی عوام کا مزاج خون خرابے والا ہے بھی نہیں کیونکہ ہر کرپٹ شخص کسی نہ کسی کا رشتہ دار ہی نکلتا ہے۔

تحریک لبیک پاکستان

22 جنوری 2020 بروز بدھ

لاہور (پ ر) تحریک لبیک پاکستان کا حکومت کی جانب سے فلم " زندگی تماشا" کی نمائش ملتوی کرنے کے فیصلے کا خیر مقدم،،،

ٹی ایل پی فلم سینسر بورڈ کو خراج تحسین پیش کرتی ہے جس نے ایک بہت حساس مذہبی معاملے کو سنجیدہ لیتے ہوئے ایکشن لیا،،،

فلم سینسر بورڈ نے بروقت کاروائی کی اور فلم کی رونمائی کو روکتے ہوئے اپنے نوٹیفکیشن میں بڑے واضح انداز میں کہا ہے کہ اس فلم کے بارے میں مذہبی حلقوں میں بہت تشویش پائی جاتی ہے اور فلم کی رونمائی ملکی امن وامان کی موجودہ صورتحال کی خرابی کا باعث بن سکتی ہے ۔

ٹی ایل پی کی جانب سے ملک گیر احتجاج کے اعلان پر بروقت یہ اقدام کیا گیا۔

آج کل میڈیا کا دور ہے اور ہر شخص اس نیٹ ورک سے وابستہ ہے لہذا آنے والے وقت میں اگر کوئی اسلامی اقدار یا مذہبی معاملات پر کام کرنا چاہتا ہے کہ جس سے نوجوان نسل اسلام کا تشخص سمجھے اور جو معاشرے میں اصلاح کے پاسبان ہوں جس کی ایک مثال ترک ڈرامہ سیریل ارتغل غازی ہے تو اسکے لیئے کوئی ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جس میں علمائے کرام موجود ہوں۔ کیوں کہ ہر شعبے میں انکے ماہرین سے مشاورت کی جاتی ہے جبکہ مذہبی معاملات انتہائی حساس ہوتے ہیں ایسے معاملات میں اگر ڈراموں یا فلموں کی ترویج کے حوالے سے کام کرنے کی ضرورت پیش آئے بھی تو تمام مسالک کے علماء موجود ہیں ان کی خدمات حاصل کی جائیں اور تاریخ اسلام کے روشن باب کے حوالے سے موجودہ دور کی طاقت یعنی میڈیا کو اچھے انداز میں استعمال کر کے انکو واضح کیا جائے۔ تاکہ میڈیا کے ذریعے لوگوں میں اسلام اور پاکستان سے محبت بڑھے نا کہ وہ ایسے اداکاروں کے پیروکار بنیں جنکے کردار پر کلام کرنے پر بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔
فلم زندگی تماشا کچھ ایسے ہی اصولوں پر بنائی گئی ایک ایسی گہری اور ناپاک سوچ ہے جس کے دیکھنے سے معاذ اللہ مذہب اور مذہبی افراد سے نفرت جنم لے حالانکہ مذہبی طبقہ پاکستان کی ایک زندہ جاوید حقیقت ہے جس سے قرآن پاک کے حفظ اور قرآن وحدیث کے علوم حاصل کئے جاتے ہیں۔ اس موقع پر معاشرے کے جتنے بھی افراد نے انفرادی یا اجتماعی طور پر پر اس فلم کو روکنے کے لئے جو بھی کوشش کی ہے وہ قابل تحسین ہے۔

فلم زندگی تماشا کی نمائش میں اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ سرمد کھوسٹ نے بتایا کہ اس نے اپنی فلم سنسر بورڈ سے کلیئر کروالی ہے حالانکہ ''دی موشن پکچرز آرڈیننس 1979 ''جو کہ 3 ستمبر 1979 کو جاری کیا گیا اس آرڈیننس کے باب 2 کی شق نمبر 6 میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ کسی بھی ایسی فلم کو تشہیر کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا جاسکتا کہ جس کی عکاسی (کوئی ایک حصہ یا مکمل حصہ یا فلم) اسلام کی شان وشوکت کے خلاف ہوں یا پاکستان کے دفاع کے بارے میں متعصّبانہ رائے ہموار کرے۔
تو ایسی صورت میں ایک اہم ترین سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا واقعی اس نے سرٹیفیکیٹ حاصل کیا ہے؟ اگر ہاں تو اس فلم میں موجود اسلام مخالف کنٹینٹ کس نے کلیئر کیے؟ اور اگر نہیں تو آئین پاکستان کے اس قانون کے تحت یہ فلم تو بنیادی طور پر ہی غیر قانونی ہے جس پر ذمہ داران کے خلاف سخت ایکشن اور قانونی کاروائی کی ضرورت ہے۔

تحریک لبیک پاکستان کی جانب سے جاری کردہ بیان کے مطابق وطن عزیز پاکستان اور بیرون ملک رہنے والے ہر اس شخص کا شکریہ ادا کرتی ہے جس نے اس اہم معاملے میں اسلام کا ساتھ دیتے ہوئے اپنا کردار ادا کیا۔
یاد رہے کے فلم کی نمائش کے بارے میں مرکزی سنسر بورڈ پاکستان میں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کے مذہبی اور روحانی نظریات ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے فیصلہ کریں۔ بصورت دیگر تحریک لبیک وقت کے مطابق راست اور موزوں فیصلہ کرنے کا حق محفوظ رکھتی ہے

تحریک لبیک پاکستان آج 5 فروری یوم کشمیر، بھارت اور اسرائیل کی درندگی اور دہشتگردی کے خلاف مظلوم کشمیری و فلسطینیوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے طور پر منائے گی۔

اس سلسلہ میں آزاد کشمیر سمیت ملک بھر کے 60 سے زائد چھوٹے بڑے شہروں میں کشمیر و فلسطین کے پسے ہوئے مجبور و مظلوم مسلمانوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے لیے تحریک لبیک پاکستان کے زیر اہتمام " لبیک بیت المقدس و کشمیر مارچ" کا انعقاد کیا جائے گا۔ مرکزی ریلیاں لاہور, کراچی, اسلام آباد, راولپنڈی, پشاور, کوئٹہ, مظفر آباد, فیصل آباد, ملتان, سرگودھا, حیدر آباد, ایبٹ آباد, ڈیرہ اسماعیل خان, کوٹلی, میر پور وغیرہ میں نکالی جائیں گی, جن کی قیادت مرکزی و صوبائی قائدین کریں گے. امیر تحریک لبیک علامہ خادم حسین رضوی لاہور میں داتا دربار تا اسمبلی ہال تک نکالی جانے والی ریلی کی قیادت کریں گے. لبیک بیت المقدس و کشمیر مارچ اور ریلیوں میں کشمیر اور فلسطین میں جاری مظالم کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے دنیا کی توجہ مظلوم کشمیری و فلسطینیوں کے حق خود ارادیت کے دیرینہ مسئلہ کی جانب مبذول کروائی جائے گی. مقبوضہ کشمیر میں نہتے مسلمانوں پر بھارتی فوج مظالم کے پہاڑ توڑ رہی ہے جبکہ فلسطین میں صہیونی طاقتیں اسلام و مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہیں. امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا مجوزہ منصوبہ اسی شاخسانہ کی ایک کڑی ہے. اس نازک موقع پر ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم امہ بہ بانگ دہل اپنے مظلوم و مجبور، بھائیوں کے ساتھ کھڑی نظر آئے۔ ہم ہر لمحہ فلسطینی اور کشمیری بہن بھائیوں کے ساتھ ہیں۔ کشمیر کی آزادی جہاد ہی کے ذریعے ممکن ہے. افواجِ پاکستان جہاد کا اعلان کریں, ہم ان کے شانہ بشانہ ہوں گے

پریس کانفرنس: تحریک لبیک کی جانب سے آئی ایم ایف منصوبہ کے خلاف وائٹ پیپر کا اجراء

تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیاسی ونگ تحریک لبیک پاکستان کی جانب سے آئی ایم ایف کا ای ایف ایف (توسیعی فنڈ) پروگرام مسترد, نیا منی بجٹ نافذ کرنے اور پاکستانی عوام پر 200 ارب کے اضافی ٹیکس کے خلاف انتباہ .
تحریک لبیک کی جانب سے قابلِ عمل متبادل معاشی نظام سامنے آ گیا اور پاکستانی معیشت کا حقیقی اعداد و شمار پر مشتمل منصفانہ تجزیہ پیش کر دیا گیا.

پاکستانی معیشت کے حوالہ سے اہم ترین پریس کانفرنس کے آخر میں ممتاز ماہرمعیشت پروفیسر یونس قادری, مہرمحمد قاسم (مرکزی ناظم مالیات), محمد اعجاز رسول (مرکزی ناظم نشرواشاعت), مفتی محمد عابدرضا قادری (ضلعی امیر لاہور), احسان علی عارف (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ) اور دیگر ذمہ داران نے* آئی ایم ایف منصوبہ کے خلاف 155 صفحات پر مشتمل وائٹ پیپر (قرطاسِ ابیض) کا اجراء بھی کر دیا*. 7فروری2020 بروز جمعہ

شک ایک ایسا زہر ہے جو بستے بستے گھروں سے لے کر مملکتوں تک کو برباد کر دیتا ہے۔ پاکستان میں ایک طبقہ ہے جو ہر داڑھی والے کو شک کی بنیاد پر ایک خاص طرز کی سوچ کا مالک سمجھ کر دیوار سے لگا دیتا ہے۔ یہی کچھ چوالیس لاکھ کے لگ بھگ ووٹ لینے والی تحریک لبیک پاکستان کے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔ صرف اس لیئے کہ آپ کو شک ہے؟ نہیں نہیں! آپ کو یقین ہونا چاہیے! یقین ہونا چاہیئے کہ آقا ومولی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان نثار کرنے والے ملک وملت کے غدار نہیں ہو سکتے

مردمجاہد کی للکار سے لرز جاتا ہے زمانہ۔۔۔ وقار اسلم

4 March 2020 ء

ایک درویش شخصیت ایک خرقہ پوش جو خود کو آنحضرت علیہ صلوۃ والسلام کے دین کا چوکیدار کہہ کر پکارتے ہیں، وہ ڈٹ جاتے ہیں، انہیں آخروی معاملات کی فکر لاحق رہتی ہے، وہ دنیاوی متاع وحوص سے مبرا ہیں، ان کا خیال ہے کہ خلعت کا حصول اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام کر ہی ممکن ہے۔ بزرگوار ہستی نے زندگی کے کسی موڑ پر بھی باطل کے خلاف جدوجہد کرنے میں کمی نہ آنے دی، جس نے رب کی ربوبیت کو سامنے رکھا اور اپنے مملوک ہونے کے حق میں تھوڑی سی بھی کوتاہی نہ برتنے کی کوشش کی۔ ایک ایسا عالم جس نے لاکھوں احادیث کو حفظ کر رکھا ہے انہیں امت کو جھنجھوڑنا آتا ہے، وہ ایسی باتوں پر توجہ دلواتے ہیں جس سے بڑے بڑے واعظ گھبرا جاتے ہوں ایک ایسا عاشق رسول ﷺ جس کے آگے حائل کی گئیں مشکلات ان کو کوئی بڑی بات نہیں لگتیں، وہ اپنی ذات کو اپنے سیدی سرورِ کائنات ﷺ کے آگے ہر صورت معدوم کیے رکھنا چاہتے ہیں، یہ شخصیت ہیں شیخِ حدیث علامہ خادم رضوی جو معذوری کو دین کی خدمت میں رکاوٹ نہیں بننے دیتے، جن کے جوشِ خطابت سے دل مائل ہوتے ہیں۔

شک ایک ایسا زہر ہے جو ہنستے، کھیلتے اور انبساط افروز گھروں سے لے کر مملکتوں تک کو برباد کر دیتا ہے۔ پاکستان ایک استھان ہے جو کسی غدار کو یہاں پھلنے پھولنے نہیں دیتا اور جو یہاں رہ کر صعوبتیں جھیل رہا ہو اور بادِ مخالف سے نبرد آزما ہو تو وہ یقیناً غدار نہیں ہوتا بلکہ محبِ وطن

ہوتا ہے، پاکستان میں ایک طبقہ ہے جو داڑھی والوں کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہ طبقہ ہمہ وقت مطعون کرنے کے لئے تیار رہتا ہے، یہ ان داڑھی والوں کو ایک مخصوص سوچ والا گردان کر دیوار سے لگانے کے لئے کوشاں رہتا ہے، یہ ہی کچھ لگ بھگ چوالیس لاکھ ووٹ لینے والی تحریک لبیک پاکستان کے ساتھ بھی ہو رہا ہے، صرف اس لئے کہ کسی کو ان پر شک ہے؟ ارے نہیں نہیں آپ کو تو یقینِ واثق ہونا چاہیے کہ آقا و مولیٰ ﷺ پر جان نثار کرنے والے کسی صورت ملک و ملت کے غدار نہیں ہو سکتے۔

آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ کسی کے سینکڑوں جبر و مظالم کے باوجود جب کبھی وطن عزیز کی فضاؤں کو الجہاد الجہاد کے فلک شگاف نعروں سے گونجتی آوازوں کی طلب محسوس ہو گی تو یہ کالی، بھوری، سفید اور دیگر پگڑیوں والے، کالی اور سفید داڑھیوں والے ہمیشہ لبیک کہتے، صفِ اوّل میں نظر آئیں گے۔ آپ یقین کیجیے، جب کبھی وطن عزیز نے انہیں اقتدار سونپا تو یہ مدینہ منورہ کی ریاست کے ماڈل کو بالضرور احادیث کی روشنی میں نافذ العمل کریں گے، علامہ خادم رضوی تو پہلے ہی کہہ چکے کہ زیادہ دعوے نہیں کرتے لیکن اورنگزیب عالمگیر کے دور کی یاد ضرور تازہ کر دیں گے۔

جی ہاں قارئین وہی اورنگزیب عالمگیر جس نے سخت جانفشانی سے اسلامی قوانین کو نافذ کیا اور ان کا دور ایک سچی اسلامی ریاست کے انتہائی قریب سمجھا جاتا ہے۔ آپ کو یہ سمجھنا ہو گا کہ جو لوگ ناموس رسالت ﷺ کی خاطر کسی بھی قسم کی سودے بازی پر تیار نہیں تو وہ وقت پڑنے پر پوری دنیا میں دین مصطفیٰ ﷺ کے درست اور حقیقی ترجمان ثابت ہونگے اور زبانی کلامی نہیں بلکہ عملی نمونہ خود بنیں گے پھر کسی کو ترغیب دیں گے۔ ہاں دین و ملت فروشوں کی صف میں تو شاید یہ لوگ آپ کو نظر نہ آئیں لیکن آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ ان کی ہمیت اور ان کا جذبہ، توکل بہت سی طغیانی موجوں کو زیر کرنے میں دیر نہیں لگائے گا۔ خادم رضوی کہتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ نے جذبہ ایمانی کے ساتھ ناتواں ہونے کے باوجود جنگ میں شرکت کی اپنے ضعیف ہونے کو وجہ بنا کر وہ جہاد سے پیچھے نہیں ہٹے، اسی طرح ہر اُمتی کو چاہیے کہ وہ دین برحق کو سب سے پہلے رکھے اپنی اولاد، جان و مال کی فکر کئے بغیر اللہ کے دین کو سب سے پہلے رکھے۔ علامہ خادم رضوی صاحب نے اپنے خاندان پر ہونے والے استبداد پر بھی شکوہ نہیں کیا بلکہ ان کا یقین پہلے کی طرح کامل ہے اور حوصلہ چٹانوں سے بھی مربوط ہے۔ اللہ عزوجل دین کے خادموں پر اپنا کرم فرمائے اور ان کی مشکلات حل کرے

دھرنے پر تجزیاتی تحریر۔ مسعود چوہدری

ہزاروں افراد کا مجمع اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد تصویر جاری کی اور لکھا کہ یہ وہ دو سو لوگ ہیں جنہوں نے پچھلے کئی دنوں سے اسلام آباد کو یرغمال بنا رکھا ہے اور جن سے نبرد آزما ہونے کے لیئے اسلام آباد میں اس وقت تقریبا آٹھ ہزار پولیس اہلکار تعینات ہیں۔ میں کئی دنوں سے سن رہا تھا کہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور انتہائی صبر سے چپ تھا لیکن آج اس مسئلہ پر بات کر ہی لی جانی چاہیئے۔ کیونکہ یہ بنیادی انسانی

حقوق کا معاملہ ہے۔ ابتداء کرتے ہیں یوم اول سے جب خادم حسین رضوی صاحب کا نام پاکستان کی مذہبی سیاسی جماعتوں کے سربراہان کے طور پر لیا گیا اور خادم حسین رضوی صاحب نے اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر لبیک یارسول اللہ کا نعرہ بلند کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک کا درجہ اختیار کر گئی اور آج پاکستان کی سب سے زیادہ منظم اور سب سے کم کہی سنی جانے والی تحریک بن گئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کون کب بکا اور کس نے کب کس کے ساتھ دغا کیا لیکن میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ سچے عاشق رسول ﷺ کے ساتھ کھڑا ہونا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔ خادم حسین رضوی کی تلخ گفتگو اور بدتمیزانہ لہجہ کو ایک طرف رکھیں اور ذرا سچے آزاد خیال پاکستانی کی حیثیت سے سوچیں کہ کیا ہوا گر اس صورتحال میں کہ جب بڑی تعداد، الیکشن میں تیسری پوزیشن، اسٹیبلشمنٹ کے ساتھ مل کر سیاست کرنے والے علماء کرام کی شدید مخالفت، ایک نکاتی ایجنڈا، میڈیا بلیک آوٹ، کے باوجود آپ ایک طاقتور آواز کو دبانے کی کوشش میں کارفرما تمام عوامل ایک جانب ہوں اور یہ لوگ ایک طرف اتنا اکیلے رہ جائیں کہ اپنے اور بیگانہ میں فرق کرنے کے قابل ہو جائیں اور اس وقت انہیں ایک ایسا بہانہ مل جائے جو کہ انکے صبر کا پیمانہ لبریز کر دے! یہ جملہ کتنا خوفناک ہے؟ جی ہاں میں جانتا ہوں۔ ایسا کبھی نہ ہو! لیکن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر ربڑ کی گیند کی طرح دبایا جاتا رہا تو ایک دن یہ لاوا ابل پڑے گا۔ جناب والا کیا اس ملک میں میں واحد شخص ہوں جو اس لاوے کو پھٹتا دیکھ رہا ہوں؟ آپ انسان کو تو قید کر سکتے ہیں لیکن نظریہ کو نہیں۔ جناب والا انکا نظریہ مضبوط ہے۔ یہ آج کا لیفٹ ہیں۔ مذہبی لیفٹ ازم کہہ لیں۔ انکی تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ کی سوچ اور وہم وگمان سے بھی زیادہ۔ انکے ساتھ سوتیلوں جیسا سلوک نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے انہیں بلیک آوٹ کر دیا۔ آپ کا فیصلہ سر آنکھوں پر لیکن کم از کم انکی بات سنیں۔ کیا ہوا؟ انہوں نے وٹ کی پالیسی اپنالی! نتائج بدتر ہو گئے۔ یہ زیادہ مضبوط ہو گئے۔ آپ کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ پاکستان کے اس طبقہ کی اندرونی سیاست سے بالکل ناواقف ہیں۔ اور جو زر خرید مذہبی لوگ آپ کو سب اچھا کی رپورٹ دیتے ہیں وہ سب کے سب آپ کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں۔ انہیں بنیادی انسانی حقوق دیں تا کہ یہ آپکے معاشرہ کا حصہ بن سکیں۔ انہیں سپیس دیں۔ قومی طور پر انکے الفاظ جہاں تک پہنچ سکتے ہیں پہنچ رہے ہیں اور وہ انہیں کسی بھی طور پیچھے نہیں رکھ رہے۔ آپ انہیں الجھانے کی پالیسی پر کارفرما ہیں جبکہ یہ آپ کے در و دیوار تک پہنچ چکے ہیں۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ خادم حسین رضوی اکیلا آدمی ہے عمران خان کی طرح اور اسے جب چاہیں گے راستہ سے ہٹا کر حالات کو قابو کر لیں گے جیسے فیصل آباد کے علامہ صاحب کو راستہ سے ہٹا کر کیا گیا تھا تو آپ کی خام خیالی ہے۔ جو بیج بویا جا رہا ہے اسکی فصل پہلے سے کاشت شدہ ہے اور اسکا پھل آپ ماضی میں لے چکے ہیں اور مستقبل میں تیار رہیں اگر آپ دانشمندانہ فیصلے نہیں کرتے۔ انہیں لیول پلیئنگ فیلڈ دیں تا کہ انکے ساتھ موجود افراد درست انداز میں جان لیں کہ درست کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ آج انہیں لگتا ہے کہ کل صبح وہ اسلامی نظام نافذ کر کے اٹھیں گے۔ انہیں آپکی طاقت کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ ان بیچاروں کو پتہ ہی نہیں ہے کہ آپ نے اس نظام کو اپنی منشاء کے مطابق اتنا زبردست بنایا ہے کہ بیس تیس سال کی محنت کے بغیر تو کچھ بھی نہیں بدل سکتا۔ لیکن ان کا اسٹیمنا بیس تیس سال جتنا نہ ہونے دیں۔ بعد میں نہ کہیئے گا کہ خبر نہ ہوئی۔ ایسا نہ ہو کہ جس گند کو آج ہم صاف کر رہے ہیں بیس سال بعد ایک اور گند ہمارے سامنے کھڑا ہو جس کے بارے میں آپ کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور کہنا پڑے کہ آسمانی مخلوق حملہ آور ہو گئی۔ یہ تحریر چند خاص الخاص افراد کے لیئے ہے۔ براہ مہربانی ان تک پہنچا دیں۔ شکریہ!

تحریک لبیک پاکستان کی ڈیل والی تمام خبروں کی تردید۔۔۔وقاراسلم

(سخت ترین بلیک آؤٹ اورعلامہ خادم حسین رضوی صاحب کے دوران اسیری روزنامہ دن میں شائع ہونے والی انتہائی اہم تحریر)

12 February 2019

پاکستان میں پرامن عشاق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سمندر کو لے کر چلنے والے علامہ خادم رضوی رہا ہونے کو ہیں اس کڑے وقت میں بھی وہ حق کا علم تھامے ہوئے ہیں۔علامہ خادم رضوی صاحب اور دیگر لوگوں میں فرق یہ ہے کہ وہ بلا خوف وخطر بغیر کسی تردد کے ہر مشکل کو گلے لگا لیتے ہیں انہیں پرواہ نہیں کہ مشکلات کتنی ثقیل ہوتی چلی جائیں۔انہوں نے پہلے بھی جیل کی صعوبتیں برداشت کی ہیں وہ ہر محن و تمازت سے نبرد آزما رہے ہیں ان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ حق پرستی کے لئے جنون کی حد سے گزر جاتے ہیں۔اب جب علامہ خادم رضوی اور ان کی جماعت کے رہنما جب رہا ہونے کو ہیں تو حکومتی حلقوں کی طرف سے یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ شاید انہوں نے آسیہ ملعونہ کیس فیصلہ پر سمجھوتے کی یقین دہانی کرادی ہے جبکہ میرے مستند ذرائع کا کہنا ہے کہ وہ حکومت سے بالکل کسی قسم کی ڈیل کرنے کو تیار نہیں ہوئے۔ تحریک لبیک کراچی نے اس کی تردید کرتے ہوئے اسے جھوٹی خبر قرار دیا ہے جبکہ مرکزی قائم مقام امیر محمود اعوان قادری نے بھی کہا ہے کہ حرمت رسول ﷺ پر کوئی سمجھوتا نہیں ہوسکتا اوراس لئے ہر قسم کے سخت حالات کو جھیلنے پر تامّل نہیں ہوگا۔آسیہ ملعونہ کو آزادی اظہار رائے کا سب سے بڑا ایوارڈ دیا جارہا ہے۔عدالت کہتی ہے کہ اس نے کچھ نہیں کہا۔اگر کچھ نہیں کہا یعنی اظہار رائے کیا ہی نہیں تو آزادی اظہار رائے پر ایوارڈ کیوں؟ بس جب دال کالی ہوتی ہے تو ہی تو لوگ جذباتی ہو کر باہر نکلتے ہیں اور دہشتگرد قرار دیئے جاتے ہیں۔

قارئین دلچسپ بات یہ ہے کہ تحریک لبیک پاکستان کی قیادت ان لوگوں پر مشتمل ہے جو پڑھا لکھا طبقہ ہے یہ ایڑھی چوٹی کا زور لگانے میں کسی قسم کی عار محسوس نہیں کرتے اور آخری دم تک سینا سپر ہو کر حق کی فتح کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔1983ء میں رضوی صاحب نے جیل کاٹی وہ کسی اور کی طرح ان تکالیف سے گھبراتے نہیں ہیں بلکہ باہمت رہ کر ان آزمائشوں سے نبرد آزما ہوتے ہیں ایک وہیل چیئر پر بیٹھا شخص کیسے اپنے دوٹوک موقف پر ڈٹا ہے یہ واقعی استعجاب گزیدہ کردینے والی بات ہے اس وقت جتنی ایف آئی آر تحریک لبیک پر درج ہوئی ہیں شاید کسی شرپسند پر ہوئی ہوں جبکہ یہ جماعت پرامن عمائدین کی سرپرستی میں اپنے احتجاج ریکارڈ کرواتی رہی ہے۔یہ بات تو یقینی ہے کہ تحریک لبیک پاکستان کا الیکشن جیتنا تو ممکن نہیں تھا لیکن جس سطح پر اس نے ووٹ حاصل کئے وہ اس کی اخلاقی فتح ضرور تھی۔تحریک لبیک پاکستان کے لوگ کلب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلائے جانے پر فخر کرتے ہیں اور لاچاری وبے بسی کو عشق کے آڑے نہیں آنے دیتے۔ نئے مرکزی قائم مقام امیر تحریک لبیک پاکستان قاضی محمد محمود اعوان قادری آستانہ عالیہ اعوان شریف (جو آزاد کشمیر کی جانب ضلع گجرات کے سرحدی علاقے میں واقع ہے) کے سجادہ نشین ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ قلندرِلاہوری علامہ اقبال اوران کے والد شیخ نور محمد بھی آستانہ عالیہ اعوان شریف سے بیعت تھے۔
موجودہ قائم مقام امیر قاضی محمد محمود اعوان قادری کے جدامجد قاضی سلطان محمود اعوان قادری علامہ اقبال اوران کے والد شیخ نور محمد کے پیرومرشد تھے۔
علامہ اقبال کے پیرومرشد قاضی سلطان محمود اعوان قادری کی ولادت 1256 ہجری بمطابق 1840 عیسوی کو ہوئی تھی جبکہ 1337 ہجری بمطابق 1919 عیسوی کوان کا وصال ہوا تھا۔سب ناموس رسالت ﷺ کے پہرہ دار ہیں ان کا مقصد افراتفری پھیلانا نہیں بلکہ شاتم رسول ﷺ کو قانونی اورآئینی سزادلوانا ہے لہٰذا بغیراس معاملے کوطول دینے کے یا جھوٹ ومکر سے بات بگاڑنے کے حکومت کو چاہیئے افہام وتفہیم سے حل کروائے تاکہ ملک خلفشار کے پس پردہ داعی عناصر سے محفوظ رہے۔ایک اسلامی ریاست اپنے پورے فقید المثال رتبے کے ساتھ پہچانی جائے۔

ایک واقعہ سناتا ہوں جو مین سٹریم کیا، کوئی میڈیا بھی نہیں سنائے گا

چلیں ایک واقعہ سناتا ہوں جو مین سٹریم کیا، کوئی میڈیا بھی نہیں سنائے گا۔ کیوں؟ کیونکہ اس سے میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان جو بیان ہوتی ہے !

تحریر و تحقیق: مسعود چوہدری

مانچسٹر یونیورسٹی میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان 19 فروری 2020 کے روز ایک مناظرہ و مکالمہ منعقد ہوا۔ مسلمانوں کی جانب سے شیخ اسرار صاحب جو کہ ایک نوجوان شخصیت ہیں دلائل دے رہے تھے۔ تین گھنٹے کم و بیش بحث و مباحثہ کے بعد ہال میں سے ایک خاتون نے شیخ کے سامنے زہر اور سات عجوہ کھجوریں رکھ دیں۔ کچھ دیر پہلے ہی اس نے سوال کیا تھا کہ کیا آقا و مولی خاتم الانبیاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول درست ہے کہ سات عجوہ کھجور کھانے والے پر زہر اثر نہیں کرتا؟ شیخ اسرار صاحب نے جواب اثبات میں دیا۔ اس نے اگلا سوال داغا کہ کیا آپ خود اس پر یقین رکھتے ہیں؟ شیخ اسرار صاحب نے پھر اثبات میں جواب دیا۔ اس پر اس نے سات عجوہ کھجوریں اور ایک جان لیوا اعلیٰ ترین کوالٹی کے زہر کی شیشی شیخ کے سامنے رکھ دی اور مطالبہ کیا کہ مذاکرہ یہیں ختم ہو جائے گا کہ آپ اپنے کہے کا ثبوت پیش کریں۔ شیخ اسرار صاحب نے تاریخی الفاظ کہے" یہ میرا نہیں میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے "اور سات عجوہ کھجور کھائیں اور اور سب کے سامنے کھڑے ہو کر زہر کی شیشی اپنے حلق میں انڈیل لی۔ نگاہیں حیران رہ گئیں کہ ارے یہ کیا؟ شیخ اسرار صاحب کو تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ ہال میں سینکڑوں سوال ہونے لگے۔ ایک سوال کرنے والے نے کہا کہ کہیں زہر تو نقلی نہیں تھا؟ اس پر شیخ اسرار صاحب مسکرائے اور کہا کہ ایک آدھ بوند موجود ہو گی شیشی میں۔ آپ ٹیسٹ کر کے دیکھ لیں! الحمدللہ رب العالمین! اللہ رب العزت نے اپنے فقیر کی سعی قبول فرماء اور کفار کے سامنے اپنے بندے کو ثابت قدم رکھا اور اپنے پیارے محبوب الانبیاء وخاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی حقانیت کو دنیا پر ایک بار پر ثابت کیا۔ سوال کرنے والے سینکڑوں سوالات کرتے ہیں۔ کرتے ہی رہ جائیں گے۔ خادم اب بہت کم کم لب کشائی کرتا ہے لیکن یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس پر شاید کوئی لب کشائی کی جسارت نہیں کرے گا۔ کیوں؟ کیونکہ ہم وہ ہیں جنہیں یورپ کے بیچارے زخمی مردوں کا دکھ تو ہے لیکن دن رات ازیت، بھوک اور افلاس میں دن رات نا قابل بیان و برداشت تنگی و پریشانی کا زرہ برابر بھی احساس نہیں۔ دین اسلام کی حقانیت کو سمجھیں۔

" الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" کہ " آج ہم نے تمہارے لیئے دین مکمل کر دیا، اور تم پر نعمت کی اور تمہارے لیئے دین اسلام کو پسند کر لیا" کے حقیقی معنیٰ کو سمجھیں۔ اپنی لو اللہ رب العزت کے ساتھ لگائیں اور پیارے شمس الضحیٰ و بدرالدجی، جان کائنات و جان جہان عالم سے محبت کا رشتہ قائم کریں۔ اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی بقاء ہے۔ قلندر لاہوری عاشق رسولِ مجتبیٰ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ کے چند اشعار پر تحریر کا اختتام کرتا ہوں کہ

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

اور آپ فرماتے ہیں

عشق تری انتہا عشق مری انتہا
تو بھی ابھی ناتمام میں بھی ابھی ناتمام

پیامِ مشرق میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔۔۔۔

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

ترجمہ: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق جس نے اپنا سامان (زادِراہ) بنا لیا، یہ بحری و برّی کائنات اس کے زیرِ نگیں آ گئی۔

ارمغانِ حجاز میں فرماتے ہیں :

مسلماں آں فقیرِ کج کلاہے
رمید از سینۂ اُو سوزِ آہے
دلش نالد! چرا نالد؟ نداند
نگاہے یا رسول اللہ ﷺ نگاہے!

مسلمان وہ بے پرواہ فقیر ہے جو کسی کو خاطر میں نہیں لاتا مگر اس کے سینے سے آہِ سوزناک نکل گئی ہے۔ اس کا دِل فرطِ اضطراب سے نالہ کناں ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ (دل) کیوں رو رہا ہے۔

اسرار و رموز میں آپ فرماتے ہیں :

لَا نَبِیَّ بَعْدِی زِ احسانِ خدا است

پردۂ ناموسِ دینِ مصطفیٰ است

قوم را سرمایۂ قوت ازو

حفظِ سِرِّ وحدتِ ملّت ازو

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا نہ آنا اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت ہماری عزت و ناموس کی محافظ ہے۔ اس قوت سے قوم مسلم کی شیرازہ بندی ہوتی ہے اور یہی ملی اتحاد و یکجہتی کا راز ہے۔

اس کے بعد آپ اسرار و رموز میں ہی کہتے ہیں کہ

تا شعار مصطفیٰ از دست رفت

قوم را رمزِ بقا از دست رفت

ترجمہ: جب سے یہ اُمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ کا دامن ہاتھ سے چھوڑ گئی ہے وہ اس بات سے بھی غافل ہے کہ قومی بقاء وسلامتی کا راز کیا ہے

گستاخ کی گستاخی معاف

مسعود چوہدری

لیکن ایک مرتبہ میں علامہ امین شہیدی صاحب مجلس وحدت المسلمین کے جنرل سیکریٹری کے ساتھ کچھ اہم معاملات پر محو گفتگو تھا کہ ایک صاحب نے پاس آ کر ان سے اپنے ساتھ تصویر کھینچنے کی اجازت چاہی۔ علامہ صاحب نے برجستہ فرمایا ''حضرت تصویر لاکھ مرتبہ لیجیئے لیکن میرے مرنے پر نہ استعمال کیجیئے گا"!

جو گفتگو جاری تھی وہ کہیں اور رہ گئی اور میری سوچ کے زاویے اس جملہ کے گرد گھومنے لگے۔ ان صاحب نے کیمرہ مین سے تصویر کھچوائی، واجبی سلام دعا کی، اور چل دیئے!

علامہ صاحب میری طرف متوجہ ہوئے اور استفسار کیا کہ جی تو کیا بات ہو رہی تھی؟ میں نے بجائے ماضی کی جاری گفتگو کا تسلسل جوڑتا، سوال داغ دیا کہ حضرت ان صاحب کو یہ آپ نے کیا اور کیوں کہا ہے؟ کیا وجہ ہے؟ علامہ صاحب مسکرا دیئے اور کہنے لگے کہ یہ ایک انتہائی افسوسناک روش ہمارے معاشرہ میں سرایت کرتی جا رہی ہے کہ ہم کسی کے مرنے پر اپنی اس کے ساتھ تصاویر کو سوشل میڈیا پر اشتراک کرتے ہیں اور دنیا جہان کو دکھاتے ہیں کہ میرا دنیا سے جانے والے کے ساتھ کتنا اچھا تعلق تھا خواہ وہ ہمیں جانتا تک نہ ہو۔

اسی گفتگو کے زاویوں کو اگر مزید کھولا جائے تو ایک مرتبہ کچھ دوست تذکرہ کرنے لگے کہ مسعود بھائی آپ کی چند تصاویر فلاں صاحب کے ساتھ سوشل میڈیا پر دیکھی ہیں۔ آپ کا کتنا تعلق ہے؟ میں نے کہا کہ یہ تو آپ اس شخص سے پوچھیں! کیا وہ مجھے جانتا ہے؟ یا نہیں؟ اگر نہیں تو یہ تصویر بھی باقی کی سینکڑوں نہیں کروڑوں روزانہ سوشل میڈیا کا پیٹ بھرتی تصاویر کی طرح ہی ہیں۔ لیکن اگر وہ کہے کہ اس تصویر میں موجود شخص میرا بھائی، دوست، یا اچھا ملنے والا ہے تب تو تصویر اور تعلق کا حق ادا ہو گیا۔

اس تحریر کا عنوان گستاخی معاف اس لیئے رکھا کہ میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو میری بات بری لگی ہے، لیکن جب میں اپنا کلاؤڈ اکاؤنٹ اوپن کرتا ہوں تو ایک عرصہ کی یادیں آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہیں۔ وہ مخلص یادیں جن کو جاننے کا حق کسی دوسرے کو نہیں ہے۔ ہمیں کیوں دکھانا یا بتانا پڑتا ہے کہ فلاں ہمارا تعلق دار ہے جبکہ جب کبھی ہمارے گھر کوئی خوشی غمی ہوتی ہے تو اسے اس بات کی خبر تک نہیں ہوتی۔

کیوں ہم چند جھوٹ تمام عمر اپنے ساتھ قبر تک لے کر جاتے ہیں۔

میرے پیارے بھائی اور معروف لکھاری عدنان عالم کہا کرتے ہیں کہ آج کے دور نے تصویر کی عمر کم کر دی ہے۔ وہ تصویر جو کبھی سینکڑوں سالوں کی عکاس ہوتی تھی اب صرف چند لمحوں کی عمر یا چند لائیکس کی ہی بمشکل عمر پا پاتی ہے۔

آپ لکھ لیں۔ ایک دن آئے گا جب ہم تصاویر لینی چھوڑ دیں گے جیسے دنیا میں کچھ لوگ چھوڑ چکے ہیں۔ گو کہ انکی ایک ایک تصویر کروڑوں اور اربوں روپے مالیت رکھتی ہے لیکن انکی مجبوریاں اور معاملات یہاں تحریر نہیں کر رہا۔

صرف اتنی استدعا ہے کہ کسی کے مرنے پر اسکی تصویر اپنے ساتھ لگا کر دنیا کو دکھانے کے بجائے ہمیں چاہیئے کہ اسکے لیئے فاتحہ کہیں اور اس

کے گناہوں کی مغفرت چاہیئیں ۔ بلاشبہہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اوراس نے ختم ہو جانا ہے۔ یہاں کے تعلقات بھی سراب کے سوا کچھ نہیں ۔ جب آپ کی زندگی پر مشکل وقت دستک دیتا ہے تو کبھی ان لایعنی تصاویر کو اللہ کی مدد کے برابر رکھ کر دیکھیں ۔حقیقت کا اندازہ ہو جائے گا۔انسان کو حقیقت میں زندہ رہنا چاہیئے نہ کہ اس غیر حقیقی دنیا میں جہاں لائکس تو ہزاروں اور ویوز تو لاکھوں موجود ہیں لیکن میت کو کاندھے دینے والے سینکڑوں بمشکل مل پاتے ہیں۔ میرا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں ۔لیکن ہمیں اپنے رویوں اور ٹیکنالوجی کے استعمال دونوں میں شدت کے ساتھ نظر ثانی اور اصلاح کی ضرورت ہے۔

میرے بھائی کالم نگار وقار اسلم اسی معاملہ پر کہتے ہیں کہ یہ سچ ہے اور میں خود بھی ابتلائے دکھاوا رہا ہوں اور اب اپنی اصلاح کی کوشش کروں گا۔

تاریخ سے سبق

فروری 1258 ء میں منگول افواج نے ہلاکو خان کی قیادت میں بغداد کو اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔مزاحمت نے دم توڑا تو فصیل کے دروازے کھل گئے اور 37 ویں عباسی خلیفہ معتصم باللہ نے اپنے وزرا اور امرا کے ہمراہ ہلاکو خان کے سامنے ہتھیار پھینک دیئے۔ ہلاکو نے خلیفہ کے سوا تمام اشرافیہ کو وہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور منگول دستے ام البلاد بغداد میں داخل ہو گئے اور پھر جو کچھ بغداد میں ہوا وہ بقول مورخ عبداُللہ وصاف شیرازی کے کچھ ایسا تھا

وہ شہر میں بھوکے گدھوں کی طرح پھر گئے ،اس طرح جیسے غضبناک بھیڑیے بھیڑوں پر ہلہ بول دیتے ہیں ،بستر اور تکیے چاقوؤں سے پھاڑ دیے گئے ،حرم کی عورتیں گلیوں میں گھسیٹی گئیں اور ان میں سے ہر ایک تاتاریوں کا کھلونا بن کر رہ گئی۔اندازہ ہے کہ دو لاکھ سے آٹھ لاکھ افراد تک زندگیوں سے محروم کر دیئے گئے بغداد کی گلیاں لاشوں سے اٹ گئیں جن سے اٹھنے والی بدبو کے باعث ہلاکو کو شہر سے باہر خیمہ لگانا پڑا اور پھر خلیفہ کی باری بھی آ گئی۔کہانیاں تو بہت سی ہیں لیکن ان سب میں سے قدرے بااعتماد بیان نصیرالدین طوسی کا سمجھا جاتا ہے جو ہلاکو کا وزیر تھا لکھتا ہے کہ

خلیفہ کو چند دن بھوکا رکھنے کے بعد ہلاکو خان کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کے سامنے ایک ڈھکا ہوا خوان لایا گیا،بھوکے خلیفہ نے بے تابی سے ڈھکن اُٹھایا تو دیکھا برتن ہیرے، جواہرات سے بھرا ہوا تھا، ''اسے کھاؤ'' خلیفہ نے مجبوراً چند ایک جواہر منہ میں ڈالے لیکن فوراً اگل دیئے'' کیسے کھاؤں؟'' ''اگر تم نے ان ہیروں سے اپنے سپاہیوں کے لیے تلواریں اور تیر بنائے ہوتے ،اپنی فوج کو مضبوط کیا ہوتا تو میں کبھی دریا کو عبور نہ کر پاتا'' ہلاکو نے کہا،اور پھر اس نے خلیفہ کو نمدوں میں لپیٹ کر اس کے اوپر گھوڑے دوڑا دیئے اور کہانی اپنے اختتام کو پہنچی۔

فراعین مصر تو زمانہ جاہلیت میں ہوتے تھے تو کیا 37 ویں عباسی خلیفہ تک بھی یہ بات نہیں پہنچی تھی کہ مرنے کے بعد مال و دولت ساتھ نہیں جاتا اور نہ وہ یہ سب کچھ جمع کرنے کی بجائے اپنے عوام اور فوج پر خرچ کرتا۔وہ تو اس کا خزانہ ہلاکو خان لوٹ کر لے گیا ورنہ یہ 37 ویں عباسی خلیفہ کے کام ضرور آتا۔

1739 ء میں ایرانی بادشاہ فاتحین ہند کی مشہور گذرگاہ درہ خیبر عبور کر کے ہندوستان میں داخل ہو گیا لیکن جب بھی مغل بادشاہ محمد شاہ رنگیلا

کو نادر شاہی فوجوں کی پیش قدمی کے بارے میں بتایا جاتا تو جواب میں یہی کہتا کہ ''ہنوز دلی دور است''، ابھی سے فکر کی کیا بات ہے۔

نادر شاہ دہلی سے تقریباً ایک سو بائیس کلومیٹر دور رہ گیا تو مجبوراً مغل شہنشاہ کو زندگی میں پہلی مرتبہ اپنی فوجوں کی قیادت کرنی پڑی اور شہنشاہ ایک لاکھ لڑاکا فوجیوں کا لشکر لے کر دہلی سے نکلا۔ کرنال کے میدان میں 55 ہزار ایرانی فوجیوں سے سامنا ہوا اور صرف تین گھنٹوں بعد محمد شاہ قیدی کی حیثیت سے نادر شاہ کے سامنے موجود تھا اور نادر شاہ فاتح دہلی کی حیثیت سے شہر میں داخل ہو گیا۔ چند دنوں بعد یہ افواہ پھیل گئی کہ نادر شاہ قتل ہو گیا ہے جس سے شہ پا کر چند ایرانی فوجیوں کو قتل کر دیا گیا تو نادر شاہ نے اپنے فوجیوں کے قتل کا بدلہ کچھ یوں لیا کہ ایک صبح وہ اپنے گھوڑے پر سوار لال قلعے سے نکل آیا، زرہ بکتر سے ڈھکا بدن، سر پر آہنی خود اور کمر سے بندھی شمشیر کے ساتھ چاندنی چوک میں واقع روشن الدولہ کی مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچنے کے بعد اس نے تلوار نیام سے نکال لی جو اشارہ تھا کہ دہلی والوں کا قتل عام شروع کیا جائے اور پھر ایک ہی دن میں تیس ہزار سے لے کر پچاس ہزار دہلی والے موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ قتلِ عام رکا تو لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ شہر کو خالی کرنے کے بعد شاہی خزانے کی باری آئی جہاں موتی اور جواہرات شاید اس امید پر جمع کیے گئے تھے کہ مرنے کے بعد کام آئیں گے۔

شاہی خزانے کی لوٹ مار کی روداد نادر شاہ کے درباری تاریخ نویس مرزا مہدی استر آبادی کی زبانی سن لیتے ہیں ''شاہی خزانے میں سونے اور چاندی کی کانیں تھیں اور مال وزر کے انبار تھے، جہاں سے کروڑوں روپے نادر شاہی خزانے میں منتقل کیے گئے، دربار کے امرا، نوابوں اور راجاؤں نے تاوان کی صورت مزید کئی کروڑ روپے نادر شاہ کی نذر کیے، ایک مہینے تک سینکڑوں مزدور سونے چاندی کے زیورات، برتنوں اور دوسرے ساز وسامان کو پگھلا کر اینٹیں ڈھالتے رہے تا کہ انھیں ایران ڈھونے میں آسانی ہو''۔ بات پھر وہی آجاتی ہے کہ شاید محمد شاہ رنگیلا کو بھی امید تھی کہ اس کا کچھ حصہ تو وہ ضرور اپنے ساتھ لے جائے گا اور پھر دوسری دنیا میں بھی عیش وعشرت کی زندگی بسر کرے گا۔

اسی وجہ سے اللہ رب العزت قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں

ھاانتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ واللہ الغنی وانتم الفقرآء وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوآ امثالکم۔ (محمد۔ ۵۸)

ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے پھر بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو بے نیاز ہے (یعنی کسی کا محتاج نہیں) اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم (بخل کر کے اس کے حکم سے) روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوموں کو پیدا فرمادے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

اللہ رب العزت ہمیں عمل کرنے اور اپنے اعمال کو درست رکھنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔۔۔۔آمین !

آج کی سبق آموز گفتگو بقلم مسعود چوہدری پیش خدمت ہے۔۔۔

حکایات شیخ سعدی میں شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیان کیا جاتا ہے، ملک خراسان کے ایک بادشاہ نے سلطان محمود ابن سبکتگین المعروف محمود غزنوی (2 نومبر 971 - 30 اپریل 1030) کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ وہ قبر میں پڑا ہے۔ اور اس کا پورا وجود گل سڑ کر خاک میں مل چکا ہے۔ لیکن حلقہ ہائے چشم میں اس کی آنکھیں سلامت ہیں اور وہ زندہ انسانوں کی آنکھوں کی طرح ادھر اُدھر دیکھ رہی ہیں۔
یہ عجیب خواب دیکھ کر بادشاہ بیدار ہوا تو اس نے اپنے امیروں اور وزیروں سے اس کی تعبیر پوچھی سب نے عجز کا اظہار کیا۔ اسی دوران میں ایک درویش بادشاہ کے دربار میں آیا اور اس نے کہا۔ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ سلطان محمود سبکتگین اس بات کو حیران ہو کر دیکھ رہا ہے کہ جو سلطنت اس نے بہت تگ دور کے بعد حاصل کی تھی، اب اس پر غیر قابض ہو گئے ہیں۔

کتنے ہی نامدار زمیں میں سما گئے
دنیا میں آج ایک بھی ان کا نشاں نہیں
جو لاش قبر میں گئی گل سڑ کے مٹ گئی
اپنے حقیقی روپ میں استخواں نہیں
البتہ عدل سے رہا نوشیرواں کا نام
گو بزم ہست و نابود میں نوشیرواں نہیں
لازم ہے اس سے پہلے کرے کوئی نیک کام
جب لوگ یہ کہیں گے جہاں میں فلاں نہیں

حضرت سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے اس حکایت میں جمال و جاہ رکھنے والے لوگوں کو ان کے انجام سے آگاہ کیا ہے۔ انسان کیسا بھی اقتدار حاصل کر لے ایک دن موت اسے قبر کی تاریکیوں میں اتار دیتی ہے۔ البتہ اگر اس نے نیک عمل کیے ہوں تو اسے حیات جاودانی حاصل ہو جاتی ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے نوشیرواں عادل کو اس کی انصاف پروری کے باعث ناموری حاصل ہوئی کہ قیامت تک اس کا ذکر بھلائی سے کیا جائے گا اور جب بھی بادشاہ کے عدل کی مثال دی جائے گی تو نیشروان عادل کا نام ضرب المثل کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔

اسی تناظر میں قرآن پاک کی یہ آیات ملاحظہ فرمائیں۔۔۔

اعدلوھواقرب للتقوی (المائدہ)

ترجمہ۔

"عدل کرو یہ تقوی سے زیادہ قریب ہے۔"

پھر ارشاد ہوا۔

واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین (البقرہ 195)

ترجمہ۔"لوگوں کے ساتھ احسان کرو اللہ تعالی احسان کرو اللہ تعالی احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

پھر ارشاد فرمایا۔

واحسن کما احسن اللہ الیک (القصص 77)

ترجمہ۔"احسان کر جس طرح اللہ تعالی نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے۔"

اللہ تعالی نے ہر انسان کے ساتھ احسان کیا۔اس لیے اس کو بھی اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان کرنا چاہیے۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

ان اللہ یامر بالعدل ولاحسان وایتای ذالقربی (النحل 90)

ترجمہ۔

"بے شک اللہ تعالی عدل واحسان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا"

پیارے اللہ رب العزت ہمیں اپنے اعمال کو درست رکھنے اور درست اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔۔۔آمین!

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

ترجمہ: بیشک اللہ انصاف کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو (ان کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، بدی اور ظلم سے روکتا ہے۔
وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے، تا کہ تم نصیحت قبول کرو

وصیت مولانا جلال الدین رومی المعروف مولانا روم۔۔۔۔۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کھلے اور چھپے خدا سے ڈرنے کی

کھانے،سونے، بولنے میں کمی کرو!

گناہوں سے دور رہو!

شہوتوں کو ترک کرو!

قیام شب اور روزوں کا اہتمام کرو!

ہر طرح کے انسانوں کی جفاؤں کو برداشت کرو!

نادانوں اور عامیوں کی ہم نشینی چھوڑ و!

نیکوں، بزرگوں کی صحبت اختیار کرو!

بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔۔۔

بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور دلیل والا ہو۔۔۔۔

ترک ہوا قوت پیغمبری ایست !

تمام تعریف وتوصیف خدائے واحد کیلیئے ہے۔۔۔۔

اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو۔۔۔۔۔!!

جزاک اللہ خیر۔۔۔۔۔۔

حکایت۔ چڑیا اور سمندر

سمندر کِنارے ایک درخت تھا جس پہ چڑیا کا گھونسلا تھا ایک دن تیز ہوا چلی تو چڑیا کا بچہ سمندر میں گر گیا چڑیا بچے کو نکالنے لگی تو اُسکے اپنے پر گیلے ہو گئے اور وہ لڑکھڑا گئی.

اُس نے سمندر سے کہا اپنی لہر سے میرا بچہ باہر پھنک دے مگر سمندر نہ مانا تو چڑیا بولی دیکھ میں تیرا سارا پانی پی جاؤں گی تجھے ریگستان بنا دونگی.

سمندر اپنے غرور میں گرجا کہ اے چڑیا میں چاہوں تو ساری دنیا کو غرق کر دوں تو تو میرا کیا بگاڑ سکتی ہے؟

چڑیا نے اتنا سُنا تو بولی چل پھر خشک ہونے کو تیار ہو جا۔اسی کیساتھ اُس نے ایک گھونٹ بھرا اُور اڑ کے درخت پہ بیٹھی پھر آئی گھونٹ بھرا پھر درخت پہ بیٹھی یہی عمل اُس نے 8-7 بار دُھرایا تو سمندر گھبرا کے بولا:

پاگل ہوگئی ہے کیا کیوں مجھے ختم کرنے لگی ہے؟

مگر چڑیا اپنی دھن میں یہ عمل دُھراتی رہی۔ابھی صرف 25-22 بار ہی ہوا کہ سمندر نے ایک زور کی لہر ماری اور چڑیا کے بچے کو باہر پھینک دیا.

درخت جو کافی دیر سے یہ سب دیکھ رہا تھا سمندر سے بولا اے طاقت کے بادشاہ تو جو ساری دُنیا کو پل بھر میں غرق کر سکتا ہے اس کمزور سی چڑیا سے ڈر گیا یہ سمجھ نہیں آئی؟

سمندر بولا تو کیا سمجھا میں جو تجھے ایک پل میں اُکھاڑ سکتا ہوں اک پل میں دُنیا تباہ کر سکتا ہوں اس چڑیا سے ڈرونگا؟

نہیں میں تو اس ایک ماں سے ڈرا ہوں۔ماں کے جذبے سے ڈرا ہوں۔اک ماں کے سامنے تو عرش ہل جاتا ہے تو میری کیا مجال.

جس طرح وہ مجھے پی رہی تھی مجھے لگا کہ وہ مجھے ریگستان بنا ہی دیگی.

''ماں'' اللہ پاک کی عظیم نعمتوں میں سے عظیم نعمت ہے. یہی وجہ ہے کہ جب اللہ رب العزت نے انسان سے محبت کی مثال دینا چاہی تو میرے آقا و مولی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

بخاری و مسلم میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قدِمَ علی النبیِّ صلَّی اللہُ علیہ وسلَّم سَبیٌ ،فإذا امرأۃٌ من السبیِ قد تحلُبُ ثدیَہا تَسقی ،إذا وجدَتْ صبیًّا فی السبیِ أخذَتہ ،فألصقَتْہ ببطنِہا وأرضعَتْہ ، فقال لنا النبیُّ صلَّی اللہُ علیہ وسلَّم : (أترَونَ ہذہ طارحۃً ولدَہا فی النارِ). قُلنا: لا، وہی تقدِرُ علی أن لا تطرَحہ ،فقال : (للّٰہُ أرحَمُ بعبادِہ من ہذہ بولَدِہا). (صحیح البخاری:5999،صحیح مسلم:2754)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے قیدیوں میں ایک عورت تھی جس کا پستان دودھ سے بھرا ہوا تھا اور وہ دوڑ رہی تھی، اتنے میں ایک بچہ اس کو قیدیوں میں ملا اس نے جھٹ اپنے پیٹ سے لگا لیا اور اس کو دودھ پلانے لگی۔ہم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال سکتی ہے ہم نے عرض کیا کہ نہیں جب تک اس کو قدرت ہوگی یہ اپنے

بچہ کو آگ میں نہیں پھینک سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنا یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہو سکتی ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں ہمیشہ اپنی محبت میں مصروف عمل رکھے اور اپنی طرف عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے! آمین یارب العالمین

حکایت ۔ بندہ، دعا اور فرشتہ

ایک دفعہ ایک آدمی گڑگڑا کر دعا مانگ رہا تھا اتنے میں ایک فرشتے کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ آدمی پہچان گیا کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ کہنے لگا کہ میری چند دعائیں اللہ کے پاس پہنچا دیں۔ پھر اس نے آرزوئیں گنوانا شروع کر دیں۔ کہ مجھے یہ چاہیے یہ چاہیے وغیرہ, فرشتہ بولا بس بس میں سمجھ گیا ہوں۔

وہ بولا کہ کیا سمجھ گئے ہو۔؟

میری بات تو ابھی مکمل ہی نہیں ہوئی۔

فرشتے نے کہا کہ میں اللہ تعالٰی سے کہہ دوں گا کہ تیرا فلاں بندہ کہہ رہا تھا کہ اے مالک! مجھے اپنے علاوہ سب کچھ دے دو ۔

بات اتنی سی ہے کہ ہم اس مالک، اس پالنے والے رازق سے اس کے قرب کے سوا سب کچھ مانگتے رہتے ہیں۔۔ یاد رکھیں! جسے اللہ رب العزت مل گیا اسے سب کچھ مل گیا اور جسے اللہ نہ ملا اسے سب کچھ کے ہوتے ہوئے بھی کچھ نہ ملا۔ اللہ رب العزت سے اس کا اور اسکے پیاروں کا قرب مانگیں کہ سب کچھ مل جائے، اللہ سوہنا ہمیں اسکی توفیق دے، آمین

شیخ سعدی کی بوستان سعدی سے ایک حکایت

شیخ سعدی کی بوستان سعدی سے ایک حکایت آپکی نظر۔۔۔۔۔

ایک بادشاہ اپنے مصاحبوں اور خدمت گاروں کے ساتھ جنگل میں شکار کی غرض سے گیا، جہاں اس کی نظر ایک فقیر پر پڑی۔

وہ فقیر گردوپیش سے بے نیاز اور ہر قسم کے خوف سے آزاد نظر آیا۔ گھنے جنگل میں موذی جانور، حشرات اور درندوں سے تو ہوشیار رہنا ہی پڑتا ہے، مگر بادشاہ نے اس کے چہرے پر خاص اطمینان دیکھا اور اسے اس شخص کی ڈھٹائی اور بے وقوفی تصور کیا۔

بادشاہ اور اس کے مصاحب جب اس کے قریب سے گزرے تو اس نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا اور یہ بات بادشاہ کو بہت ناگوار گزری۔

اس نے بزرگ کی طرف اشارہ کر کے وزیر سے کہا کہ ایسے فقیر بھی بالکل جانوروں کی طرح ہوتے ہیں کہ انھیں معمولی ادب آداب کا بھی خیال نہیں ہوتا۔

بادشاہ کی ناگواری کا اندازہ کر کے وزیر اس درویش کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ بابا جی، ملک کا بادشاہ آپ کے قریب سے گزرا اور آپ نے اتنا بھی نہیں کیا کہ اپنی عقیدت اور نیازمندی ظاہر کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے اور ادب سے سلام کرتے؟

درویش نے بے پروائی سے جواب دیا، اپنے بادشاہ سے کہو کہ ادب آداب کا خیال رکھنے کی امید ان لوگوں سے کرے جنھیں اس سے انعام حاصل کرنے کا لالچ ہو۔ اس کے علاوہ اسے یہ بات بھی اچھی طرح سمجھا دو کہ ہم جیسے درویشوں کا کام بادشاہ کا خیال رکھنا نہیں بلکہ بادشاہ کا یہ فرض ہے کہ وہ ہماری حفاظت کرے۔ تُو نے سنا نہیں بھیڑیں گڈریے کی حفاظت نہیں کرتیں بلکہ گڈریا بھیڑوں کی حفاظت کرتا ہے۔

یاد رہے! بادشاہی ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں۔ موت کے بعد بادشاہ اور فقیر برابر ہو جاتے ہیں۔ اگر تُو قبر کھول کر دیکھے تو یہ بات معلوم نہ کر سکے گا کہ یہ شخص جس کی کھوپڑی کو مٹی نے کھا لیا ہے۔ زندگی میں کس مرتبے اور شان کا مالک تھا۔

وزیر نے درویش کی یہ باتیں بادشاہ کو سنائیں تو اس نے فوری نصیحت حاصل کی اور فقیر پر مہربان ہو کر اس سے کہا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بیان کرو، تمھاری ہر حاجت پوری کی جائے گی۔ فقیر نے بے نیازی سے کہا، بس ایک خواہش ہے اور وہ یہ کہ میرے پاس آنے کی تکلیف پھر کبھی نہ اٹھانا۔

اس پر بادشاہ نے کہا، اچھا مجھے کوئی نصیحت ہی کر دیجیے کہ دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں۔

درویش بولا، میری نصیحت یہ ہے کہ ابھی جب تُو تاج اور تخت کا مالک ہے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کر کہ عاقبت میں تیرے کام آئیں گی۔ یہ تاج اور تخت ہمیشہ تیرے پاس ہی نہ رہے گا اور جس طرح تجھ سے پہلے بادشاہ کے بعد تجھے ملا، اسی طرح تیرے بعد کسی اور کو مل جائے گا۔

یہ حکایت ہمیں بتاتی ہے کہ حرص اور لالچ ترک کر کے ہی انسان کو قلبی سکون اور دائمی راحت حاصل ہوتی ہے۔

مال دار اور خوش حال بھی جان لے کہ غریب کی طرح وہ بھی دنیا سے جاتے ہوئے کفن کے سوا کچھ نہ لے جا سکے گا۔

جبکہ گلستان سعدی میں سعدی شیرازی کے تین نعتیہ اشعار ہیں کہ

خدایا بحقِ بنی فاطمہ
کہ برقولِ ایماں کنی خاتمہ

ترجمہ: اے خدا حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہ) کی اولاد کے صدقے میرا خاتمہ ایمان پر کرنا۔

اگر دعوتم رد کنی، ور قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسول ﷺ

ترجمہ: چاہے تو میری دعا کو رد کر دے یا قبول کر، کہ میں آلِ رسول (صل اللہ علیہ وسلم) کے دامن سے لپٹا ہوا ہوں۔

چہ وَصفَت کُند سعدیِ ناتمام

علیکَ الصلوٰۃ اے نبیّ السلام

سعدی ناتمام وحقیر آپ (صل اللہ علیہ وسلم) کا کیا وصف بیان کرے، اے نبی (صل اللہ علیہ وسلم) آپ پر صلوۃ وسلام ہو۔

اللہ رب العزت ہمیں سبق سیکھنے کی اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے! اور ہمارا شمار ہمیشہ اپنے پیاروں کی جماعت میں کرے! آمین! یا رب العالمین

بیس ہزار کا تھپڑ

"ابھی کل کی بات ہے کہ میرے منہ پر تھپڑ مارا گیا اور آپ سب نے میرا بھرپور ساتھ دیا جس پر میں آپ سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں.
"

پاکستان کے ایک طاقتور ترین اخبار کے مالک نے ادارے کی ماہانہ پراگرس رپورٹ ایک جانب رکھتے ہوئے شکر گزارانہ انداز میں اپنے سامنے بیٹھے کچھ ڈرے, سہمے, اور کچھ ناراض ملازمین سے گفتگو کی ابتداء کرتے ہوئے جملہ کہا. میٹنگ خاص تو تھی ہی کیونکہ اس کمرہ میں موجود سب ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ادارہ کے افراد کی کارکردگی زیر بحث آنے والی ہے لیکن ایک طاقتور اخبار کے معروف مالک کی جانب سے اسطرح کے الفاظ کا کہا جانا سب کے لیئے باعث پریشانی تھا کیونکہ اول تو کسی کی اتنی جرأت و ہمت کہاں کہ ایسا انتہائی اقدام کر سکے اور دوسرا یہ کہ اس کمرہ میں موجود بہت سے لوگ اس شش و پنج میں مبتلا تھے کہ وہ کہاں تھے جب اسطرح کا سنگین واقعہ رونما ہوا اور انہیں کان و کان خبر تک نہ ہوئی .
اس جملہ کے بعد مالک صاحب خاموش ہو گئے. ایک عجیب سا سکوت چھایا ہوا تھا کمرہ میں. کچھ نگاہیں سوالیہ انداز میں ارد گرد دیکھ رہی تھیں, کچھ گہری سوچ میں غرق تھے اور کچھ افراد کے ماتھے پر پسینہ آ رہا تھا .

دراصل معاملہ یہ تھا کہ اخبار کا درویش صفت آفس بوائے چندو چند روز قبل ہال روڈ پر چپاتیاں لینے گیا. پارکنگ والے نے موٹر سائیکل کھڑی کرنے کی اجرت تیس روپیہ مانگی جبکہ چندو حقیقی اجرت دس روپیہ دینا چاہتا تھا. پارکنگ والے نے مطلوبہ رقم کی عدم ادائیگی کا عندیہ پا کر موٹر سائیکل نہ کھڑی کر سکنے کا اعلان کر دیا. چندو چونکہ جلدی میں تھا لہٰذا وہیں موٹر سائیکل کھڑی کی اور تندور کی جانب چل دیا. جلدی شاید رشتہ میں شیطان کی خالہ ہوتی ہے. پارکنگ والے نے کالر سے پکڑا اور پیچھے کو کھینچا, چندو نے چھڑوانے کی کوشش کی اور اسی اثناء میں پارکنگ والے نے چندو کو تھپڑ رسید کر دیا. غریب آدمی پارکنگ مافیہ کے ہتھے آ چکا تھا اور سب مل کر غریب چندو کو سبق سکھا رہے تھے. صرف بیس روپے ہی تو زائد مانگ رہے تھے. ابھی غریب کے ساتھ نجانے کیا کچھ ہونا تھا کہ اتفاقاً چیف رپورٹر صاحب جو کہ بھوک سے نڈھال ہوئے بیٹھے تھے اتفاقاً مہمان کی آمد پر چندو کو فون کیا اور دو چپاتیاں اضافی لانے کا کہنے ہی والے تھے کہ چندو کی روتی ہوئی آہ و بکا سنائی دی
"صاحب جی ایہہ پارکنگ والے مینوں رل کے کٹن ڈئے نیں" !
چیف رپورٹر صاحب کے کانوں میں یہ الفاظ نقارہ قیامت کی مانند گونجے. کمرہ میں اس وقت پانچ چھ لوگ موجود تھے. چیف رپورٹر صاحب نے کرسی چھوڑ, قلم چھوڑ, اعلان جنگ فرمایا اور میدان جنگ کی جانب روانہ ہوئے. اپنے دفتر سے ادارہ کے دروازہ تک جو کوئی بھی ملا اسے صرف اتنا بتایا گیا کہ چندو کو ہال روڈ میں پارکنگ والے مار رہے ہیں, کیا کیمرہ مین اور کیا رپورٹر, اسائنمنٹ انچارج سے چوکیدار تک جو ملا ساتھ ہو لیا. چندو معصوم ہی اتنا ہے کہ ادارہ سے وابسطہ ہر خاص و عام اسکی دادرسی فرض عین خیال کرتا ہے. اور یہاں تو معاملہ ظلم اور

ناانصافی کے خلاف جہاد اکبر کا بھی تھا ۔

ہم صحافی بھی کمال لوگ ہیں, یا تو کچھ بھی نظر نہیں آ تا, اور اگر نظر آ جائے تو کیا سی ایم اور کیا پی ایم ۔ ایوان صدر سے ایوان وزیر اعلیٰ تک ایک صحافی کی ہی دھاڑ ہوتی ہے جو گونجتی ہے ۔

بہر حال کرائم رپورٹر صاحب نے ایس ایچ او کو فون کیا اور قانون چیف رپورٹر صاحب کی لشکر کشی سے پہلے ہی موقع واردات پر پہنچ گیا. بیٹ انچارج کے ایک فون پر ٹی ایم او صاحب اور ٹاؤن انتظامیہ بھی حرکت میں تھی. جو بدمعاش بیس روپے کی خاطر ایک مسکین کو ساری دنیا کے سامنے رسوا کر رہے تھے انکی جامہ تلاشی ہو رہی تھی. ایک جانب کاغذات, لائسنس, پرمٹ وغیرہ چیک ہو رہے تھے تو دوسری جانب جیب سے نسوار اور سیگریٹ برآمدگی کی ایف آئی آر کی تیاری! چیف رپورٹر صاحب اور دیگر افراد کے پہنچتے ہی ایس ایچ او نے نکے تھانیدار کو حکم دیا کہ پارکنگ عملہ کو کان پکڑوا دیئے جائیں. نکے تھانیدار نے اپنے ماتحتوں کی جانب دیکھا اور ہال روڈ پر موجود ہر شخص مکافات عمل دیکھ رہا تھا۔

دوسری جانب پارکنگ کا بڑا ٹھیکیدار چندو کے قدم پکڑے بیٹھا تھا اور معافیاں مانگ رہا تھا. چندو معصوم آدمی ہے جانتا تھا کہ معاف کرنے کے اختیارات اس کے پاس نہیں لہذا بار بار کن اکھیوں سے چیف رپورٹر صاحب کی جانب دیکھ رہا تھا ۔

ابھی یہ سب کچھ جاری تھا کہ چھوٹے ٹھیکیدار نے چندو کی جیب میں پلی بارگین کا دس ہزار روپیہ ڈالا اور ایک مرتبہ پھر معافی کی استدعا کی. اسکی تنخواہ سے زیادہ رقم اب اسکی جیب میں تھی. وہ خوش تھا کہ آج آٹے کا کنستر بھر جائے گا۔ ماں کو ٹھنڈ بھی بہت لگتی ہے۔ دو ہزار کی گرم چادر لے کر جاؤں گا۔ ماں خوش ہو جائے گی۔ غریب آدمی کی خواہشیں اور خوشیاں بہت چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں۔

چیف رپورٹر نے ہرے نوٹوں کی منتقلی دیکھ کر چندو کو سمجھایا کہ بیٹا انکے ساتھ کافی ہو چکی ہے۔ اب انہیں معاف کر دیا جائے۔

چندو نے معافی کا عندیہ دیا۔ ایس ایچ او اور ٹاؤن انسپکٹر نے چیف رپورٹر صاحب کو اشارتاً بتایا کہ آپ سے ملاقات ہوتی ہے۔

لشکر محاذ فتح کر کے واپس آ چکا تھا۔ چیف رپورٹر نے چندو کو بلایا اور پیسوں کی گڈی مانگی، گنتی کی، اور پانچ ہزار اسکی جیب میں ڈال کر کہا کہ "ماں کے لیئے کچھ لے جائیں, دعائیں دے گی"

ادارہ کے سربراہ نے خاموشی توڑی اور کہا" میں میں نہیں بلکہ آپ ہوں۔ آپ سب میں ایک ایک میں ہوں۔ یہ ادارہ میرا نہیں آپ کا ہے۔ آپ اس کے مالک ہیں۔ آپ کی مشکلات میری مشکلات ہیں۔ آپ کے منہ پر تھپڑ میرے منہ پر تھپڑ ہے"!

سامنے بیٹھے خواتین وحضرات یہ الفاظ سن کر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ جو ادارہ چھوڑنے کی نیت لیئے بیٹھے تھے نیت توڑ چکے تھے اور میٹنگ برخاست ہو گئی۔

ماہانہ رپورٹ کی فائل کے آخری صفحہ پر خصوصی نوٹ بروا قعہ بالا تحریر تھا۔

"ایس ایچ او سے پچھتر سو, ٹاؤن انتظامیہ سے پچھتر سو, چندو سے پانچ ہزار کل بیس ہزار روپیہ ادارہ کے کیشئیر کو جمع کروا دیا گیا ہے۔ پارکنگ اسٹینڈ کا ٹھیکیدار دس ہزار روپیہ ماہانہ جمع کروایا کرے گا جب تک اسکا ٹھیکہ چل رہا ہے۔ ایس ایچ او اور ٹی ایم او ہمارے شکرگزار ہیں کہ دونوں کو ہماری وجہ سے پچھتر پچھتر سو روپے کی بچت ہوئی ہے"

رومی کا ایک شعر

مولانا رومی ایک شعر میں حقیقت حال بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ

دی شیخ باچراغ ہمی گشت گردِشہر
کز دیو ودد ملولم وانسانم آرزوست

ترجمہ: کل (ایک) شیخ چراغ لیئے سارے شہر کے گرد گھوما (اور کہتا رہا) کہ میں شیطانوں اور درندوں سے مل لیا ہوں اور کسی انسان سے ملاقات کا آرزو مند ہوں۔

اللہ رب العزت کردار کو بہترین بناتے ہوئے صحت وسلامتی کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔۔۔آمین

حکایت: بادشاہ اور کسان

اللہ کریم سے دعا ہے کہ آپ کو ہمیشہ خوش وخرم، شاد وآباد، صحتمند وتندرست رکھے۔

ایک حکایت نظر سے گزری سوچا آپ کے ساتھ بانٹ لوں۔۔۔

پرانے زمانے کی بات ہے ایک بادشاہ کا گزر ایک کھیت پر سے ہوا جہاں پر اس کی ملاقات ایک کسان سے ہوئی۔ کسان نے بقدرِ استطاعت بادشاہ کو کچھ کھانے پینے کو پیش کیا۔ بادشاہ کسان کی مہمان نوازی سے کافی متاثر ہوا اور اس سے باتیں کرنے لگا:۔

بادشاہ:۔ کتنے پیسے کما لیتے ہو۔

کسان:۔ عالی جاہ۔ چار اشرفیاں آمدن ہو جاتی ہے۔

بادشاہ:۔ خرچ کیسے کرتے ہو؟

کسان:۔ جناب۔ ایک اشرفی خود پر خرچ کرتا ہوں، ایک اشرفی قرض دیتا ہوں، ایک اشرفی قرض کی واپسی میں دیتا ہوں اور ایک اشرفی کنویں میں پھینک دیتا ہوں۔

بادشاہ:۔ میں سمجھا نہیں۔

کسان:۔ عالی جاہ۔ ایک اشرفی اپنے اور اپنی بیوی پر خرچ کرتا ہوں، ایک اشرفی اپنی اولاد پر خرچ کرتا ہوں (قرض دیتا ہوں) تا کہ جب میں اور میری بیوی بوڑھے ہو جائیں تو وہ ہماری خدمت کریں، ایک اشرفی اپنے والدین پر خرچ کرتا ہوں (قرض کی واپسی) کیونکہ انہوں نے مجھے پال پوس کر بڑا کیا، اور ایک اشرفی خیرات کرتا ہوں (کنویں میں پھینکتا ہوں) کیونکہ اس کا بدلہ اس دنیا میں نہیں چاہتا۔

میرے اور آپ کے پیارے اللہ رب العزت ہمیں ہمیشہ عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں اور اہل وعیال کو ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھیں! آمین! یارب العالمین۔

حکایات: چوراور باغبان

حکایات رومی سے ایک سبق آموز حکایت آپکی نظر۔۔۔

ایک چور ایک باغ میں گھس گیا اور آم کے درخت پر چڑھ کر آم کھانے لگا
اتفاقاً باغبان بھی وہاں آ پہنچا اور چور سے کہنے لگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اوبے شرم یہ کیا کر رہے ہو؟
چور مسکرایا اور بولا
ارے بےخبر یہ باغ اللہ کا ہے اور میں اللہ کا بندہ ہوں، وہ مجھے کھلا رہا ہے اور میں کھا رہا ہوں، میں تو اسکا حکم پورا کر رہا ہوں، ورنہ تو پتہ بھی اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرسکتا
باغبان نے چور سے کہا
جناب! آپ کا یہ وعظ سن کر دل بہت خوش ہوا۔۔۔۔۔۔۔ذرا نیچے تشریف لائیے تا کہ میں آپ جیسے مومن باللہ کی دست بوسی کرلوں ۔۔۔سبحان اللہ اس جہالت کے دور میں آپ جیسے عارف کا دم غنیمت ھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے تو مدت کے بعد توحید و معرفت کا یہ نکتہ ملا ھے جو کرتا ھے۔۔۔۔۔۔۔۔خدا ہی کرتا ھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور بندے کا کچھ بھی اختیار نہیں۔۔۔۔۔قبلہ ذرا نیچے تشریف لائیے۔۔۔۔۔
چور اپنی تعریف سن کر پھولا نہ سمایا اور جھٹ سے نیچے اتر آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔
جب وہ نیچے آیا تو باغبان نے اسکو پکڑ لیا اور رسی کے ساتھ درخت سے باندھ دیا۔ پھر خوب مرمت کی، آخر میں جب ڈنڈا اٹھایا تو چور چلا اٹھا، کے ظالم کچھ تو رحم کرو، میرا اتنا جرم نہیں جتنا تو نے مجھے مار لیا ہے۔ باغبان نے ہنس کر اس سے کہا کہ جناب ابھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے، اللہ کے حکم کے بغیر کوئی کچھ نہیں کرسکتا، اگر پھل کھانے والا اللہ کا بندہ تھا تو مارنے والا بھی تو اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کے حکم سے ہی مار رہا ہے کیونکہ اس کے حکم کے بغیر تو پتہ بھی نہیں ہلتا
چور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔خدارا مجھے چھوڑ دے۔۔۔۔۔۔۔اصل مسئلہ میری سمجھ میں آ گیا ھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ بندے کا بھی کچھ اختیار ھے
باغبان نے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور اسی اختیار کی وجہ سے اچھے یا برے کام کا ذمہ دار بھی۔
اللہ رب العزت ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما کر اپنے غیب کے خزانوں کے منہ ہم پر کھول دے۔ اور نیکی اور بدی کا فرق سمجھ کر اپنے اعمال شریعت مطہرہ کے مطابق ڈھالنے کی توفیق نصیب فرمائے کہ اسی میں انسانیت کی فلاح کا راز مضمر ہے۔۔۔

بوستان سے شیخ سعدیؒ کی ایک حکایت

"بوستان" میں شیخ سعدیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک مرتبہ کسی شہزادے کا قیمتی لعل گم ہوگیا، شب کے وقت کسی جگہ گر گیا۔ اس نے حکم دیا کہ اس مقام کی تمام کنکریاں اٹھا کر جمع کریں۔ اس کا سبب پوچھا تو شہزادے نے کہا کہ اگر چھانٹ کر کنکریاں جمع کی جائیں تو ممکن ہے کہ لعل ان میں نہ آئے اور جب ساری کنکریاں اٹھائی جائیں گی تو ان میں لعل ضرور آئے گا۔ لوگوں نے شہزادے کے حکم پر عمل کیا تو لعل مل گیا، کسی نے اس حکایت کا ترجمہ خوب کیا ہے۔

اے خواجہ چہ پرسی از شب قدر نشانی
ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی

ترجمہ: اے خواجہ تو شب قدر کی کیا نشانی پوچھتا ہے، اگر تو قدر دان ہے تو ہر رات شب قدر ہے۔

ناقابل شکست اور انسانی سرشت کے اسباق

ازقلم: مسعود چوہدری

الکاین 1930 میں دنیا کا شطرج کا سب سے بڑا کھلاڑی اور عالمی چیمپئن تھا۔ جس دن اس نے اس وقت کے شطرنج کے عالمی فاتح کیپا بلانکا کو پہلی بار ہرایا اس دن وہ بہت خوش اور فاتحانہ انداز میں اپنے ہوٹل کے کمرہ میں موجود تھا کہ اسکے کمرہ کے دروازے پر دستک ہوئی۔ رات ہو چکی تھی اور وہ اگلے دن کے مقابلہ کی تیاری میں مصروف تھا اور بالکل نہیں چاہتا تھا کہ اس کی سوچ اور ارادوں کے درمیان کوئی حائل ہو۔ عین اسی وقت اسطرح کی دستک نے اس کے مزاج کو یکسر تبدیل کر دیا۔ چارو نا چار اس نے دروازہ کھولا تو اسے ایک بوسیدہ حال ادھیڑ عمر شخص دکھائی دیا۔ اس نامعلوم شخص نے الکاین کو شطرنج کھیلنے کا چیلنج دیا جسے الکاین نے یکسر مسترد کر دیا اور دروازہ بند کرنے ہی لگا تھا کہ اس شخص نے دروازہ میں اپنا پیر رکھ دیا۔

وہ شخص دنیا کے سب سے بڑے کھلاڑی کے ساتھ شطرنج کھیلنا چاہتا تھا اور الکاین اس کے لیے بالکل تیار نہیں تھا۔

اسکی دو بڑی وجوہات تھیں۔

ایک تو یہ کہ یہ نامعلوم شخص کہیں سے بھی ایک اچھا انسان معلوم نہیں ہو رہا تھا اور اسکا حلیہ بالکل بھی ایسا نہیں تھا کہ اسے اپنے کمرہ میں آنے کی اجازت دی جاتی۔

الکاین کہتا ہے کہ اس شخص کے پاس سے بدبو آ رہی تھی اور اسے یقین تھا کہ وہ ایک سنکی شخص ہے جسکی رسائی سہولیات زندگی تک بالکل بھی نہیں ہے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ الکاین کے خیال میں اسطرح کے لوگ سوائے وقت ضائع کرنے کے کچھ اور نہیں کرتے۔

الکاین نے پوچھا کہ اس کے ساتھ شطرنج کھیلنے کی صورت میں اس کے لیے کیا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ ہارنے کی صورت میں وہ یہاں سے خاموشی سے چلا جائے گا اور نہ کھیلنے کی صورت میں اسے بہت زیادہ تنگ کرے گا۔ الکاین اسکے پختہ ارادہ کی وجہ سے اس شخص کے ساتھ شطرنج کھیلنے کے لیے تیار ہو گیا اور اسے یقین تھا کہ وہ بہت جلد ہی اس بھدے سے شخص کو ہرا دے گا اور اس مشکل سے چھٹکارہ حاصل کر لے گا۔

دونوں شطرنج کی میز کے سامنے بیٹھ گئے اور کھیل شروع ہو گیا۔

الکاین کہتا ہے کہ اس نامعلوم شخص نے پوری نو چالوں میں اسے مات دے دی۔ اس پر الکاین کو یقین ہی نہیں آیا کہ دنیا کا سب سے بڑا کھلاڑی ایک عام آدمی سے مات بھی کھا سکتا ہے۔ اس نے نامعلوم شخص کو دوبارہ کھیلنے کی دعوت دے دی اور ساتھ ہی اس باری پر دوسو ڈالر کی شرط بھی لگا دی۔ الکاین ایک مرتبہ پھر نو چالوں میں ہی مات کھا گیا۔ اب اسکا دماغ گھوم رہا تھا اور اسے یقین ہو گیا کہ اسکا مدمقابل معمولی نظر ضرور آتا ہے لیکن شطرنج کا بہت زیرک کھلاڑی ہے۔ لیکن عالمی فاتح ہونے کا زعم ٹوٹ جانا زیادہ تکلیف دہ تھا لہٰذا اس نے کیپابلانکا سے مدد لینے کا فیصلہ کیا۔

یہ فیصلہ آسان نہیں تھا لیکن وہ بھاگتا ہوا ہوٹل کی دوسری جانب کیپابلانکا کے کمرہ میں پہنچا اور ایک ہی سانس میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ کیپابلانکا جو کہ ابھی عالمی مقابلوں میں اپنی عزت الکاین کی وجہ سے ہی کھو بیٹھا تھا اس کی مدد کرنے کو بالکل تیار نہیں تھا۔ الکاین نے اسے کہا کہ اگر وہ اس نامعلوم شخص سے جیت گیا تو اگلے دن ہونے والے مقابلہ میں وہ جان بوجھ کر ہار جائے گا اور اسکا اعزاز اگلے سال تک کے لیے اس کے پاس ہی رہے گا۔ یہ اتنی بڑی پیشکش تھی کہ کیپابلانکا اسے نہ ٹھکرا سکا اور الکاین کے ساتھ ہولیا۔

کیپابلانکا کے ساتھ بھی وہ ہی سلوک ہوا جو الکاین کے ساتھ ہوا تھا اور وہ بھی نو چالوں میں ڈھیر ہو گیا۔ کیپابلانکا اور الکاین دونوں نے اس نامعلوم شخص کو ناقابل تسخیر تسلیم کر لیا اور اسکے طریقہ کار کو بھی ناقابل شکست مان لیا۔

الکاین نے جب ایک اخباری نمائندہ کو یہ کہانی سنائی تو یہاں خاموش ہو گیا اور اس شخص کی بہت تعریف و توصیف کی اور اسے خراج عقیدت بھی پیش کیا کہ وہ واحد ایسا شخص اسکی زندگی میں تھا جس سے اس نے چاروں شانے چت مات کھائی۔

سوال کرنے والے نے پوچھا کہ آپ نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ اس کے جواب میں الکاین نے کہا کہ

" ظاہر ہے! ہم نے اسے قتل کر دیا"۔

آج تاریخ الکاین اور کیپابلانکا دونوں کو شطرنج کے بڑے کھلاڑیوں کے طور پر جانتی ہے اور انکی کھیلی گئی چالوں کو شطرنج کے کھلاڑیوں کو باقاعدہ پڑھائی جاتی ہیں۔ کیپابلانکا کی مشہور و معروف نو چالیں وہ ہی نو چالیں ہیں جو اس نامعلوم شخص نے کھیلیں اور آج بھی جو کوئی ان نو

چالوں کا توڑ نہیں جانتا منٹوں میں مات کھا جاتا ہے لیکن دوسری جانب نامعلوم شخص اپنی تمام تر صلاحیتوں اور قابلیتوں کے باوجود نامعلوم ہی رہے گا۔ گو کہ اس نامعلوم شخص نے دنیا کے سب سے بڑے کھلاڑیوں کو چٹکیوں میں مات دی تھی لیکن وہ انسانی سرشت کے چند انتہائی اہم اصول بھول گیا تھا۔

پہلا: بند کمرے میں جیت کوئی جیت نہیں۔ دراصل جیت وہ ہے جو تمام دنیا کو باقاعدہ نظر آئے۔ کہہ سکتے ہیں کہ جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا۔

دوسرا: ہر کامیاب شخص کے پیچھے جرم موجود ہے۔ لہٰذا دنیا اتنی سیدھی نہیں ہے جتنا ہم اکثر اسے تصور کر لیتے ہیں۔

تیسرا: اگر آپکے مدمقابل آپکے خلاف اکٹھے ہو جائیں تو سمجھدار ہو جائیں۔

چوتھا: اپنا بہترین کھیل مدمقابل کے کھیل کے مطابق کھیلو نہ کہ ابتداء ہی اپنے بہترین سے کر دو۔

پانچواں: خوف عمل سے زیادہ اثر دار ہوتا ہے۔

چھٹا: غریب ہمیشہ ناکام اور امیر ہمیشہ کامیاب تصور کیا جاتا ہے۔

ساتواں: حقیقی جیت ہمیشہ طاقتور کی ہوتی ہے۔

ایک پاکستانی اور ولی کا واقعہ

ایک" ولی کامل" پہاڑوں میں نکل گئے، پیچھے دیکھا ایک پاکستانی آ رہا تھا۔آپ نے پوچھا

کیا چاہیے؟

پاکستانی نے کہا،" غریب"ہوں کچھ" عنایت"فرمائیں۔

آپ نے پہاڑ کی طرف"" انگلی""اٹھائی پہاڑ" سونے" کا ہو گیا۔

آپ چل پڑے، دیکھا وہ پاکستانی پھر پیچھے آ رہا تھا آپ نے پوچھا اب کیا چاہئے؟ پاکستانی بولا تھوڑا ہے۔

آپ نے دوسرے پہاڑ کی طرف"" انگلی""اٹھائی وہ بھی" سونے" کا ہو گیا، اور اسی طرح تیسری اور پھر چوتھی طرف"" انگلی""اٹھائی

چاروں طرف کے پہاڑ" سونے" کے ہو گئے۔ آپ چل پڑے، پیچھے دیکھا وہ پاکستانی پھر پیچھے آ رہا تھا۔

آپ نے پوچھا اب کیا چاہئے؟

اس پاکستانی نے عرض کیا

بزرگو... یہ انگلی۔۔۔۔۔

لوگ نئی ایجادات کے مخالف کیوں؟

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ کوئی بھی نئی ایجاد توثیق ورد کے چھ مراحل سے گزرتی ہے۔لوگ جس معاشرہ کی تخلیق کرتے ہیں اس معاشرے میں کی جانے والی نئی ایجادات کی مخالفت کی بہت سی وجوہات ہیں لیکن چند ایک کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔
معاشرہ لوگوں سے وجود میں آتا ہے اور لوگ ہی اپنے رہن سہن اور اقدار کا تعین کرتے ہیں۔لیکن اسلامی معاشرہ اس تعین کے ساتھ ہی ساتھ کچھ افکار ماضی سے مستعار لیتا ہے۔اورانہی افکار کی روشنی میں لوگ اقدار کو وضع کرتے ہیں۔

یعنی یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ہمیشہ ان مسلمہ اقدار کی روشنی میں ہی جدیدیت اور جدت کے اسلامی معاشرے میں کردار کا تعین کیا جاتا ہے۔
اگر تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو کوئی بھی نئی ایجاد ہمارے ہاں چھ مراحل سے گزرتی ہے۔پہلے مرحلہ میں ایجاد کی صرف اس بناء پر مخالفت کی جاتی ہے کہ یہ پہلے موجود نہیں۔
ظاہر ہے کہ یہ مرحلہ موجد کے لئے سب سے زیادہ کٹھن ہوتا ہے۔
دوسرے مرحلہ میں چند لوگ مذمت اور چند ایک معترف ہوجاتے ہیں۔
اور یوں لوگوں میں اس ایجاد کے حق اور مخالفت میں دلائل کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔
تیسرے مرحلہ میں معاشرہ ایجاد کو جگہ دینا شروع کرتا ہے اور پرانی شے پر فیشن کے طور پر فوقیت دینا شروع کردیتا ہے۔زیادہ تر امراء نئی ایجادات کو استعمال کرتے پائے جاتے ہیں اور غرباء اور امراء میں ایک باریک لکیر کے طور پر اس ایجاد کو لیا جانے لگتا ہے۔
چوتھے مرحلہ میں اس ایجاد کی سرایت معاشرے میں ایک لازم وملزوم کی حیثیت اختیار کرجاتی ہے اور یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا کبھی کوئی مخالف تھا ہی نہیں۔اس کے بعد پانچویں مرحلہ میں ایجاد کے نئے سے پرانے ہونے کا سفر شروع ہوتا ہے اور چھٹے مرحلہ میں ایجاد اپنی پوری افادیت معاشرے میں منتقل کرچکنے کے بعد یا ارتقاء یا التفات کی جانب گامزن ہوجاتی ہے۔

مائکروسافٹ جو کہ خود انہی مراحل سے گزرنے کے بعد آج ایک معروف ترین مقام کی حامل ہوچکی ہے کے مالک اور فاؤنڈر بل گیٹس کو پریشانی لاحق ہے کہ لوگ آرٹیفیشل انٹیلیجنس کی جانب کیوں شک کی نگاہ سے نہیں دیکھتے کیونکہ وہ ایلن مسک کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں کہ مصنوعی سوچ کے حامل آلات ایک روز انسان کی جگہ لے لیں گے اور شاید ہم اس کے غلام ہوجائیں گے اور شاید ہم انسان ہی نہ رہیں اور صرف مشینیں ہی مشینیں ہوں جبکہ دوسری جانب مائکروسافٹ کے ہی ریسرچ ہیڈ ایرک ہارووٹز اس بات سے اتفاق نہیں کرتے اور کہتے ہیں

کہ یہ انسان کے اندرونی خوف سے زیادہ بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے۔

اس طرح کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں جو کہ آج ہمارے اردگرد موجود ہیں لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ بات قابل غور ہے کہ ایک خاص طرح کی ہی ٹیکنالوجی ایجادات کی ہی کیوں مخالفت کی جاتی ہے۔ گو کہ مختلف معاشروں میں یہ مفروضہ مختلف اشیاء کی جانب اشارہ کرتا ہے لیکن تمام دنیا کا اس بات پر اتفاق دکھائی دیتا ہے کہ رسمی اور غیر رسمی ہتھیاروں پر جتنا بھی جدید کام کیا جائے اور جو بھی نئ ٹیکنالوجی متعارف کرائی جائے اسے نہ صرف قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بلکہ اس کے حصول کے لئے جدوجہد کی پذیرائی بھی کی جاتی ہے۔

یہاں میں ایک مثال سے وضاحت پیش کرنے کے بعد آگے بڑھنا چاہوں گا کہ جب ٹی وی ایجاد ہوا لگ بھگ اسی وقت ایٹم بم بھی ایجاد کیا گیا۔ نصف صدی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹی وی کے خلاف پہلے پہل فتاوی دیئے گئے. اسے شیطان کا آلہ قرار دیا گیا۔ اسے سڑکوں اور چوراہوں پر رکھ کر توڑا گیا اور اس کی ہر ممکن انداز میں مذمت کی گئی۔ خواہ یورپ کا معاشرہ ہو یا ایشیاء کا ہر جگہ معاملہ کم و بیش ایک سا ہی پایا گیا۔ لیکن آج وہ ہی لوگ اوپر بیان کردہ عمل اور مراحل سے گزرنے کے بعد ٹی وی اور اس سے جڑے شعبہ جات کو نہ صرف من و عن قبول کر چکے بلکہ آج اس تگ ودو میں ہیں کہ کیسے ایک دوسرے پر سبقت لی جاسکے۔ یہ ایک ایسا غیر روایتی ہتھیار بن چکا ہے جو کہ ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور جس کی مدد سے کی جانے والی تباہی ایک خاص علاقہ نہیں، ایک خطہ ارض نہیں بلکہ پوری نسل انسانی پر اپنے گہرے اثرات چھوڑتی ہے۔ دوسری جانب آج کے دور میں سب سے بڑا روایتی ہتھیار ایٹم بم گردانا جاتا ہے، گو کہ ہائڈروجن بم کو سب سے زیادہ طاقتور بتایا جاتا ہے لیکن چونکہ اس کے مالک صرف دو ممالک اپنے آپ کو گردانتے ہیں اور عین الیقین کی مانند ہمیں کیا معلوم کہ وہ ہے بھی یا صرف ڈراؤنا مجسم ہی ہے لیکن ایٹم بم جیسے ہی دنیا کی نظروں کے سامنے آیا اس ٹیکنالوجیکل ایجاد کو نہ صرف حاصل کرنے کی جستجو کی گئی بلکہ اسے بین الاقوامی سیاست میں ایک شجر طوبیٰ کا درجہ بھی حاصل ہوا۔ اس کے اثرات نہ تو پوری نسل انسانی پر ہیں، نہ ہی پورے قبیلے پر بلکہ صرف ایک دوسرے کو دکھانے کے لئے ہیں۔ اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری صرف دکھانے کے لئے جس کا انسانی سوچ پر اپنے مخالف کے اعصاب پر ڈر پیدا کرنے کے سوا کوئی اور مقصد ہی نہیں۔

بلا شبہ سوچ پر حکومت ہی اصل حکمرانی ہے جو کہ اس مثال کے مطابق ٹی وی تو کر رہا ہے لیکن ایٹم بم نہیں۔

جلد شروعات کرنے والا زیادہ پھل توڑتا ہے۔ لیکن آج اگر ہم اپنے اردگرد دیکھیں تو ہم نے مسلم امہ کا نقصان جدیدیت کی شروعات نہ کرنے کے سبب بھی کیا ہے۔

یعنی ہم نئی نئی چیزوں کی ایجاد میں سست رو پائے جاتے ہیں اور آخر کار مقلد کے طور پر گردان دئے جاتے ہیں۔

ہمارے ذرائع نقل وحمل سے لیکر داستان گوئی تک سب ایجادات ہی کسی نہ کسی غیر مسلم ملک کی مرہون منت دکھائی دیتی ہیں۔وجہ؟ ہمارے ایک قدم آگے نکلنے کی روش کا ترک کر دینا۔ایک وقت تھا جب ابن الہیثم اور الکندی جیسوں نے غلبہ اسلام میں اپنا کردار ادا کیا لیکن آج ہم اس نہج پر ہیں کہ الجبرا جیسے عظیم تدریسی اصول کی روزمرہ زندگی میں عملداری پر نہ تو ہمارا معلم اور نہ ہی ہمارا طالب علم توجہ دیتا پایا جاتا ہے۔ تشخیص مرض علاج سے زیادہ مشکل ہوا کرتا ہے۔

وجوہات درج زیل ہیں

1۔ مسلمان معاشرہ جات آپس میں اتنے زیادہ اختلافات کا شکار ہیں کہ کسی بھی دوسرے اسلامی مملکت کی ریسرچ سے فائدہ اٹھانے کو تیار ہی نہیں۔نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی کام چھ یا سات مختلف مما لک میں ایک ہی انداز میں جاری ہے اور اگر کوئی کامیابی حاصل کر لے اور کوئی نئی ایجاد کر لے تو باقی سب مل کر اس ایجاد کے ہی مخالف۔

2۔معاشرہ اس وقت بھی کسی ایجاد کو ترک کر دیتا ہے جب اسے کچھ دوسری ایجاد اچھے نعم البدل کے طور پر مل جائے۔اس معاملے میں وہ ملک وملت کو ترجیح نہیں دیتا جو کہ پوری قوم کے ہی پیچھے رہ جانے کا سبب بن جاتی ہے۔

3۔لوگ لڑائی جھگڑے میں استعمال کئے جانے والے اور جدید ہتھیار صرف اس وجہ سے قبول کر لیتے ہیں کہ اس میں اپنے مخالفین پر فخر کا عنصر بہت زیادہ پایا جاتا ہے جبکہ دوسری جانب، ای سائیکل چونکہ انکے مخالف پر انکی دھاک جمانے کے لئے انکی مددگار نہیں ہے لہذا اس میں کوئی منفعت نظر نہیں آتی خواہ وہ ایجاد کتنی ہی ماحول دوست اور انسانیت کی فلاح کا عنصر رکھتی ہو۔

4۔ہم مشین کو بھی انسان کی طرح حکم کا پابند دیکھنا چاہتے ہیں۔ہم اپنے استعمال کے لئے اپنے ماحول سے متصل اشیاء کو زیادہ پسند کرتے ہیں جبکہ زیادہ تر نئی ایجادات کے ایجاد کئے جانے کے بعد انکا مصرف واضح ہو پاتا ہے۔جیسے آپ لیزر کی ہی مثال لے لیں کہ جب ایجاد ہوا تو کوئی اسکا مصرف نہیں جانتا تھا لہذا اسے مخالفت اور فضولیات میں گردان دیا گیا لیکن آج کمپیوٹر سے لے کر ہوائی جہاز تک ہر جگہ ہی اس کو استعمال کیا جا رہا ہے۔

5۔معاشرہ جس شے کو سمجھ نہیں پاتا اسے رد کر دیتا ہے۔ارشمیدس پانی کے ٹب میں بیٹھا تو اسے بحری جہاز کے پانی میں تیر سکنے کے اصول کا

علم ہوالیکن جب تک بحری جہاز بنا کر تیرتا ہوا عوام کو نظر نہیں آ گیا انہوں نے اس دریافت کو ردہی کئے رکھا۔

6۔ضرورت ایجاد کی ماں ہو تو ٹھیک وگرنہ بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ٹریکٹر جب امریکہ میں ایجاد کیا گیا تو لوگ اس کے استعمال سے ناواقف تھے۔لہٰذا انہوں نے اسے گھوڑوں پر ترجیح بالکل نہ دی اور ایک وقت آیا جب میسی کمپنی جو کہ اس ایجاد کی موجد گردانی جاتی ہے، بند ہونے لگی تو خصوصی گرانٹ کی مدد سے اسے بچایا گیا۔پھر وقت گزرا اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ وہ ایجاد ہے جس کی مدد سے وہ مہینوں کا کام دنوں میں باآسانی کر سکتے ہیں تو معاملہ اس نہج تک پہنچا کہ آج بھی میسی سب سے زیادہ منافع بخش کمپنیوں میں سے ایک ہے۔

جب آپ پیچھے رہ جاتے ہیں تو آپکی اپنی ایجادات آپ کے لوگوں کے لئے معنی کھو بیٹھتی ہیں لہٰذا جو کوئی بھی اس مقالے کو پڑھنے کے بعد یہ سوچ رہا ہے کہ ایجاد کار کی حیثیت سے وہ کہاں سے شروع کرے تو اسے ضرورت اس امر کی ہے کہ وہاں سے شروع کرے جہاں مدمقابل پہنچ چکا ہے۔اس طرح آپ وہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جس پر آپکے اپنے لوگ بھی رشک کریں گے اور مخالفین بھی استعمال کی خواہش۔

ایلفی

آخر میں ایک مثال ایلفی کی دینا چاہوں گا کہ جب اس کے مالک نے ایک ایسا فارمولہ ایجاد کر لیا جو کہ بہت جلد اور بہت اچھا جوڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اس نے جرمنی کی ایک کمپنی سے رابطہ کیا کہ وہ اس فارمولہ کی قیمت کا تعین کرے اور خرید لے۔جرمنی والوں نے اس فارمولے کو چیک کیا تو بین الاقوامی معیار سے بڑھ کر پایا۔قیمت دس لاکھ ڈالر آفر کی گئی جو کہ اس وقت پاکستان کے کروڑوں روپے بنتے تھے۔ایلفی کے مالک نے اپنی والدہ سے مشورہ کیا اور والدہ نے اس ایجاد کو پاکستان میں متعارف کروانے کا مشورہ دیا۔بادل نخواستہ ماں کا حکم تھا تو پاکستان میں متعارف کروا دیا۔ایلفی کے مالک کا کہنا ہے کہ دو سال تک کچھ بھی نہیں بکا پھر ایک دن وہی جرمن کمپنی کا اہلکاران کے پاس آیا اور ان سے تین لاکھ ڈالر کا مال خرید کر لے گیا۔اس پیسے سے لگنے والی ایلفی کمپنی آج پوری دنیا میں کاروبار کر رہی ہے اور ایک اندازے کے مطابق اربوں روپے سالانہ کا کاروبار کر رہی ہے۔اگر اس ایجاد کو بھی باقی بہت سی اسلامی دنیا میں کی جانے والی ایجادات کی طرح یورپ کو فروخت کر دیا جاتا اور پھر یورپ پوری دنیا میں اپنا لیبل لگا کر فروخت کرتا تو وہ زرمبادلہ جو پاکستان کو حاصل ہوا کسی جرمن ملک کے اکاؤنٹ میں پڑا ہوتا۔التماس صرف اتنی ہے کہ آپ جب بھی خریداری کریں اپنے ملک وملت و معاشرے کے مفاد کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں۔!

کیا طاقت کے لیئے سیاست کی قیمت انسانی زندگی ہے؟

تحریر وتحقیق- مسعود چوہدری (معروف قومی انگریزی اخبار میں چھپنے والے مقالہ کا اردو ترجمہ ہے)

سابق امریکی صدر بارک اوباما کہتا ہے کہ " ہمیں یہ کبھی بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ خدا نے ہمیں استدلال کی طاقت اس لیئے دی ہے کہ ہم اس زمین پر اسکے کام کر سکیں- تا کہ ہم بیماری کے علاج، بیماروں کی شفایابی، اور زندگیاں بچانے کے لیئے سائنس کا استعمال کریں."

بدقسمتی سے جب ہم ایک مصیبت کا شکار ہیں جہاں ایک طرف تو ہمیں وباء کا جبکہ دوسری طرف ایک معاشی بدحالی کا سامنا ہے، دنیا میں غالب براختیار لوگ گندی سیاست کرتے نظر آرہے ہیں جو کہ کسی طرح سے بھی اس پورے سیارہ زمین کے بسنے والے انسانوں کے لیئے اچھا نہیں ہے- آئیں حقائق کا جائزہ لیتے ہیں کہ جنکی بناء پر راقم اس کڑوے، کسیلے، بھدے، نہ پسندیدہ، لیکن سیدھے سادے سچ پر پہنچا ہے-

آج جب میں یہ تحریر آپکے لیئے لکھ رہا ہوں تو اعداد وشمار کے لحاظ سے کرونا وباء سے دنیا کا سب سے زیادہ متاثر ہونے والا ملک متحدہ ہائے امریکہ ہے جہاں مریضوں کی تعداد گیارہ لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے اور تقریباً ساٹھ ہزار سے زائد انسان اس جہان فانی سے کوچ کر گئے ہیں- سابق امریکی نائب صدر اور امریکی صدارتی الیکشن 2020 کے صدارتی امیدوار جو بائیڈن نے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ پر الزام لگایا ہے کہ وہ الیکشن جو کہ نومبر میں ہونا طے ہیں کو موئخر کرنے کے لیئے تاخیری حربے استعمال کر رہے ہیں- یہ پہلی مرتبہ نہیں ہے کہ انہوں نے یہ الزام دھرا ہو- ماضی میں بھی وہ کء ایک مرتبہ اسی نوعیت کے الزامات لگا چکے ہیں لیکن پہلے حالات ایسے نہیں تھے جیسے کہ آج ہیں- معصوم قیمتی زندگیاں دنیا سے جارہی ہیں، لوگ خطرہ کا شکار ہیں، اور وہاں دیکھیں کیا بحث جاری ہے؟ کیا الیکشن تاخیر کا شکار ہو جائیں گے؟ کیا یہ درست انداز ہے اس وباء سے نبرد آزماء ہونے کا؟ کیا انسانی رویوں کو اسطرح کا ہونا چاہیئے؟ ان سوالات کا جواب نفی میں ہے- جو کچھ متحدہ ہائے امریکہ میں رونما ہوتا ہے وہ ساتھ ہی ساتھ پوری دنیا کو بھی متاثر کرتا ہے- جس سیاسی رسہ کشی میں جناب بائیڈن اور جناب ٹرمپ اسوقت الجھے ہوئے ہیں وہ نہ تو امریکیوں کے لیئے اور نہ ہی دیگر مملکتوں کے باسیوں کے لیئے کوء بہت اچھی بات ہے-

کیپٹلسٹ اکانومی میں سفر طے کرتی اور پھلتی پھولتی ہر کمپنی یا ادارہ کا مقصد قطعی " تسلط بر تجارت "یا" تجارت پر اجارہ داری اور لامحدود تسلط " ہے جہاں کسی کو یہ احساس نہیں ہے کہ کتنے لوگ جان سے گئے اور جائیں گے، اس مقام پر پہنچنے سے پہلے پہلے جہاں ہم اس وباء کا علاج ڈھونڈ نکالیں گے جو لوگوں کی مصیبت کا علاج کرلے گی- اس وقت صرف امریکہ اکیلے میں اکیس کمپنیاں جن میں جائلڈ سائنسز،

موڈرنا، ایمگن اور اڈیپٹیو بائیوٹیکنالوجیز، بائیواین ٹیک، پ فائزر، کیلسی میڈیکا، سائیٹو ڈائن، ڈائیناویکس ٹیکنالوجیز، گلیکسو سمتھ کلائن، ہیٹ بائیولوجکس، انووفارماسیوٹیکلز، جانسن اینڈ جانسن، نوواویکس، ریجنرون فارماسوٹیکل، سنوفی، روچی، اور یہ لسٹ چلتی چلی جاتی ہے شامل ہیں۔ جبکہ درحقیقت 90 مختلف ویکسین پر کام مختلف مراحل میں ہے جس میں 79 کمپنیاں، 25 مختلف گروہ، ریسرچرز کی 20 مختلف ٹیمیں، چندایک یونیورسٹیاں، اور دیگرکءایک سائنسدان جو کہ اپنے تائیں اس " کون بنے گا ارب پتی "میں شامل ہیں اور ایک ریس لگی ہوء ہے کہ کون سب سے پہلے اس وباء کے علاج تک پہنچتا ہے۔ ظاہر ہے جو کوء بھی علاج پہلے دریافت کرلے گا وہ اسکا پیٹنٹ حاصل کرلے گا اور پھر اسکے علاوہ کوء اور بھی ویکسین یا دوا نہیں بنا سکے گا۔ سب اسی سے خریدنے کے پابند ہوں گے۔ لہذا وہ کمپنی لامحدود دولا متناہی منافع، فنڈز، اور لامتناہی مستقبل کے آرڈر حاصل کرے گی۔ گو کہ چندایک جوائنٹ وینچرز جاری ہیں لیکن وہ سب کافی نہیں کیونکہ سب چھوٹے پیمانے پر ہیں۔ جتنا زیادہ وقت یہ کمپنیاں اور کوششیں وقت لیں گی اتنی ہی پیاری انسانی زندگیاں اس جہاں فانی سے ہمیشہ کے لیئے گزر جائیں گی۔ اس وقت تک دنیا میں 35 لاکھ کے لگ بھگ افراد اس وباء کا شکار ہو چکے ہیں جبکہ اڑھائی لاکھ کے لگ بھگ پیارے اس جہان فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔ کیا کرونا وائرس اس سیارہ زمین پر بسنے والے ذی روح میں سے کسی سے بھی اسکی نیشنیلٹی، مذہب، رنگ، نسل، ساخت، یا سیاسی خیالات پوچھ رہا ہے؟ جواب ہے نہیں؟ جناب یہ ایک عالمی مسئلہ ہے جسکے لیئے عالمی کوشش کی ضرورت ہے! جناب کام الفاظ سے اونچا بولتے ہیں۔ میرے خیال میں 90 مختلف کوششیں ایک واحد مقصد کے خلاف 90 گنا زیادہ وقت لیں گی حل تک پہنچنے میں۔ کمپنیوں، اداروں، اکیلے اکیلے کام کرتے سائنس دانوں کو قیمتی انسانی زندگیاں بچانے کے لیئے اپنی کارپوریٹ سیاست کو بالائے طاق نہیں رکھ دینا چاہیئے؟

یہ تمام عالم سے کچھ خبروں کی شہ سرخیاں دیکھیں جوان چند دنوں کی ہیں۔ یہ خود بخود اپنے آپ کو واضح کرنے کے لیئے کافی ہیں۔

روس کا امریکہ پر آرکٹک کا امن خراب کرنے کا الزام

اس خبر کے تناظر میں نہ نرم الفاظ اور نہ ہی مسائل حل کرنے کی کوء کوشش بلکہ یہ خبر ملاحظہ فرمائیں کہ

روس کے نیوکلیئر ہتھیاروں سے لیس جنگی ہواء جہازوں کی بالٹک سمندر میں جنگی مشقیں

ڈیموکریٹس اور ریپبلکنز راضی؛ چین کو سزا دیں، مینوفیکچرنگ جابز امریکہ واپس لائیں۔

نکولس مڈورو نے امریکہ کو انتہائی مطلوب شخص کو نیا آئل منسٹر لگا دیا

سعودی عرب سے آئل وار کا بدلہ لینے کے لیئے ٹرمپ ' نیوکلیئر آپش 'استعمال کر سکتے ہیں

پومپیو کا کرونا وباء پھیلانے والی ووہان لیبز تک رساء کے لیئے چین پر دباؤ

آسٹریلیا کا چین پر کرونا وائرس کی ن ءانکوائری کے لیئے دباؤ

چین زیادہ سے زیادہ کرونا وائرس بنا رہا ہے تا کہ امریکہ کو دنیا کے سپر پاور سٹیٹس سے ہٹایا جائے

ٹرمپ ایڈمنسٹریشن ن نے تحقیقاتی اداروں سے کہا ہے کہ وہ پتہ لگائیں کہ چین اور ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن نے کرونا وباء سے متعلق کوء معلومات چھپاء۔

چین کووڈ19 کو روک سکتا تھا- ٹرمپ- امریکہ نقصان کا ازالہ کرے- مشورہ

چین نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آسٹریلیا کی کرونا سے متعلق انکوائری پر نیوزی لینڈ کو سزا نہیں دے گا- فارن منسٹر ونسٹن پیٹرس

جو کچھ آسٹریلیا اسوقت کر رہا ہے اس پر چینی عوام دکھی ہے، دلآزار ہے، خوفزدہ ہے- آسٹریلیا میں چین کے سفیر چینگ جنگیا۔

چینی ایمبیسی کا آسٹریلیا پر کرونا وائرس کے تناظر میں " چھوٹی چھوٹی چالیں" چلنے کا الزام

مفاد پرست مخصوص ٹولہ کرونا کٹس سے متعلق مسئلہ کو بے جا ہوا دے رہا ہے
انڈیا میں چینی ایمبیسی

ہندوستان کی کرونا وائرس تنقید غیر ذمہ دارانہ ہے: چین

انڈیا کا چین پر خراب کرونا وائرس ٹیسٹ کٹیں بھیجنے کا الزام

پولینڈ کے وزیر اعظم کی سینٹ کو الیکشن قوانین پر کام تیز کرنے کی استدعا

یورپین یونین نے پولینڈ کے خلاف نیا لیگل کیس کھول دیا

ملک چھوڑنے والی حقوق کی نمائندہ: برما کی فوج نئے جنگی جرائم کر رہی ہے۔

امریکہ ایران کو ہتھیار نہیں خریدنے دیگا جب یونائیٹڈ نیشن کی پابندی ختم ہوگی۔ پومپیو

لبنان کرائسس وسعت اختیار کر گیا، سیاستدانوں کی خرید و فروخت کا الزام

سپین: کیٹیلین علیحدگی پسندوں کا کرونا وائرس کرائسس کا آزادی کے حصول کے لیئے استعمال۔

رومانیہ چرچ نے ڈاکٹروں اور نرسوں کو سینٹ بنا کر دکھانے والے پوسٹرز کی مذمت

افغانستان۔ کابل کے نزدیک خودکش دھماکہ۔ تین افراد ہلاک

اسرائیل کا الحاق تسلیم کریں گے: امریکہ

یہ پوری دنیا سے چند جھلکیاں تھیں۔ یہ پڑھنے کے بعد آپ کو یہ تو سمجھ آ ہی گیا ہوگا کہ ہم بطور انسان اقدار سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ اس کرائسس کے وقت میں ممالک ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں، طاقت کے حصول کے لیئے، سیاسی چالیں چل رہے ہیں فقط ذاتی مفادات کے حصول کے لیئے، یہ انسانیت کے بقاء کا راستہ نہیں ہے۔ اپنے آپ کو بڑھاوے کا رویہ ختم ہونا چاہیئے۔

یہ انسانی تاریخ میں بہت ہی مختلف نوعیت کا دور ہے جہاں ایک جانب ہم ایک مشترکہ دشمن کا سامنا کر رہے ہیں، نیا کرونا وائرس۔ جبکہ دوسری جانب انا، خود پسندی، فخر، اور زیادہ طاقتور ہونے کا نشہ ہمیں تقسیم کر رہا ہے۔ یہ انسانیت کا کچھ بھی بھلا نہیں کر رہا۔ ناپیدیت: ایک ایسا لفظ ہے جو کوئی بھی نہیں سننا چاہتا۔ لیکن میں اسے قسمت کی ستم ظریفی کہوں گا۔ مشکل کے ان حالات میں ہمارا رویہ تاریخ کے صفحات میں کوئی قابل قدر خدمات کے اعتراف میں نہیں لکھا جا سکے گا۔ درحقیقت یہ بھی بہت تکلیف دہ ہے کہ مما لک جنگی طرف ہم انسانی مسائل کے حل کے لیئے دیکھتے ہیں وہ خود دست و گریباں دکھائی دیتے ہیں۔ دوسری جانب اگر امریکہ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے کردار پر سوال اٹھا رہا ہے تو پیچھے کیا بچا اعتماد کرنے کو؟ تمام دنیا کے معصوم اور بے چارو مددگار لوگ خاموشی سے اس ساری سرکس کو دیکھ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا کے بڑے مجتمع ہو کر انسانیت کی بقاء کی خاطر فلاح کے لیئے عمل پیرا نظر آئیں۔ بدنصیبی سے، دنیا کے بڑے تو خود طاقت کے لیئے سیاست میں پھنسے ہوئے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ اس قابل ہے؟ کیا یہ طاقت اور دنیا پر حکمرانی کے حصول کی جانب سفر معصوم جانوں کی قیمت کے عوض قابل عمل ہے؟ اسکا ذمہ دار کون ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ آخر کار، بروقت عمل نہ کر سکنے کی وجہ سے ہم سب اسکے ذمہ دار ہیں۔ برائے مہربانی سیاسی پوائنٹ اسکورنگ روک دیں، مقابلہ کا رجحان ترک کر دیں، اصلاح کی جانب سفر کریں، مل کر علاج کی تلاش میں کام کریں، اور سب سے بڑھ کر سیاسی اور اخلاقی پختگی کا ثبوت دیں اور انسانیت کو بچالیں اگر آپ تاریخ کے صفحات میں انسانیت کے بچانے والوں کے طور پر اپنی چھاپ چھوڑنا چاہتے ہیں اور یاد کیا جانا چاہتے ہیں

ہماری عورت اور معاشرہ

عالمی یوم خواتین کے موقع پر کچھ لکھنے کا سوچ رہا تھا اور سوچ کبھی مشرق کا طواف کرتی تھی اور کبھی مغرب کے مہذب معاشرے کی ورق گردانی، لیکن بس اب لکھنے کی ابتداء کیئے دیتے ہیں۔

اگر مجھے عورت کے حقوق کا موازنہ کرنا ہوتا تو جیسے بسا اوقات ہمارے ہاں کے فلسفی نما مدبرین کیا کرتے ہیں کہ ایک کردار مغرب سے مستعار لیتے ہیں اور اس کردار کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دینے کے بعد حتی الامکان مغرب کی عورت کو آزاد اور روشن خیال جبکہ مشرق کی عورت کو محکوم اور بیکورڈ ثابت کرنے پر گفتگو کا اختتام کرتے ہیں، کرتا، لیکن میری تحریر اتنی پست نظر نہیں ہوسکتی کہ پہلے سے موجود دلائل کی روشنی میں عمومی نتیجہ آپ کے سامنے رکھ دوں اور آپ کی عقل و دانش کو کسی نئے زاویہ سے روشناس کروائے بغیر ہی داد کا متلاشی ہو جاؤں۔

بلاشبہہ تاریخ قلم کے ساتھ خیانت کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کرتی۔ اور قلم کے تقدس کا پاس جس طرز پر ہماری خواتین نے کیا ہے اقوام عالم میں اسکی مثال ملنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امن کا نوبل انعام حاصل کرنے والی کم عمر مصنفہ ملالہ ہو یا تاریخ میں سب سے زیادہ سچی کہانیاں سنانے والی عمر رسیدہ خاتون بانو قدسیہ مرحومہ، سبھی اعزازات ہمارے پاس ہی ہیں۔

چلیں کچھ وقت کے لیئے میں مغرب سے منگوائی گئی ادھار کی عینک لگا لیتا ہوں اور کہہ دیتا ہوں کہ مغرب خواتین کو زیادہ ترقی کے مواقع فراہم کرتا ہے؟ لیکن اگر عینک ہٹاؤں تو معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ جیسا معاشرہ ہو یا یورپ جیسا معاشرہ عورت نہ صرف اپنے حقوق کی جنگ لڑتی نظر آتی ہے بلکہ اپنے مردوں سے کم تنخواہ دیئے جانے پر انتہائی نالاں بھی ہے۔ دوسری جانب امریکہ جیسی سپر پاور جمہوریت عورت کا حق حکمرانی تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار دکھائی دیتا ہے اور خاتون کو سربراہ مملکت کے منصب پر فائز نہیں کر سکا جبکہ ہم جیسا ملک جس کے سر ہر طرح کا الزام موجود ہے ایک نہیں دو مرتبہ محترمہ بینظیر بھٹو شہید صاحبہ ایک خاتون کو نہ صرف سربراہ مملکت رکھ چکا ہے بلکہ بعد از اقتدار بھی مملکت کے اہم ترین فیصلوں میں باقاعدہ شریک بھی رکھ چکا ہے۔ ڈاکٹر فہمیدہ مرزا دنیا کی کسی بھی قانون ساز اسمبلی کی پہلی خاتون اسپیکر کے طور پر بھی براجمان رہ چکی ہیں۔

اب کچھ معاشرتی اقدار کا موازنہ بھی ہو جائے۔ ہمارے ہاں گڑیا سے کھیلنے کی عمر کو پہنچتے ہی سب سے پہلے الگ بستر کا حق دے دیا جاتا ہے اور یہ حق گڑیا جب تک چاہتی ہے استعمال کرتی ہے۔ بھائی اور باپ کی صورت میں عزت و وقار کے پہرے دار دن رات اسکی حفاظت و

خدمت پر مامور رہتے ہیں۔ ماں کی صورت میں ایک مستند طبیب اسکی پرورش وتربیت اعلی ترین انداز میں کرتی ہے اور نہ صرف آداب حکمرانی سے مزین کرتی ہے بلکہ حقوق زندگانی کے زیور سے بھی آراستہ کرتی ہے۔ گود سے نکاح تک اور رخصتی سے گور تک ان گنت مرتبہ اور انگنت مختلف انداز میں رشتوں کا حسن ہماری مشرقی عورت کا طواف کرتا ہے۔ ہم شاید ان چند ایک ممالک میں سے ایک ہیں جہاں مرد کی موجودگی میں عورت کا سامان اٹھانا انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری جانب وہ مغرب جہاں خواتین کے حقوق کا واویلا تو بہت کیا جاتا ہے، دورجدید کی ابتداء سے آج کے دن تک عورت ذات کے اصل مقام کا معاشرہ میں تعین کرنے سے ہی یکسر قاصر نظر آتا ہے۔ ہاں عورت کو شاید چادر اور چاردیواری سے آزادی تو نصیب ہوگئی لیکن فکروفلاح کی آزادی صرف ہمارا معاشرہ ہی دے پایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مغرب کی عورت چادر اور چاردیواری میں تحفظ کو ترجیح دینے کی جانب مائل ہورہی ہے اور اس معاملہ میں مشرق کی تقلید کو بطور نمونہ اپنے معاشرہ میں پیش کررہی ہے اور کوشش کررہی ہے کہ معاشرہ اسے وہ ہی مقام دے جو ہمارے ہاں ایک ماں کو اپنے آخری ایام میں دیا جاتا ہے۔ جنت کو ماں کے قدموں تلے رکھ کر مذہب نے ہمارے اسلامی معاشرہ کا سب سے مشکل مرحلہ ہی آسان کردیا ہے۔ آج مغرب کی عورت چاہتی ہے کہ اسکی اولاد اسکی خدمت کرے جب اسکی ہڈیاں درد سے نڈھال ہوجائیں لیکن افسوس اس مشکل اور کٹھن وقت میں اسے کرائے پر نرس ہی دستیاب ہوسکتی ہے اولاد کا ساتھ نہیں۔ ہسپتال جانا ہو یا بستر کی چادر بدلنا ہو ایک عمر رسیدہ خاتون کو سب کچھ خود ہی کرنا ہے اور جب اس کی یاداشت اور اولاد کی برداشت جواب دے جائے تو اولڈ ہوم وقت سے بہت پہلے آخری ایام کو نزدیک کردیتا ہے۔ جبکہ دوسری جانب ہمارے ہاں چند ایک بدبخت اکادکا بے ادب اولاد کے علاوہ شاید ہی کوئی ایسی بیٹی یا بیٹا ہوگا جو ہر دو صورت میں اپنی ماں کی خدمت میں نظر نہیں آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں اولڈ ہوم آج بھی دنیا میں کم ترین حد پر موجود ہیں اور عمر رسیدہ خواتین کی کثیر تعداد اپنے بچوں کے ہی زیر کفالت ہے۔ گو کہ اولڈ ہوم بالکل بھی نہیں ہونے چاہئیں کہ ان میں خواتین کی موجودگی ہماری معاشرتی اقدار پر ایک سوالیہ نشان بہرحال ہے۔ لیکن یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہم معاشرتی طور پر ماں کو خود سے جدا کرنا معیوب ہی تصور کرتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو کفر سے کم درجہ پر نہیں رکھتے۔

رشتوں کے تقابل کی اس بحث میں کچھ آگے بڑھتے ہیں اور ہمارے معاشرہ کی مردانہ محافل میں سب سے ذیادہ زیر بحث آنے والی شخصیت بیگم صاحبہ کے حقوق کا کچھ تقابل کرتے ہیں۔ گو کہ یہ اعزاز بھی صرف ہمارے وطن عزیز کو حاصل ہے کہ سپریم کورٹ کے جسٹس صاحب کو اعتراف کرنا پڑا کہ پچاس فیصد مرد اپنی بیگمات سے ڈرتے ہیں اور باقی پچاس فیصد جھوٹ بولتے ہیں۔ لیکن تفنن کو ایک جانب رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کا کوئی بھی معاشرہ خاتون پر ہاتھ اٹھانے کو قابل دست اندازی جرم تو گردانتا ہی ہے لیکن ہمارا معاشرہ اسطرح کے کسی بھی فعل کی معاشرتی طور پر سخت ترین مزمت بھی کرتا ہے۔ مغرب کی ضد میں کہ جہاں اپنا کما... اور اپنا کھا... کا رواج قائم ہے ہمارے ہاں تمام تر اخراجات کا زمہ دار مرد ہی ہے۔ یہ دیگر حقوق کے مقابلہ میں واحد ایسا حق ہے جس میں بہترین معاشرت کا راز مضمر ہے۔

خاتون اول کلثوم نواز صاحبہ ہوں، سابق خاتون اول نصرت بھٹو صاحبہ، یا درویش صفت محترمہ بشریٰ صاحبہ داستان حکومت اصل حکمران اور کامیاب مردوں کے پیچھے کا چھپا ہوا ایک ہاتھ ہمیشہ رہی ہیں۔ جبکہ دوسری جانب اول تو مغرب میں حق زوجیت یکسر عطا ہی نہیں کیا جاتا اور اگر ازدواجی رشتہ قائم ہو بھی جائے تو اسکی حیثیت کچے دھاگے سے زیادہ کی نہیں ہوا کرتی۔ واجبی شمولیت کا اعتراف تو سب کرتے ہیں لیکن حق حکمرانی میں شراکت داری کا حق فقط ہمارے معاشرہ کا ہی خاصہ ہے۔

گو کہ حقوق نسواں کے حوالے سے ابھی بہت کچھ کرنا اور ہونا باقی ہے لیکن وہ تصویر جو اقوام عالم کو ہمیں بدنام کرنے کی غرض سے دکھائی جاتی ہے وہ حقیقت سے یقیناً کوسوں دور ہے۔ یہاں میں ایک آخری بات لکھ کر اجازت چاہوں گا کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے کانگرس میں اپنے پہلے خطاب کے دوران اپنی بیٹی کو کانگرس کو متعارف کروایا اور تمام دنیا کو اپنے روشن خیال ہونے کی حقیقت باور کروانے کی مجبوراً کوشش کی اور یہ بھی کوشش کی کہ وہ یہ ثابت کر سکیں کہ وہ اتنے سخت گیر موقف کے حامل نہیں ہیں جتنا کہ انکے مخالفین انکے خلاف پراپگنڈا کر رہے ہیں۔ درحقیقت امریکہ کے رجعت پسند طبقات جن کے ڈانلڈ ٹرمپ نمائندہ ہیں وہ خواتین کو حکومت سے مکمل طور پر دور رکھنا چاہتے ہیں جبکہ دوسری جانب اگر ہم اپنے پیارے وطن پاکستان پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حق حکمرانی میں آصفہ بھٹو زرداری اور مریم صفدر کا کردار کسی کے لیئے بھی معیوب نہیں ہے۔ یہ بحث الگ ہے کہ خاندانی سیاست میں خواتین کو صرف استعمال کیا جاتا ہے یا انہیں واقعتاً انکا جائز حق دیا جاتا ہے لیکن یہ بات بالکل اظہر من الشّمس ہے کہ پاکستان کی قانون ساز اسمبلیاں کوئی خاص حق خواتین کو مرحمت کریں یا نہ کریں، پاکستانی معاشرہ ہر وہ حق خواتین کو دیتا ہے جس کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج طاہرہ قاضی شہید، بینش عمر شہید، مناہل سہیل، شرمین عبید چنائے، گلالئی اسماعیل، سباء اسماعیل، فائزہ نقوی، نگہت داد، مونا پر کاش، تبسم عدنان، مریم مسعود، ارم مسعود، سانیہ نشتر، مریم ملک، منیبا مزاری، سیدہ غلام فاطمہ، مرحومہ عارفہ کریم، مریم مختار شہید، اور دیگر ہزاروں بیٹیاں جو وطن کا نام دن رات روشن کر رہی ہیں اور بین الاقوامی طور پر پوری قوم کے لیئے باعث افتخار ہیں۔ اکا دکا افسوسناک واقعات کہاں نہیں ہوتے؟

پاکستان، پاکستانی اور پاکستانیت

مجھے پاکستان سے پیار ہے، لیکن یہ بے انتہاء مخلص محبت اس کے جغرافیہ، زمین اور لوگوں کی وجہ سے نہیں. پاکستان اس سب سے بڑھ کر ہے۔ یہ ایک تصور و تخیل ہے اور یہ ایک ایسا تصور ہے جس سے مجھے پیار ہے۔
ایک تصور کہ تمام انسان برابری کی بنیاد پر آزاد ہو سکتے ہیں، صرف اس وجہ سے نہیں کہ کسی بادشاہ، وائسرائے یا ملکہ نے انہیں آزادی دے دی ہے بلکہ اس دیس کے بسنے والوں نے غلامی پر اس آزادی کو فوقیت دی ہے اور اسطرح رہنا پسند کیا ہے۔

تمام انسان آزاد پیدا کیئے گئے ہیں۔ تمام انسان برابر پیدا کیئے گئے ہیں۔ یہ ایسا تصور ہے کہ آج کے دور میں کوئی بھی اس تصور کے سحر میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

پاکستانی جہاں کہیں بھی ہو پاکستانی ہی ہوتا ہے اور اپنی اقدار اور تصورات اپنے ساتھ ساتھ ہی لئے پھرتا ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پاکستانی اپنی تصوراتی اساس سے کبھی باہر نہیں نکل پاتا خواہ وہ ریگستان عرب ہو یا یورپ کی ترقی یافتہ شاہراہیں اور یہ ہی وہ اعلیٰ ترین شے ہے جو دنیا کے کسی بھی کونے میں آزادی کی شمع کو جلائے رکھنے میں کامیاب رہتی ہے۔

پاکستانیت میں آزادی لازم و ملزوم شے ہے۔ جو آزاد نہیں وہ پاکستان نہیں۔ یہ اس وجہ سے نہیں کہ اسے یہ حق قانون نے دیا ہے بلکہ یہ خود ارادی کے طفیل اس نے حاصل کیا ہے اور اس نے یہ حق کسی کو بھی چھیننے نہیں دیا۔

پاکستانی نے اسی طرح پوری دنیا میں گھومنا پھرنا پسند کیا ہے اور اسی پر ہمیشہ زور دیا ہے۔ کسی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ اس کی سوچ کو مقید کر سکے یا ڈکٹیٹ کر سکے یا اپنی خواہشات کو زبردستی اسکی چاہت میں تبدیل کر سکے۔

پاکستانی آزاد پیدا ہوتا ہے اور آزاد ہی مرتا ہے۔ جتنا زیادہ وقت یہ اپنے وطن سے دور اپنے وطن کی محبت میں گزارتا ہے اتنا ہی اسکی وطن سے محبت اور اس تصور کی پختگی بڑھتی جاتی ہے۔ وہ اسی تصور کے ساتھ زندگی گزارتا ہے اور اگر یوں کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ پاکستانیت ہی اسکے دکھ سکھ کا ساتھی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ملکی حالات پر ملک کے اندر رہنے والے خواہ تنقید کر لیں لیکن میرے پردیسی پیارے اور پیاریاں پاکستان کے بارے میں نہ صرف کوئی لفظ نہ سن پاتے ہیں بلکہ اپنے الفاظ کو سکوت کی تجوری میں بند کر رکھتے ہیں تاکہ کسی غیر کو تعنہ زنی کا

موقع ہاتھ نہ آ جائے۔

پاکستانی اچھے اور خوش مزاج لوگ ہیں۔ ہم تمام دنیا میں خوش رہنے والی اقوام میں پہلے ترین نمبروں پر ہیں۔ ہم ایک دوسرے کا ساتھ دینا پسند کرتے ہیں اور مل جل کر کام کرتے ہیں۔ ہم سے بہتر ٹیم ورک کی مثال دنیا میں شاید ہی کہیں دی جاسکتی ہو۔ ہم نہ صرف ایک دوسرے کے اچھائی اور بھلائی کے لئے کام کرتے ہیں بلکہ ہم اپنی زندگیوں کو بھی بہتر بنانے کی کوششیں کرتے ہیں اور اسی جستجو میں ہمہ تن سرگرم عمل رہتے ہیں۔

ہم سب سے زیادہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے لوگ ہیں۔ ہم سب سے زیادہ پیسے مدارس اور مساجد کو چندہ کرتے ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ ہم دنیا میں سب سے زیادہ مفت دوسروں کی امداد کے کام کرتے ہیں۔

چونکہ پاکستانی اچھے لوگ ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنے والے لوگ ہیں اور قانون کا احترام کرنے والے لوگ ہیں اور اکثر اوقات قانون کی ہر بات من وعن بادل نخواستہ مان لینے والے لوگ ہیں لہٰذا ہم ہر طرح سے کوشش کرتے ہیں کہ اپنے ہمسایہ مما لک کے ساتھ بہت اچھے تعلقات استوار رکھیں۔ ہم پرامن زندگی پسند کرتے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ لڑائی جھگڑے سے جان چھڑانے اور بچنے کی ہی کوشش کی ہے اور اکثر اوقات ہم اس کوشش میں کامیاب بھی رہے ہیں اور بین الاقوامی طور پر پذیرائی بھی حاصل کر چکے ہیں۔ کلی طور پر ہم سب ایسے ہی ہیں۔

ہم میں سے زیادہ تر چوری نہیں کرتے، جھوٹ نہیں بولتے، زنا نہیں کرتے، شراب نہیں پیتے، جوا نہیں کھیلتے اور لڑائی جھگڑا قتل و غارت کو پسند نہیں کرتے۔ ہمارے ہاں رہزن و دہشتگرد کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے اور جو چور، ڈکیت، عوام کے ہاتھ آ جائے اس کی درگت ثواب کا کام سمجھ کر بناتے ہیں اور اپنا اپنا حصہ کار خیر میں ڈالتے ہیں۔

اگر اجماعی طور پر دیکھا جائے تو ہم قانون کا احترام تو کرتے ہیں لیکن پاکستان کے اندر داخل ہوتے ہی ہمیں قانون شکنی کا چسکہ یاد آ جاتا ہے۔ ہم جان بوجھ کر شوقیہ ایسے ایسے منفرد انداز میں قانون شکنی کرتے ہیں کہ قانون بنانے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔

ہمارا جب اور جسطرح جی چاہتا ہے ہم قانون کو اس طرح استعمال کرنے کا فن بخوبی جانتے ہیں۔ اس فن کے پیچھے ہمارا آزاد طبع مزاج

ہے۔ اور یہ مزاج ہی ہمیں اپنے فیصلے خود کرنے کی طاقت دیتا ہے۔

ہم اپنی ذاتی زندگیوں میں سیاستدانوں، مولویوں، سیلزمینوں اور فراڈیوں سمیت کسی کو بھی مدخل نہیں ہونے دیتے۔

پاکستان سے محبت کرنے والا کبھی اسکی محبت سے باہر نہیں نکل پایا
ہاں سنتے سب کی ہیں اور بسا اوقات تو مزے لے لے کر لیکن جمعہ کے خطبات سے لے کر سیاستدانوں کے قوم سے خطاب تک ہمارا کوئی بھی کچھ نہیں بگاڑ سکا۔
آخر کار مرضی ومنشاء اپنی اپنی ہی ہوتی ہے اگر قانون دان اسمبلی سے قانون پاس کروا بھی لیں تب بھی کسی میں اتنی ہمت کہاں کہ ہم سے اس قانون پر زبردستی عمل کروالے۔

ہم زیادہ تر قانون سے رہنمائی کا کام لیتے ہیں لیکن ملک کے اندر بسنے والے اس کو اپنی زندگیوں میں دخل انداز نہیں ہونے دیتے۔
اگر کوئی سیاستدان ہماری منشاء کے بغیر ہماری زندگیوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو ہم مل کر اسکے مذموم مقاصد کو خاکستر کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اسکے نام کے لطیفے بناتے ہیں، اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے اتنا تنگ کرتے ہیں کہ اسے اپنی عزت کے لالے پڑ جاتے ہیں۔

لیکن یہ معاملہ صرف سیاستدانوں تک ہی محدود ہے۔ ہم علماء کا مذاق نہیں اڑاتے اور نہ ہی مذہب کا۔ ایسا کرنے والے کو بھی پسند نہیں کرتے۔

دوسری جانب وردی والوں سے خواہ وہ فوجی ہوں یا پولیس والے ان سے پیار کرتے ہیں۔ خاص کر افواج کے ساتھ تو پہلی محبت کا سا رشتہ روا رکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ سیاستدان جو کچھ بھی کہہ لیں پوری قوم آرمی جنرل کے ایک اشارے پر مرنے مارنے کو تیار رہتی ہے۔ اس کا ایک سبب آرمی کی جانب سے خود کو کرپشن سے پاک رکھنا اور اپنی وردی کی عزت وتکریم کا پاس رکھنا ہے۔ آپ جہاں کہیں سے بھی پاکستان آرمی کے جوان کو وردی میں گزرتا دیکھیں گے نزدیک ہی چند ایک افراد فخریہ انداز میں انکی جانب دیکھتے پائے جائیں گے۔ یہ ایک ایسا رشتہ ہے جس کی تشریح الفاظ میں ممکن نہیں۔

ہم شاید دنیا کی وہ واحد مملکت نہیں ہیں جس کے کاروباری حضرات ٹیکس سے بچنے کے نئے نئے طریقے دریافت اور ایجاد کرتے ہیں۔

ہمارے کاروباری افراد ایسے آلات بھی دریافت کرلاتے ہیں جن کا مقصد حکومتی رٹ کو چیلنج کرنا ہو اور جلد عوامی مقبولیت کی وجہ سے نہ صرف ہاتھوں ہاتھ بیچ لیتے ہیں بلکہ ایک زر کثیر منافع کی صورت میں بھی جیب میں ڈالتے ہیں۔گیس پریشر تیز کرنے کا آلہ ہو یا اللیگل ٹی وی چینل دکھانے والا سسٹم ہم پراکسی استعمال کرنے کے بھی ماہر ہیں اور ہیکنگ کے بھی۔

خواہ ہمیں تیسری دنیا میں رکھ کر ہمیں استعمال شدہ ٹیکنالوجی سے مستفید کیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود کلی طور پر ہمارا تاجر ظاہراً پریشان اور معاشی طور پر خوشحال ہی پایا جاتا ہے۔

ہم میں سے بہت سوں کو ٹریفک قوانین بالکل پسند نہیں ہیں اور انہیں واقعتاً محسوس ہوتا ہے کہ یہ قوانین انکی آزادی سلب کرنے کے لئے تخلیق کیئے گئے ہیں۔ہم ٹریفک پولیس سے بچنے کے نئے نئے طریقہ جات نہ صرف دریافت کرتے ہیں بلکہ انتہائی شدومد کے ساتھ دوسروں کے ساتھ انتہائی فخر کے ساتھ شیئر بھی کرتے ہیں۔

اس کار خیر میں ہم اکیلے نہیں اترتے بلکہ کسی واجبی واقفیت کے بغیر بھی ہم دوسروں کی امداد کرنا فرض عظیم خیال کرتے ہیں۔قانون کی گرفت سے بچنے کا فارمولہ بغیر فیس کے صرف ثواب کی نیت سے مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ہائی وے پر ایک دوسرے کو پولیس سے بچانا ہو یا ایئر پورٹ پر سامان کی آمدورفت ہم ہر جگہ مل جل کر کام کرنے پر بھروسہ رکھتے ہیں۔کسی بھی سرکاری دفتر کے رشوت خور ایماندار افسر کا نمبر ہم کسی درگاہ سے حاصل کردہ تعویز سے بھی زیادہ قیمتی تصور کرتے ہیں اور حکیم کے نسخہ سے بڑھ کر احتیاط سے تقسیم کرتے ہیں۔

ہم محبت میں بہت ایموشنل لوگ ہیں۔ پیار پہلا ہو یا تیرہواں بسا اوقات سچا ہی ہوتا ہے اور سر چڑھ کر ہی بولتا ہے۔

اگر محبوب دھوکہ دے دے تو اس کی خیر نہیں، تیزاب سے لیکر اغواء تک اور قتل سے لیکر خودکشی تک تمام آپشن ہی کھلے ہیں۔

ہم ایک متوازن معاشرہ بنتے جا رہے ہیں جہاں مرد و زن کو مساوی حقوق حاصل ہیں بلکہ اب تو خواجہ سراؤں کو بھی حقوق مل رہے ہیں۔انکے ملازمتی کوٹہ کا تذکرہ بھی عام ہوتا جا رہا ہے اور تیزی سے وہ اپنا جائز حق معاشرہ میں حاصل کرتے جا رہے ہیں۔

بہت سے پاکستانی ممنوعہ بور کا اسلحہ فقط شوق کی تسکین کے لئے رکھنا پسند کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اتنا لائسنسی اسلحہ موجود نہیں ہے جتنا غیر لائسنسی اسلحہ ہمارے گلی کوچوں کا طواف کرتا پھر رہا ہے۔ سیمی آٹو میٹک سے فلی آٹو میٹک تک ہر چیز ہی با آسانی دستیاب ہے۔

جب سے کاؤنٹر ٹیررازم موثر ہوا ہے تب سے تو معاملہ کچھ دب سا گیا ہے وگرنہ آپ کو جہاں اسلحہ دستیاب نہ ہوتا وہاں تھانہ میں موجود پولیس افسر آپکی خدمت کے لئے حاضر ہوتا تھا۔

جس شخص پر سب سے زیادہ اعتبار کیا جاتا ہے وہ الیکشن میں ہار جانے والا کونسلر ہے اور جس پر سب سے کم اعتبار ہے وہ جیتنے والا نمائندہ ہے۔

ہم پاکستانی سب ایک سے ہی ہیں۔ ہمارے بارے میں دنیا میں ایک بات یہ بھی مشہور ہے کہ خدا نے بہت سی اقوام بنائیں اور انہیں کنوئیں میں بند کرنے کے بعد فرشتوں کو کہا کہ اوپر ڈھکن دے دو کہ کہیں کوئی باہر نہ نکل آئے لیکن پاکستانی بنانے کے بعد خدا نے فرشتوں کو دئے گئے احکامات واپس لے لئے کیونکہ اگر کوئی پاکستانی کنوئیں سے باہر آنے بھی لگے گا تو یہ خود ہی اسے نیچے کھینچ لیں گے۔ شاید یہ ہی وجہ ہے کہ ملالہ یوسف زئی ہو یا شرمین عبید چنائے جس کسی پاکستانی کو بھی بین الاقوامی طور پر پذیرائی ملے گی وہ فوری طور پر ایک ایجنٹ گردان دیا جائے گا۔

لیکن دوسری طرف ہمیں اگر گالی دینی ہے تو صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ میڈ ان انڈیا خرید لو! اور اگر خوشی دینی ہے تو کہیں میڈ ان چائینہ ہے جی۔

چین کی اشیاء کے بارے میں میرا ہمیشہ نظریہ رہا ہے کہ چلے تو چاند تک، نہ چلے تو شام تک، لیکن اس کے باوجود ہم پاکستانی پاک چین دوستی وانگزوئے کی مصداق کسی بھی چینی شے کو برا کہنا گناہ کبیرہ سے کم نہیں سمجھتے کیونکہ وہ دوست ہے اور دوستی نبھانا پاکستانیوں سے بہتر کون جانتا ہے۔

یہ بھی ایک سچ ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی پاکستان کے بارے میں تصور کر بیٹھے ہیں کہ پاکستانی کو قیمتاً خریدا جانا انتہائی آسان ہے لیکن جناب پوری دنیا میں جسے جب چاہیں خریدا جاسکتا ہے اور بے چارے پاکستانی بھی تو انسان ہی ہیں۔ مالی منفعت اور لالچ ہر جگہ بستی ہے لیکن ایک بات تو طے ہے کہ قومی سلامتی یا پاکستانیت کی بات جب بھی آئے گی آپ کو میری قوم کے لوگ سب سے زیادہ باوفا نظر آئیں

گے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ پاکستانی ٹیکسی ڈرائیور انگلستان میں ہو یا اسپین میں گورے پاکستان کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے منہ سنبھال ہی لیتے ہیں۔

پاکستانیوں کے بارے میں یہ تاثر انتہائی لغو ہے کہ ہم ٹیکس چور لوگ ہیں۔ میرا تجزیہ کہتا ہے کہ جتنا ٹیکس پاکستان کے لوگ دیتے ہیں دنیا کے کسی اور ملک کے عوام نہیں دیتے۔

دنیا میں سب سے زیادہ ڈائریکٹ ٹیکس اکاون فیصد سوئٹزرلینڈ کے لوگ دیتے ہیں۔ ڈائریکٹ ٹیکس کی آج تک پاکستانی عوام کو سمجھ ہی نہیں آئی۔ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حکومت کئی طرح کے انڈائریکٹ ٹیکس وصولتی ہے جن کا حساب کتاب کیا جائے تو پاکستان کی عوام کی جیب سے کل کمائی کا ساٹھ فیصد صرف ٹیکس کی مد میں نکل جاتا ہے اور جب ہم حکمران طبقے کو عیاش پاتے ہیں۔ وہ بھی پرائے دھن پر۔ تو سب ایک دوسرے کا چہرہ معصومی، غصہ اور بے بسی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

دراصل ہم سب ہی بے بس لوگ ہیں اپنی اپنی جگہ وطن کی خاطر مر مٹنے والے مخلص اور محبّ بے بس لوگ

پاکستان اور اسکے منفرد اعزازات

پاکستان دنیا بھر میں اپنی, تہذیب, تمدن, اور جغرافیہ کے اعتبار سے ایک منفرد مقام رکھتا ہے لیکن بہت سی ایسی معلومات ہے جو آج کے تیز رفتار پراپگنڈہ سے بھرپور دور میں گم ہو جاتی ہیں. اگورا نیوز کی ٹیم نے اپنے قارئین کے لیئے منفرد لیکن اہم معلومات پاکستان کے بارے میں اکٹھی کی ہیں تاکہ آپکی معلومات میں اضافہ ہو سکے

پاکستان اسلامی دنیا کا پہلا اور واحد نیوکلیئر ہتھیار رکھنے والا ملک ہے

پاکستانی قومی ترانہ کی دھن دنیا کی تین سب سے بہترین دھنوں میں پہلے نمبر پر ہے

دنیا کا چوتھا سب سے بڑا براڈ بینڈ انٹرنیٹ سسٹم میرے پیارے دیس میں ہے

اس کے پاس دنیا کی چھٹی سب سے بڑی فوج موجود ہے

ایئر کموڈور محمد محمود عالم نے ایک منٹ میں پانچ جبکہ پہلے تیس سیکنڈ میں چار ہندوستانی طیارے مار گرائے جو کہ آج بھی ایک ورلڈ ریکارڈ ہے

پچھلے چھ سال میں پاکستان میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد میں دوسو پچاس فیصد اضافہ ہوا ہے جو کہ پوری دنیا میں سب سے زیادہ ہے

پاکستان کو برکس کی علاقائی تعاون کی تنظیم جانب سے نیکسٹ ایلیون یعنی این گیارہ میں شامل کیا گیا ہے جس کا کہنا ہے کہ پاکستان اکیسویں صدی میں دنیا کی گیارہ سب سے تیزی سے بڑی معیشتوں میں تبدیل ہونے والے ممالک میں سے ایک ہے

دنیا کی دوسری سب سے اونچی پہاڑی چوٹی کے ٹو اور نویں سب سے اونچی پہاڑی چوٹی نانگا پربت پاکستان میں واقع ہے.

دنیا کے سب سے چھوٹے مائکروسافٹ انجینئر عارفہ کریم اور بابر اقبال پاکستان سے ہیں. یاد رہے کہ جس وقت سرٹیفکیشن حاصل کی اس وقت عارفہ کریم کی عمر آٹھ سال اور بابر اقبال کی عمر چھ سال چھ ماہ تھی. عارفہ کریم بارہ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں اور آج ہم میں نہیں. انکے نام سے آج عارفہ کریم ٹیکنالوجی پارک منسوب ہے جس میں یونیورسٹی اور مختلف تعلیمی وفنی ادارے سرگرم عمل ہیں.

پاکستان دنیا کا چھٹا سب سے زیادہ آبادی والا ملک ہے.

صرف یہ ہی نہیں پاکستان

میں ساٹھ علاقاءزبانیں بولی, لکھی, اور سمجھی جاتی ہیں.

یہ دنیا میں سب سے زیادہ مسلمانوں کے دیس میں دوسرے نمبر پر ہے.

یہ دنیا میں دوسرا سب سے زیادہ شیعہ مسلک سے وابستہ مسلمانوں کا دیس بھی ہے.

تربیلا ڈیم دنیا کا سب سے بڑا الینڈفل ڈیم ہے جبکہ یہ دنیا کا دوسرا سب سے بڑا ڈیم ہے.

دنیا کی سب سے بڑی ایمبولینس سروس ایدھی فاؤنڈیشن کے تحت چل رہی ہے. یاد رہے کہ چند روز قبل ہی عبدالستار ایدھی اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے ہیں اور اس وقت انکی بیوہ بلقیس ایدھی انکے مشن کو آگے لے کر بڑھ رہی ہیں.

دنیا کا سب سے بڑا وائرلیس کمیونیکیشن نیٹورک فار ایمبولینس سروس بھی ایدھی فاؤنڈیشن کے تحت ہی کام کر رہا ہے.

دنیا کے سب سے چھوٹے سول جج محمد الیاس کا تعلق بھی پاکستان سے ہے.

ایشیا کا سب سے اونچا ریلوے اسٹیشن یہاں ہے.

دنیا کا سب سے پہلا کمپیوٹر وائرس بنانے کا اعزاز اسی سرزمین کے دو بھائیوں کے پاس ہے.

یہ دنیا کا ساتواں سب سے زیادہ سائنٹسٹ اور انجینئر رکھنے والا ملک ہے.

یہاں کے ایئرفورس پائلٹ پوری دنیا میں اپنی پیشہ وارانہ قابلیت کی بناء پر ممتاز ہیں.

دنیا کا سب سے گہرا سمندری پورٹ گوادر پاکستان کا حصہ ہے.

پوری دنیا میں استعمال کیئے جانے والے فٹ بال کا پچاس فیصد یہ فراہم کرتا ہے. ورلڈ کپ اور اولمپک میں بھی پاکستانی فٹ بال ہی اپنی خدمات فراہم کرتا ہے.

پاکستان قدیم ترین تہذیب انڈس ویلی اور موہنجوداڑو رکھتا ہے. یہاں سے ملنے والے آثار پانچ ہزار ق۔م۔ تک پرانے بتائے جاتے ہیں.

قراقرم ہائی وے جو کہ چین اور پاکستان کو آپس میں ملاتی ہے پوری دنیا میں سب سے اونچی پیوڈ سڑک ہے.

کھیوڑہ سالٹ مائن دنیا کی دوسری سب سے بڑی نمک کی کان ہے.

دنیا کا سب سے اونچا پولو گراؤنڈ شندور ٹاپ پر ہے جس کی اونچائی سینتیس سو میٹر ہے.

دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام پاکستان کے پاس ہے.

انیس سو چورانوے میں پاکستان پہلا ملک بنا جس نے ایک ہی سال میں چار مختلف کھیلوں کے ورلڈ کپ کی میزبانی کی. کرکٹ, ہاکی, سکواش اور سنوکر.

پاکستان کے پاس دنیا کی صف اول کی میزائل ٹیکنالوجی ہے جو کہ زیادہ تر اپنی مدد آپ کے تحت وجود میں آءی ہے.

پاکستانی صحراء دنیا کے سب سے بڑے صحراؤں میں سے ایک ہیں.

پاکستان نے اپنے جیٹ طیارے اپنی دفاعی ضروریات کے پیش نظر تیار کیئے ہیں جنہیں دنیا قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے.

پاکستان پوری دنیا میں آلات جراحی ایکسپورٹ کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے.

پاکستانی طلباء نے کیمبرج کے اے لیول اور او لیول کے امتحانات میں ریکارڈ قائم کیئے جنہیں ابھی بھی توڑا جانا باقی ہے.

انسٹیٹیوٹ آف یورپین بزنس ایڈمنسٹریشن کے ایک سو پچیس ممالک کے لوگوں پر کیئے جانے والے ٹیسٹ کے مطابق پاکستانی دماغ چوتھے نمبر پر ہیں

امید کرتا ہوں کہ فراہم کردہ معلومات آپ کے لیئے نئی ہونے کے ساتھ ساتھ باعث فخر بھی ہوں گی

کیا پاکستان دنیا میں اکیلا رہ گیا ہے؟ سچ کیا اور فسانہ کیا؟

(تسنیم نیوز ایجنسی کی جانب سے چھپنے والے مقالہ کا مطن من وعن پیش خدمت ہے۔ یہ مقالہ جون سولہ میں چھپا جبکہ آج کی تازہ ترین صورتحال اس سے کافی ملتی جلتی ہی ہے)

جھوٹ جس بھی ڈھٹائی اور تواتر کے ساتھ بولا جائے فقط ایک حقیقت اس کا رد کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے
نریندر مودی اپنی الیکشن کیمپین پر ہیں اور انہیں یقین ہے کہ پاکستان کا مسخ شدہ چہرہ ہی انہیں دوبارہ کامیاب کرواسکتا ہے لیکن انڈیا کی عوام جھوٹ اور سچ میں تمیز کرنا جانتے ہیں۔
جنگی جنون کے زہر میں بجھے ہوئے نشتر ہوں یا معصوم جانوں کا مزموم سیاسی مقاصد کے لیئے بہتا خونِ ناحق سیاستدانوں کے ناعاقبت اندیش فیصلوں کا خمیازہ
تو ہر دوصورتوں میں جزباتیت کی آندھی میں بہہ جانے والے معصوم عوام کو ہی چکانا پڑتا ہے
اس کے ساتھ ہی ساتھ پراپوگنڈا کے استعمال میں اس حد تک نہیں جانا چاہئے کہ پھر کبھی واپسی کا راستہ ہی نہ رہے
گجرات کے مسلم کش فسادات سے شہرت حاصل کرنے والے نریندر مودی نے جب کیرلا کے ایک انتخابی جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے اپنی خارجہ پالیسی کی کامیابی کے طور پر ارشاد فرمایا کہ پاکستان پوری دنیا میں اکیلا رہ گیا ہے تو ہر زی شعور انسان کی مانند میں بھی فرط حیرت میں گھِر گیا اور قلم اٹھانے پر مجبور ہو
گیا کہ حقائق سے پردہ اٹھا سکوں اور جس کامیابی کا تزکرہ جناب فرما رہے ہیں اس کا درست انداز میں تجزیہ اپنے قارئین کے سامنے لا سکوں لیکن اس سے پہلے ایک معصومانہ سا سوال زہن میں اٹھا کہ۔

کیرلا ہی کیوں؟
اس پراپوگینڈا کے لیئے کیرلا کا ہی انتخاب کیوں کیا گیا ہے؟ کسی اور اسٹیٹ کا انتخاب کیوں نہیں کیا جا سکا؟ وجوہات جناب یہ ہیں کہ کیرلا ہندوستان کا سب سے زیادہ پڑھے لکھے لوگوں کا صوبہ ہے اور دوسرا یہ کہ کیرلا کے باسی سائبر وارفیئر کے ماسٹر لوگ ہیں۔ گوگل اور مائکروسافٹ سمیت تمام ہی انٹرنیشنل سافٹویئر کمپنیاں اس اسٹیٹ میں موجود ہیں
یہاں کہا جانے والا ایک ایک حرف چند منٹوں میں پوری دنیا کے تقریباً ہر خاص و عام تک پہنچتا ہے تیسرا یہ کہ چند روز قبل کیرلا کے ہی باسی نے ایئرپورٹ پر پکڑے جانے کے بعد نہ صرف اپنے داعش کے ساتھ تعلق کا انکشاف کیا بلکہ یہ بھی انکشاف کیا کہ اس کے اٹھائیس ساتھی بھی افغانستان میں داعشی ہو چکے ہیں۔ چوتھی وجہ یہ تھی کہ کیرلا مکمل طور پر ریڈ کوریڈور کے ان علاقوں کے دھانے پر واقع ہے جہاں دلی سرکار

کی عملداری عملاً موجود نہیں ہے اور شورش کی طرف گامزن ہے۔
ان تمام معاملات کے تناظر کو مدنظر رکھ کر ہی مودی صاحب کے سیاسی بیان کا درست انداز میں تجزیہ کیا جاسکے گا ہم ہندوستان پر الزام نہیں لگاتے اور آپ کے ذہن پر اس معاملہ کو چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں کہ اگر آپ کی اسٹیٹ کے لوگ ٹریننگ لینے کے لیئے کسی دوسرے ملک جاتے ہیں اور وہاں سے کسی اور مملکت میں کسی اور ملک کے خلاف دہشتگردی کی کاروائیاں کرتے ہیں اور مارے جاتے ہیں تو گلوبل ٹیررازم یعنی بین الاقوامی دہشت گردی کا ارتکاب کون کر رہا ہے؟ اور پھر آپ اسی صوبہ کے اسی شہر میں کہ جس سے ان دہشتگردوں کا تعلق ہیآپ تقریر فرماتے ہوئے اپنے جنگی جنون اور اپنے ارادوں کی وصاحت فرماتے ہیں تو اسے اسٹیٹ ٹیررازم یا ریاستی دہشت گردی کے علاوہ کیا کہہ سکتے ہیں؟
یہ فیصلہ ہم اپنے قارئین پر چھوڑ کر اپنے موضوع پر واپس آتے ہیں اور تجزیہ کرتے ہیں کہ پاکستان کس ملک کے ساتھ کہاں کھڑا ہے
چین کے ساتھ پاکستان کے برادرانہ و دوستانہ تعلقات اظہر من الشّمس ہیں
اور ان پر بہت زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔
ہندوستان کے بڑے بڑے لکھاری بھی یہ بات تسلیم کر چکے ہیں کہ پاکستان کی جانب میلی آنکھ سے دیکھنے کا مطلب چین کی جانب میلی آنکھ سے دیکھنا ہی لیا جائے گا اور ہندوستان کو اس صورتحال سے بھی باخبر رہنا چاہیئے کہ پاکستان پر حملہ آور ہونے کی صورت میں چین اچانک ہندوستان پر حملہ آور ہوسکتا ہے۔
زی ٹی وی سمیت ہندوستان کا دیگر میڈیا اس بات کا بھی معترف دکھاءدیتا ہے کہ افواج پاکستان اور چینی افواج انتہاءزبردست انداز میں جدید ترین ہتھیاروں سے لیس ہیں
اور اس بات کے بھی معترف ہیں کہ ہندوستان ان میں سے کسی ایک کا بھی سامنا نہیں کرسکتا اور اس خدشہ کا بھی اظہار کرتے پائے جاتے ہیں کہ اگر دونوں ممالک ہی ہندوستان پر جھپٹ پڑے تو اسکا کیا بنے گا؟ یہ دھائیوں پر محیط سحر ہے جس کی ظاہراً نفی تو کی جاسکتی ہے لیکن عملاً باہر نہیں نکلا جاسکتا۔
ماضی میں ہندوستان کا دوست سمجھا جانے والا روس بھی اب اس کے ساتھ نہیں کھڑا

اس کی تین انتہاءاہم وجوہات ہیں۔

سب سے اہم تو پاکستان کی مسلح افواج کی پیشہ وارانہ قابلیت ہے اور سرد جنگ کے دور سے پاکستان کی عسکری قیادت اور مسلح افواج کو نزدیکی سے مطالعہ کرنے کے بعد روس معترف ہے کہ پاکستان کی عسکری قیادت دنیا کی بہترین عسکری قیادت ہے اور پاکستانی مصلح افواج دنیا کی نڈرترین مسلح افواج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج روس اور پاکستان جنگی مشقوں میں مصروف ہیں اور روس پاکستانی مسلح افواج کی پیشہ وارانہ

قابلیت سے استفادہ کا خواہش مند بھی دکھائی دیتا ہے

دوسری انتہاءاہم وجہ روس اور ایران کے مشترکہ مفادات ہیں . جملہ عجیب ضرور ہے لیکن انتہائی اہم ہے . روس اور ایران پچھلے دو سال سے شام میں عسکری طور پر شانہ بشانہ نبرد آزماء ہیں.

اور روسی افواج ایرانی جنرل سردار سلیمانی کی کمان میں نہ صرف نبرد آزماء ہیں بلکہ کامیابیاں بھی حاصل کر رہے ہیں جس پر ماسکو انتہاء خوش بھی دکھاءدیتا ہے اور ایران تمام اتحادیوں سے داد بھی وصول رہا ہے۔(سلیمانی اب اس دار فانی سے کوچ کر چکے۔انہیں امریکہ نے شہید کیا)

ایسی صورتحال میں کہ جب اتنی اہم مہم ایک تیسرے ملک میں جاری ہے اور ایران ہمسایہ ملک ہے جس کے انتہائی اہم اور قریبی عسکری و سیاسی تعلقات موجود ہیں اور آنے والے وقت میں روس کے بعد ایران بھی پاکستان کے عسکری تجربات سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ رکھتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہمسایہ دوسرے ہمسایہ ملک کو اپنے ساتھ نہ لے کر چلے۔ جی ہاں غلط فہمیاں بہت سی ہیں اور مظموم انداز میں پھیلائی بھی گئیے ہیں لیکن اسکی مختلف وجوہات بھی ہیں۔ان تمام معاملات کو ایک جانب رکھتے ہوئے ایک جواب میں گفتگو کو سمیٹا جا سکتا ہے کہ پاکستان اور روس کے تعلقات کے معاملہ میں ایران کا کردار بھی قابل غور اور بلاشبہ انتہائی اہم ہے۔

تیسری اہم وجہ خود ہندوستان کا روس کی جانب بے کلی کا رویہ ہے جس کے نتیجہ میں روس نے ہندوستان کی دو مرتبہ پاکستان کے ساتھ جنگی مشقوں کو معطل کرنے کی درخواست کو رد کرنے میں زرہ برابر بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ ہندوستان ماضی میں کچھ نہ کچھ ایسا پلین جیب میں رکھتا تھا جس کی مدد سے وہ سفارتی سطح پر روس کو بلیک میل کرنے میں کامیاب رہتا تھا لیکن ہندوستان کے اندرونی معاملات کے پیش نظر روس یہ بات سمجھ گیا ہے کہ پاکستان سے دوستی ہندوستان سے نزدیکیوں سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اس وجہ سے نہ صرف فوجی دستہ پاکستان آ بھی چکا ہے بلکہ مزید عسکری فوائد کا مطلوب بھی دکھائی دیتا ہے۔

ایران پاکستان کا ایسا ہمسایہ ملک ہے جس کے ساتھ پاکستانی وزیراعظم کے 1971 سے گہرے تعلقات ہیں اور جس کے بارے میں وزیر اعظم پاکستان نواز شریف کہہ چکے ہیں کہ پاکستان اور ایران کو ایک قوم، ایک ملک اور ایک حکومت سمجھتے ہیں۔

حسن روحانی ایرانی صدر کی جانب سے اقتصادی راہداری منصوبہ میں شمولیت سے لیکر پاکستان کی عسکری قیادت کے ساتھ مشترکہ جنگی مشقوں کی کوششوں تک یہ سب ہی ایسے معاملات ہیں جو واضح کرتے ہیں کہ پاکستان کے انتہائی اہم تعلقات قائم ہیں جن کی گرمجوشی میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے دیکھنا یہ ہے کہ ایران کا ہندوستان کی طرف جھکاؤ پہلے ماند پڑتا ہے یا پاکستان کے حلیفوں کے ساتھ تعلقات کو بڑھانے کی خواہش اپنا جادو پہلے چلانے میں کامیاب رہتی ہے۔

ایران پاکستان میں مختلف اداروں کی نہ صرف سرپرستی ایک عرصہ سے کر رہا ہے بلکہ پاکستان میں سیاسی، سماجی، و مذہبی تنظیموں کی مالی معاونت بھی عرصہ دراز سے کر رہا ہے۔گو کہ آج تک کبھی اس معاملہ کو زیر بحث نہیں لایا گیا شاید اسکی وجہ دیگر مما لک کی جانب سے بھی مالی

معاونت کا کیا جانا ہے اور اگر ایک کا پردہ چاک ہوگا تو سب کو ہی ننگا ہونا پڑے گا۔ لہٰذا سب کو ہی پردہ کے نیچے رہنے دیا جا رہا ہے۔ میں بھی اس خطرناک بحث کو ایک جانب رکھتے ہوئے اپنے قارئین کو صرف یہ بتانا چاہوں گا کہ عرب سے امریکہ اور فارس سے کاشغر تک بہت سے ایسے پردہ نشیں انگنت ہاتھ ہیں جن کی امداد بہت سی تحاریک کا ایندھن بن چکی ہے اور آج بھی بن رہی ہے۔ ان حقائق اور تفصیلات سے پھر کبھی پردہ اٹھائیں گے۔

بلاشبہہ پانی کی گہرائی پانی میں اترنے والا ہی جانتا ہے اور آپ یقین رکھیں کہ اگر پانی سر سے اوپر ہو بھی جائے تو ماہر تیراک اس میں ڈوبنے سے بچ ہی جاتا ہے۔

بین الاقوامی تعلقات میں یہ الفاظ بالکل درست ہیں۔

افغانستان جیسا ملک جسے ہندوستان نے اپنے ہاں بلا کر ایک ارب ڈالر کی امداد کی نوید سنائی ہے اور پوری دنیا کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اسکے افغانستان کے ساتھ انتہائی گہرے مراسم ہیں وہ بھی کسی طور پاکستان کے مخالف نہیں جا سک رہا۔ دنیا کو پراپگنڈا کے زریعہ سے یہ تاثر بھی دینے کی کوشش ضرور کی گئی ہے کہ افغانستان اور پاکستان کے تعلقات کشیدہ ہیں اور اشرف غنی کا دورہ بھارت اس پراپگنڈہ کو تقویت بھی دیتا ہے لیکن حقیقتاً صورتحال یہ ہے کہ پاکستان طالبان اور افغان حکومت کے درمیان مزاکرات کامیاب کروانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

گلبدین حکمت یار اور افغان حکومت کے درمیان امن معاہدہ پر دستخط ہو چکے ہیں اور اس امن معاہدہ میں پاکستان اور امریکہ ضامن ہیں اب اگر ضامن کے ساتھ یا دو ضامنوں کے درمیان مراسم تنہائی پر مضمر ہیں تب تو دعوہ کرنے والے کی عقل پر ہی ہنسا جا سکتا ہے

ان تمام معاملات کے علاوہ یہ سرخیاں بھی قابل غور ہیں کہ

انڈونیشیاء نے پاک بھارت کشیدگی کے تناظر میں پاکستان کو عسکری ساز وسامان مہیا کرنے کی پیشکش کر دی.

او آئی سی مقبوضہ کشمیر پر پاکستانی موقف کی تائید کرتا ہے.

ترکی بہت جلد مقبوضہ کشمیر میں انسانیت سوز مظالم کی تحقیقات اور حقائق معلوم کرنے کے لئے وفد مقبوضہ کشمیر روانہ کرے گا.

نیپال پاکستان کے ساتھ باہمی تعلقات استوار کرنے کا خواہاں ہے

سری لنکا پاکستان کے موقف کی تائید کرتا ہے اور مقبوضہ کشمیر میں ہندوستانی مظالم کی مزمت کرتا ہے

پاکستان بغیر وزیر خارجہ کے ایک مملکت ہے لیکن جس بہتر انداز میں پاکستانی سفارتکاری نے پاکستان کے تمام دنیا سے تعلقات کا احاطہ کر رکھا ہے اس کا بہت سا کریڈٹ افواج پاکستان اور بالخصوص سپاہ سالار اعظم جنرل راحیل شریف صاحب کو جاتا ہے. عرب ممالک کی افواج کی سربراہی سے لے کر امریکہ کے ساتھ مشترکہ جنگی مشقوں تک پاکستان ہر مملکت کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کیئے ہوئے ہے اور جو پاکستان کو اس دنیا میں اکیلا سمجھ رہے ہیں وہ نہ صرف احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں بلکہ اپنی آنکھوں میں ایسا خواب سجائے ہوئے ہیں جو کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا.

ساتھ ہی ساتھ کلبھوشن یادو ایک کرنل رینک کے را کے افسر کو پاکستان کے اندرونی حالات خراب کرنے کا ٹاسک دے کر بھیجنے والے اور بلوچستان کے معصوم پاکستانیوں کے زہنوں میں نفرت کا بیج بونے والے اسٹیٹ ٹیررازم کے بادشاہ نہ جانے کس سوچ کے تحت اپنی عوام کو گمراہ کرنے کے درپے ہیں.

اگر الیکشن جیتنے کے لیئے ہی یہ تمام نفرت پھیلائی جارہی ہے تو یہ انسانی تاریخ کی وہ سیاہ ترین غلطی ہوگی جس کو مورخ ہمیشہ دکھ اور تکلیف کے جزبات کے ساتھ ہی تحریر کرے گا کیونکہ اس نفرت کی گندگی کو صاف کرنے میں نہ جانے کتنی صدیاں درکار ہوں گی.

. . (جب یہ آرٹیکل چھپا اس وقت حالات آج کی بنسبت انتہاء ی مختلف تھے۔آج پاکستان نئے بلاکس کا نہ صرف حصہ ہے بلکہ ایک اہم اتحادی کی حیثیت بھی اختیار کر چکا ہے۔)

آج پاکستان ایک راہداری ایک سڑک منصوبہ کا انتہائی اہم رکن ہے۔جبکہ دوسری جانب پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ تکمیل کی جانب گامزن ہے۔تیسری جانب پاکستان علاقائی بلاکس کا حصہ بھی ہے۔جبکہ چوتھی جانب پاکستان کے سابق آرمی چیف جنرل راحیل شریف اسلامی فوجی اتحاد کی کمان بھی سمبھالے ہوئے ہیں۔جبکہ پانچویں جانب کلبھوشن یادو کو پھانسی سنائی جا چکی ہے اور یہ ہندوستان ہے جو عالمی عدالت انصاف میں اس کے مقدمہ کو لے کر گیا ہے۔ظاہر ہے جب ہر دباؤ ناکام ہوجائے تو ہی ایسے اقدامات کیئے جاتے ہیں لیکن اس معاملہ میں انتہائی اہم امر یہ ہے کہ اب کشمیر اور دیگر معاملات پر بھی ہندوستان کو عالمی عدالت انصاف میں آنا پڑ سکتا ہے۔چھٹی جانب خود کیرلا میں پاکستان کے ہندوستان کو برطانیہ کی سرزمین پر چیمپئن ٹرافی کرکٹ ٹورنمنٹ کے فائنل میں شکست پر خوشی مناتے ہوئے گرفتار کیئے جانے والے بارہ افراد کی رہائی کا مطالبہ ایمینسٹی انٹرنیشنل اور دیگر انسانی حقوق کی تنظیمیں کر چکی ہیں اور یہ خوشی پاکستان کی کامیابی کی نہیں بلکہ ہندوستان کو ملنے والی ہذیمت کی ہے۔ ان تمام معاملات میں اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ پاکستان دنیا میں اکیلا رہ گیا ہے تو وہ احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔گو کہ پاکستان کی فارن پالیسی انتہائی کمزور ہے۔اسکی ایک وجہ تو سابق وزیر اعظم نواز شریف کا رویہ ہے۔ کیونکہ شریف خاندان ریاستی تعلقات کی بجائے ذاتی تعلّاقات کو ترجیح دیتا ہے جبکہ ان سے پہلے کے ادوار میں بھی ذاتی حیثیت میں تعلقات کو استوار رکھنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔یہ رویہ انتہائی خطرناک ہے۔حکومتوں کی تبدیلی کے ساتھ ہی بین الاقوامی تعلقات کی پالیسی میں تبدیلی نہیں آنی چاہیئے کیونکہ اس سے پاکستان کی ترقی کو ناقابل تلافی نقصان ہوتا آیا ہے اور مستقبل میں بھی اسی روش کے طفیل خدشہ اپنی جگہ موجود ہے۔جبکہ دوسری جانب موجودہ حکومت شاہ محمود قریشی کے حوالہ کر کے خود ضروری کام سے مصروف ہوگئی ہے۔ریاست کے لیئے ریاست کے دوسری ریاست کے ساتھ تعلقات دیرپا ہونے زیادہ اہم ہیں نہ کے شخصیات کے شخصیات کے ساتھ تعلقات۔ شخصیات ہمیشہ نہیں رہتیں اور اپنے کیئے گئے وعدوں اور معاہدوں پر قائم نہیں رہتیں جبکہ ریاست کے ریاست کے ساتھ کیئے گئے وعدوں اور معاہدوں کی ہمیشہ پاسداری کی جاتی ہے اور ان سے انحراف عالمی سطح پر انتہائی سبکی کا باعث ہوتا ہے۔

پاکستان سے غربت کا خاتمہ اور سائینو ماڈل

تحریر و تحقیق: مسعود چوہدری

2002 میں دنیا کے سب سے زیادہ غریب چین میں تھے۔ آج 2019 میں چین ٹاپ 20 سے باہر ہے۔ دیگر معاملات اور پالیسیاں اپنی جگہ لیکن اگر قوم فیصلہ کر لے کہ ہمیں اس مشکل سے باہر نکلنا ہے تو کسی بھی مشکل کو حل کر لینا دور حاضر میں کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔ لیکن اس کے لیئے اخلاص اور یقین انتہائی ضروری ہے۔ شارٹ کٹ اور فراڈ بازی کے بجائے محنت اور عمل پیہم کرنا ہو گا۔ اپنا امیج ہمیں خود بہتر بنانا ہے۔ اپنے مسائل ہمیں خود حل کرنے ہیں۔ ہمیں، عام لوگوں کو خود ایک طاقت بننا ہو گا۔ یہ حکمران طبقہ نہ کبھی ہم میں سے تھا اور نہ کبھی ہو گا۔ جن کی جائیدادیں، مال، اسباب، اولاد، غرض سب کچھ میرے پیارے پاکستان سے باہر ہے اور جو صرف یہاں اپنا پروٹوکول انجوائے کرنے آتے ہیں انہیں کیا معلوم کہ ایک وقت کی روٹی ابلے ہوئے آلوؤں کے شوربے کے ساتھ کھانے کا کیا غم اور دکھ ہوتا ہے۔ ہمیں خود اپنا راستہ تلاشنا ہو گا۔ اسے مجبوری سمجھیں یا وقت کی ضرورت لیکن اگر اپنی آنے والی نسلوں کو بہتر مستقبل اور ایک قابل فخر پہچان دینا چاہتے ہیں تو ہمیں سب کو مل کر، اپنی سیاسی، سماجی، و مذہبی وابستگی سے بالاتر ہو کر، وہ سب کچھ کرنا ہو گا جو چین نے ہمارے جیسے تین ممالک کے برابر غرباء کو غربت سے نکالنے کے لیئے کیا ہے۔

کیا کیا ہے؟ آیئے لمبے چوڑے اعداد و شمار اور مشکل باتوں کو حذف کر کے عام عام سی آسان آسان گفتگو کر کے اسکا جائزہ لیتے ہیں۔ آج سے کوئی پینتیس سال پہلے 1990 کے لگ بھگ جب میں صرف سات سال کا تھا تب میرے والد صاحب پہلی مرتبہ چین گئے۔ پاکستان ایک آئیڈیا کے ساتھ لوٹے۔ چاہتے تھے کہ ہم آئی سی مینوفکچرنگ کریں۔ پاکستان میں حکومتی لڑائی تقریباً اسی طرح کی تھی جیسی آج ہے۔ کافی تگ و دو کے باوجود اجازت نہ مل سکی۔ کئی ایشیائی ممالک کی گرد چھاننے کے بعد والد صاحب سمجھ گئے کہ جو چیز نئی ہے وہ ویڈیو گیم ہے لہذا پوری کی پوری ویڈیو گیم جو کہ اس وقت جاپان میں اسمبل ہو رہی تھی، پاکستان میں منگوالی اور کافی منافع کمانا شروع کر دیا۔ سٹریٹ فائٹر ہم میں سے بہت سوں کے بچپن کا حصہ رہا ہے۔ قصہ مختصر کہ والد صاحب کو چینی مینوفیکچرر ملنے کے لیئے آئے اور اپنا فارمولا پیش کیا۔ ان کا فارمولہ یہ تھا کہ آپ مکمل گیم پاکستان میں جاپان سے منگواتے ہیں جو کہ آپ کو مہنگی پڑتی ہے، آپ اس کے کمپونںٹ ہم سے خریدیں، ہم آپ کو سستے دیں گے کیونکہ ہماری حکومت نے ہمیں زیادہ ایکسپورٹ کا ٹارگٹ دیا ہے جس پر ہمیں انعام دیا جانا ہے اور انعام کی رقم ہمارے منافع کی رقم سے کئی گنا ہے لہذا ہم آپ کو سستی مکمل ویڈیو گیم تو نہیں دے سکتے کیونکہ وہ فنشڈ آئیٹم ہے لیکن پارٹس الگ الگ دے سکتے ہیں جس سے آپکا منافع کئی گنا ہو جائے گا۔ والد صاحب کو آئیڈیا پسند آیا اور یوں المدینہ الیکٹرونکس پاکستان کی سب سے پہلی ویڈیو گیم مینوفیکچرر کمپنی بن گئی۔ اب ہوا کیا، دراصل چینی جانتے تھے کہ پہلے سے موجود بڑے بڑے کھلاڑیوں جیسے کہ جاپان، امریکہ، برطانیہ، یورپ وغیرہ سے ٹکر لینا اسکے بس کی بات نہیں۔ اس نے ظاہر کے بجائے باطن کو پکڑا۔ اس نے مشہور و معروف ملٹری جنرل اور

سٹریٹجسٹ سان زو کی آرٹ آف وار کے ایک جملہ کو لیا کہ جب آپکا دشمن مضبوط ہو تو سیدھا اس سے مت ٹکراؤ بلکہ اپنی عددی برتری بناتے ہوئے اس کے گرداگرد چھوٹے چھوٹے ٹکروں میں تقسیم کرکے اپنے دشمن کو کمزور کرواور اس کے بعد ہیڈ آن اٹیک کرو یعنی پھر سامنے سے آؤ جب دشمن مفلوج ہو چکا ہوتا کہ اس میں اتنی سکت ہی نہ رہے کہ وہ مقابلہ کر سکے تو پس جنگ آپ جیت گئے ہو۔ بالکل ایسا ہی کمپنی ہواوے کے معاملہ میں آپ نے امریکہ کو گھٹنے ٹیکتے دیکھا ہے کہ گوگل، ویرائیزن، اور جنرل الیکٹرک امریکہ پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ ہواوے کو بین نہ کیا جائے۔ خیر یہ اوراسطرح کی دیگر مثالیں پھر کسی وقت کے لیئے رکھتے ہیں۔ قصہ مختصر کہ چین نے دنیا کو آلات فراہم کرنا شروع کیئے۔ اس نے سلیکون ویلی کی چمک دمک اورٹیک وار میں خود کو دھکیلے بغیر جس چیز پر تمام ٹیکنالوجی کا انحصار ہونے والا تھا ان تمام چیزوں پر کام کیا اور یوں آئی سی سے ریزسٹنس، اور چپ سے لے کر پکچر ٹیوب تک سب کچھ سستا ترین بنانا شروع کیا۔ سان ژو کے ساتھ ساتھ اس نے ایڈم سمتھ کی تھیوری کو عملی جامہ پہنایا جو کہتی ہے کہ اگر ایک مزدور ایک ہی کام تواتر سے کرے تو وہ کوسٹ ایفیکٹو یعنی کم خرچ ہو گا مقابلتاً اس کے کہ جو ایک مزدور سے ایک وقت میں کئی ایک کام لیں گے۔ یوں خواہ وہ ایپل کا میکنٹوش ہو یا مائیکروسوفٹ کا پی سی سب میں الیکٹرک آلات تو ایک سے ہی لگے جو کم خرچ اور وافر مقدار میں بنانے کا ذمہ چین نے اپنے سر لیا۔ ان آلات کا را مٹیریئل اس نے دنیا جہان سے جہاں سے بھی ملا لیا اور ساتھ ہی اس ملک کے حکمرانوں کو رشوت والالچ دی کہ وہ اس راء مٹیریئل کو اپنے ملک میں استعمال کرنے کے بجائے اسے بیچ کر منافع اور کمیشن بنائیں۔ جسطرح پاکستان سے کپاس کا سب سے بڑا امپورٹر چین ہے جبکہ پاکستان تمام دھاگہ چین سے مہنگے داموں خریدتا ہے اور پھر اس دھاگہ سے فیصل آباد کا کپڑا دنیا بھر میں جاتا تھا۔ یہ قصہ بھی پھر سہی کہ اب کپڑے کی صنعت کیوں برباد ہو رہی ہے اور ہمارا گارمنٹس بھی چین سے کیوں آرہا ہے؟

بحرحال دوستی خواہ ہمالیہ سے اونچی اور سمندروں کی گہرائیوں سے گہری ہو، ہوتی برابری کی بنیاد پر ہے۔ اب ہوا یہ کہ، اس وقت دنیا چین کو سستی لیبر کے طور پر دیکھ رہی تھی۔ چین رفتہ رفتہ انتہائی خاموشی کے ساتھ ہر ایک صنعت کی ریڑھ کی ہڈی کو ڈھونڈتا رہا اور اس پر اپنی گرفت مضبوط کرتا چلا گیا۔ امیر ممالک میں ٹیکنالوجی ترقی کر رہی تھی اور جس کی ڈیمانڈ یعنی طلب روز بروز بڑھ رہی تھی، امیروں کو کچھ غرض نہیں ہوتی کہ جو شے وہ استعمال کر رہے ہیں وہ میڈان کہاں کی ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے ہمارے ہاں برانڈڈ کپڑوں کے شوقین ہزاروں روپے مالیت کا جوڑا جب خرید کر لاتے ہیں تو اسی معیار کے تین جوڑے لوکل انڈسٹری انہیں دے سکتی ہے لیکن برانڈڈ ہے صاحب خواہ وہ ملک ہماری ہی روئی سے وہ سب کچھ بنا رہا ہے۔

جو وژن 2025 نامی ایک منصوبہ مرتب کیا گیا تھا اب وہ وژن 2035 ہو چکا ہے۔ گو کہ اس کے اہداف میں اب اضافہ کیا جا چکا ہے لیکن اس منصوبہ میں سن 2000 کو لانچنگ کے طور پر رکھا گیا تھا۔ یہ ٹارگٹ اچیو نہ ہو سکا تھا اور 2002 میں اس ہدف کو حاصل کیا گیا۔ اس دن دنیا کو بتایا گیا تھا کہ اب ہم گراؤنڈ لیول سے تھوڑا سا اوپر آ کر مصنوعات مہیا کریں گے۔ یوں اس نے وہ سب صنعتیں چھیننا شروع کیں جو زیادہ خرچ اور مہنگی لیبر کی محتاج تھیں۔ چین نے لیبر سستی مہیا کی اور کم خرچ میں فنشڈ گڈز مہیا کرنے میں کامیاب ہوا۔ چونکہ

امپورٹ آسان، سستا ترین، اور سمارٹ حل سمجھا گیا لہٰذا ممالک عالم کی اپنی صنعتیں جو چینی قیمتوں کا مقابلہ نہ کرسکیں پانچ سے سات اور کچھ دس سال کے عرصہ میں دم توڑ گئیں جبکہ دوسری جانب جو تھوڑا اوپر کا محاورہ استعمال کیا گیا تھا اس کی نہ تو کسی کو حدود معلوم تھیں اور نہ ہی قیود۔ لہٰذا آج دنیا جو بھی استعمال کررہی ہے اس کا اسی فیصد چین میں بن رہا ہے۔ یہ فیز 2017 میں مکمل ہو چکا۔ اب اگلے فیز کی تیاری جاری ہے جسے 2025 تک مکمل ہونا ہے۔ وہ یہ ہے کہ چینی کمپنی آپکے ملک میں ہی اپنی مشینری لگائے گی، آپکے ہی ریسورسز استعمال کرے گی، آپکا ہی راء مٹیریئل استعمال کرے گی، آپکی ہی لیبر کو ملازمتیں دے گی، پھر جو کچھ آپ انکے ملک سے منگواتے ہیں وہ یہاں پر ہی تیار کر کے آپ کو بیچ دے گی، آپکے غریبوں کو نوکریاں ملیں گی اور منافع چین لے جائے گی۔ آپ بھی خوش، چینی کمپنی بھی خوش۔ یہ آئیڈیا ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاس ہوتا تو شاید آج بھی ہم محکوم ہوتے۔ معذرت خواہ ہوں کہ بہت سے دوستوں کو یہ سب آتا نظر نہیں آرہا لیکن یہ ایسا ہی ہے۔ اس تمام عمل کو بھی سات سے دس سال لگیں گے اور یوں 2035 تک بہت سے ممالک باقاعدہ چین کے زیر تسلط ہوں گے اور دنیا کی بڑی بڑی معیشتیں بھی اسکا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ میں ایک ذمہ دار صحافی ہوں اور جو لکھ رہا ہوں اس پر دلائل کے طور پر بہت سی مثالیں دے سکتا ہوں لیکن تحریر کی طوالت کے پیش نظر آگے بڑھ رہا ہوں۔

اب آتے ہیں اصل مدعہ کی جانب۔ ہم کیسے پاکستان سے غربت کا خاتمہ کریں؟ سائینو ماڈل کی ایک بہت اعلی ترین خصوصیت یہ ہے کہ ان کی ہر شے مینڈ ریئن زبان میں ہے جسے تمام دنیا کے لیئے سمجھنا انتہاء مشکل ہے۔ یوں انکا ہر معاملہ راز بنا رہتا ہے۔ دوسری اہم ترین خاصیت یہ ہے کہ چینی فرد خواہ پوری دنیا میں کہیں بھی ہے وہ چین سے کاروباری معاملات پر اعتماد انداز میں طے کرسکتا ہے۔ اسے نہ تو فراڈ کا ڈر ہے اور نہ ہی کسی نقصان کا۔ تیسرا یہ ہے کہ ہر چینی خواہ وہ چین میں رہتا ہے یا چین سے باہر اسکے لیئے ایک سوشل پوائنٹ سسٹم موجود ہے جو اسکی عادات و اعمال پر نظر رکھتا ہے جس کی مدد سے اچھے اعمال پر اچھی ریٹنگ اور خلاف قانون اعمال پر بری ریٹنگ ملتی ہے جس سے اس فرد واحد کے زندگی گزارنے کے طریقہ میں بہتری لائی جاتی ہے۔ ماؤزےتنگ- انقلاب چین کے پیشوا نے کہا تھا کہ مسلمان کو اللہ کا خوف موجود ہے، اگر میری قوم کو یہ ملی ہوتی تو میرا کام آسان ہو جاتا۔

میری گفتگو کا ماحاصل یہ ہے کہ ہمارے بڑوں کو، چھوٹوں کو، کمزوروں کو، طاقتوروں کو، ان سب کو جن کی نسلیں پاکستان میں رہنی ہیں، اوران سب کو بھی جنہیں یہ فکر ہے کہ دنیا میں وہ کہیں بھی جائیں، کہیں بھی رہیں، پاکستان ہی انکی واحد پہچان ہے، ان سب سے میری مؤدبانہ، ہاتھ جوڑ کرالتماس ہے کہ سر جوڑ کر بیٹھیں۔ متفقہ لائحہ عمل تیار کریں، قوم کو اس لائحہ عمل کا حصہ بنائیں، چند اشرافیہ کی مخصوص ماحول میں تیار کردہ اغیار کو راضی کرتی پالیسیاں اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق عوام پر تھوپنے کے بجائے مملکت خداداپاکستان کے مجبور و مظلوم باسیوں کا دکھ اور درد لے کر عوام کی منشاء اور امنگوں کے مطابق منصوبہ سازی کریں۔ ہم وہ ہی قوم ہیں جن کے تیار کردہ ماڈل دنیا نے آزمائے اور کامیاب ہوئے۔ آج تک کامیاب ہیں۔ ہم نے چاہا ایٹم بم بنائیں۔ ہم نے بنالیا۔ ہم نے چاہا روس توڑ دیں، ہم نے توڑ دیا۔ غرض ہم نے جو چاہا کر کے دکھایا۔ مستقبل ترقی کا ہے۔ مستقبل خوشحالی وخوداعتمادی کا ہے۔ مستقبل کشکول کا نہیں قوت بازو کا ہے۔ خدارا آنکھیں کھولیں۔ دنیا کو دیکھیں۔ اپنا موازنہ کریں۔ اپنی بقاء کی جنگ کی تیاری کریں۔ خود کو کھڑا کریں۔ سب کچھ ٹھیک ہوسکتا ہے۔ سب کچھ

ٹھیک کیا جاسکتا ہے۔ ماضی میں زندہ رہنے کے بجائے مستقبل کی تیاری کریں۔ یہ کام ہمیں سب کومل کر کرنا ہے۔ اپنی وابستگیوں اور لاحاصل ابحاث سے باہر نکلیں۔ ان دیواروں کو گرادیں جو ہم پاکستانیوں کو ایک مضبوط قوم بننے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں۔ اپنے فیصلے خود کریں۔ کوشش تو کریں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ شکریہ

گوادر۔دشمن کی آنکھ میں کھٹکتا نایاب نگینہ

کسی نے گوادر کو دیکھا ہو تو اسے اس علاقہ کی محسور کن خوبصورتی میں گم ہونے کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ میرے پیارے وطن اور مملکت خداداد پاکستان کے انتہائی جنوب مغرب میں واقع صوبہ بلوچستان کا شہر گوادر جسے دنیا اسکے شاندار محل وقوع، جدید ترین بندرگاہ، اور دنیا کے سب سے بڑے بحری تجارتی راستے، اور اپنی تاریخی حیثیت کی وجہ سے جانتی ہے۔ پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ جسے سی پیک کے نام سے بھی جانا جاتا ہے اور جس نے ایشیاء کے سب سے بڑے تجارتی راستے ون بیلٹ ون روڈ- ایک سڑک ایک راہداری منصوبہ کا اہم ترین حصہ ہونا ہے اور جس نے تاریخی تجارتی راستہ سلک رووٹ کی جدید شکل کو مکمل کرنا ہے اس کے بارے میں چند ایک اہم معلومات آپ کے لیئے پیش خدمت ہیں۔

نام گوادر بلوچی زبان کے دو الفاظ گوا اور در کا مجموعہ ہے۔ گوا کا مطلب ہے کھلی فضا اور در کا مطلب ہے دروازہ۔ یعنی گوادر کو اگر کھلی فضا کا دروازہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ یہ ساٹھ کلومیٹر کی ساحلی پٹی والا شہر ہے جسے اپنے خاص محل وقوع اور اہم سمندری گہرائی کے باعث اکیسویں صدی میں جدید ترین بندرگاہ میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا گیا جو آج شرمندہ تعبیر ہو چکا ہے۔ ابھی اس بندرگاہ سے پورے پاکستان اور پھر ہمسایہ برادر مملکت چین، افغانستان، ایران، اور ان کے زریعہ روس اور دیگر وسط ایشیائی ریاستوں کو جوڑنے کا کام تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے۔

تاریخ

گوادر کی مصدقہ تاریخ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے سے جا ملتی ہے۔

گوادر کا علاقہ وادی کلانچ اور وادی دشت بھی کہلاتا ہے اور اس کا زیادہ رقبہ بے آباد اور بنجر ہے۔ یہ مکران کی تاریخ میں ہمیشہ سے ہی خاص اہمیت کا حامل رہا ہے۔ معلوم تاریخ کی ایک روایت کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں جب قحط پڑا تو وادی سینا سے بہت سے افراد کوچ کر کے وادی مکران کے علاقے میں آ گئے۔ مکران کا یہ علاقہ ہزاروں سال تک سلطنت ایران کا حصہ بھی رہا ہے۔ ایرانی بادشاہ کاؤس اور افراسیاب کے دور میں بھی ایران کی عملداری میں تھا۔

325 قبل مسیح میں سکندر اعظم جب برصغیر سے واپس یونان جا رہا تھا تو اس نے یہ علاقہ اتفاقاً دریافت کیا اس کی بحری فوج کے سپہ سالار Admiral Nearchos نے اپنے جہاز اس کی بندرگاہ پر لنگر انداز کیے اور اپنی یادداشتوں میں اس علاقے کے اہم شہروں کو قلمات، گوادر، پشوکان اور چابہار کے ناموں سے لکھا ہے۔ اہم سمندری راستے پر واقع ہونے کی وجہ سے سکندر اعظم نے اس علاقے کو فتح

کر کے اپنے ایک جنرل Seleukos Nikator کو یہاں کا حکمران بنا دیا جو 303 قبل مسیح تک حکومت کرتا رہا۔ 303 ق م میں برصغیر کے حکمران چندر گپت نے حملہ کر کے یونانی جنرل سے یہ علاقہ چھین لیا اور اپنی حکومت میں شامل کر لیا مگر 100 سال بعد 202 ق م میں پھر یہاں کی حکمرانی ایران کے بادشاہوں کے پاس چلی گئی۔ 711 عیسوی میں مسلمان جنرل محمد بن قاسم نے یہ علاقہ فتح کر لیا۔ ہندوستان کے مغل بادشاہوں کے زمانے میں یہ علاقہ مغلیہ سلطنت کا حصہ رہا جب کہ 16 ویں صدی میں پرتگیزیوں نے مکران کے متعدد علاقوں جن میں یہ علاقہ بھی شامل تھا پر قبضہ کر لیا۔ 1581 ء میں پرتگیزیوں نے اس علاقے کے دو اہم تجارتی شہروں پسنی اور گوادر کو جلا دیا۔ یہ علاقہ متعدد مقامی حکمرانوں کے درمیان بھی تختۂ مشق بنا رہا اور کبھی اس پر بلیدی حکمران رہے تو کبھی رندوں کو حکومت ملی کبھی ملک حکمران بن گئے تو کبھی گچ کیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ مگر اہم حکمرانوں میں بلیدی اور گچ کی قبیلے ہی رہے ہیں۔ بلیدی خاندان کو اس وقت بہت پذیرائی ملی جب انھوں نے ذکری فرقے کو اپنا لیا اگرچہ گچ کی بھی ذکری فرقے سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ 1740ء تک بلیدی حکومت کرتے رہے ان کے بعد گچ کیوں کی ایک عرصہ تک حکمرانی رہی مگر خاندانی اختلافات کی وجہ سے جب یہ کمزور پڑے تو خان قلات میر نصیر خان اول نے کئی مرتبہ ان پر چڑھائی کی جس کے نتیجے میں ان دونوں نے اس علاقے اور یہاں سے ہونے والی آمدن کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ 1775 ء کے قریب مسقط کے حکمرانوں نے وسط ایشیاء کے ممالک سے تجارت کے لیے اس علاقے کو مستعار لے لیا اور گوادر کی بندرگاہ کو عرب علاقوں سے وسط ایشیاء کے ممالک کی تجارت کے لیے استعمال کرنے لگے جن میں زیادہ تر ہاتھی دانت اور اس کی مصنوعات، گرم مصالحے، اونی لباس اور افریقی غلاموں کی تجارت ہوتی۔

عمان میں شمولیت

1783 میں مسقط کے بادشاہ کی اپنے بھائی سعد سلطان سے جھگڑا ہو گیا جس پر سعد سلطان نے خان آف قلات میر نصیر خان کو خط لکھا جس میں اس نے یہاں آنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ خان نے نہ صرف سلطان کو فوری طور پر آ جانے کو کہا بلکہ گوادر کا علاقہ اور وہاں کی آمدن بھی لامحدود وقت کے لیے سلطان کے نام کر دیا۔ جس کے بعد سلطان نے گوادر میں آ کر رہائش اختیار کر لی۔ 1797 میں سلطان واپس مسقط چلا گیا اور وہاں اپنی کھوئی ہوئی حکومت حاصل کر لی۔ 1804 میں سلطان کی وفات کے بعد اس کے بیٹے حکمران بن گئے تو اس دور میں بلیدیوں نے ایک بار پھر گوادر پر قبضہ کر لیا جس پر مسقط سے فوجوں نے آ کر اس علاقے کو بلیدیوں سے واگزار کروایا۔ 1838ء کی پہلی افغان جنگ میں برطانیہ کی توجہ اس علاقہ پر ہوئی تو بعد میں 1861 میں برطانوی فوج نے میجر گولڈسمتھ کی زیرنگرانی آ کر اس علاقے پر قبضہ کر لیا اور 1863 میں گوادر میں اپنا ایک اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ مقرر کر دیا چنانچہ ہندوستان میں برطانیہ کی برٹش انڈیا اسٹیم نیویگیشن کمپنی کے جہازوں نے گوادر اور پسنی کی بندرگاہوں کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔ 1863 میں گوادر میں پہلا تار گھر (ٹیلی گرام آفس) قائم ہوا جبکہ پسنی میں بھی تار گھر بنایا گیا۔ 1894 کو گوادر میں پہلا پوسٹ آفس کھلا جبکہ 1903 کو پسنی اور 1904 کو اورماڑہ میں

ڈاک خانے قائم کیے گئے۔ 1947 میں جب برصغیر کی تقسیم ہوئی اور بھارت اور پاکستان کے نام سے دو بڑی ریاستیں معرض وجود میں آئیں تو گوادر اور اس کے گردونواح کے علاوہ یہ علاقہ قلات میں شامل تھا۔

1955ء میں علاقے کو مکران ضلع بنا دیا گیا۔ 1958ء میں مسقط نے 10 ملین ڈالرز کے عوض گوادر اور اس کے گردونواح کا علاقہ واپس پاکستان کو دے دیا جس پر پاکستان کی حکومت نے گوادر کو تحصیل کو درجہ دے کر اسے ضلع مکران میں شامل کر دیا۔ یکم جولائی 1970 کو جب ون یونٹ کا خاتمہ ہوا اور بلوچستان بھی ایک صوبے کی حیثیت اختیار کر گیا تو مکران کو بھی ضلعی اختیار مل گئے۔ 1977 میں مکران کو ڈویژن کا درجہ دے دیا گیا اور یکم جولائی 1977 کو تربت، پنجگور اور گوادر تین ضلعے بنا دیے۔

گوادر کا موجودہ شہر ایک چھوٹا سا شہر ہے جس کی آبادی سرکاری اعداد و شمار کے مطابق نصف لاکھ جبکہ آزاد ذرائع کے مطابق ایک لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ اس شہر کو سمندر نے تین طرف سے اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے اور ہر وقت سمندری ہوائیں چلتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے یہ ایک خوبصورت اور دلفریب منظر پیش کرتا ہے ویسے بھی گوادر کے معنی " ہوا کا دروازہ " ہے۔ گوا کے معنی ہوا اور در کا مطلب دروازہ ہے۔ گہرے سمندر کے علاوہ شہر کے اردگرد مٹی کی بلند بالا چٹانیں موجود ہیں۔ اس شہر کے باسیوں کا زیادہ تر گزر بسر مچھلی کے شکار پر ہوتا ہے اور دیگر اقتصادی اور معاشی ضرورتیں ہمسایہ ممالک ایران، متحدہ عرب امارات اور اومان سے پوری ہوتی ہیں۔

گوادر شہر مستقبل میں ایک بین الاقوامی شہر کی حیثیت اختیار کر جائے گا اور نہ صرف بلوچستان بلکہ پاکستان کا اقتصادی لحاظ سے ایک اہم شہر بن جائے گا اور یہاں کی بندرگاہ پاکستان کے علاوہ چین، افغانستان، وسط ایشیاء کے ممالک تاجکستان، قازقستان، آذربائیجان، ازبکستان، ترکمانستان اور دیگر روسی ریاستوں کے استعمال میں آئے گی جس سے پاکستان کو بیش بہا محصول ملے گا۔ گوادر کی بڑھتی ہوئی اہمیت کی وجہ سے اب لوگوں کی توجہ اس طرف ہو چکی ہے چنانچہ ایسے میں بے شمار فراڈیوں اور دھوکے بازوں نے بھی جعلی اور دو نمبر رہائشی سکیموں اور دیگر کالونیوں کی آڑ میں لوگوں کو لوٹنا شروع کر رکھا ہے کیونکہ پاکستان کے دیگر شہروں سے تعلق رکھنے والے افراد گوادر کی اصل صورتحال سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان فراڈیوں کی چکنی چپڑی باتوں اور دلفریب اشتہارات کی وجہ سے ان کے جال میں پھنس کر اپنی جمع پونجی سے محروم ہو رہے ہیں جبکہ یہاں ایسی سکیمیں جن کو گوادر ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے این او سی بھی جاری کر رکھی ہیں مگر ان کی ابھی ابتداء بھی نہیں ہو سکی اور وہ اپنے پوسٹروں اور پمفلٹوں پر دوبئی اور ہانگ کانگ کے مناظر اور عمارتیں دکھا کر لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں ویسے بھی گوادر میں پینے کے پانی کی کمیابی، سیوریج کے نظام کی عدم دستیابی اور دیگر عمارتی سامان کی عدم موجودگی کی وجہ سے نہ صرف پرائیویٹ سیکٹر بلکہ سرکاری سیکٹر میں بھی کوئی خاص کام شروع نہیں ہو سکا ماسوائے سی پورٹ اور چند ایک عمارتیں جن میں پرل کانٹی نینٹل اور دیگر منصوبوں کے جن پر کام مکمل ہو چکا ہے۔ جبکہ موجودہ گوادر شہر میں ٹوٹی ہوئی سڑکیں، چھوٹی چھوٹی تنگ گلیاں اور بازاروں میں گندگی کے

ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔

گوادر ڈویلپمنٹ اتھارٹی ایک چیئرمین، ڈائریکٹر جنرل اور گورننگ باڈی جس میں دو وفاقی وزیر، ایک صوبائی وزیر، ڈسٹرکٹ ناظم اور ایڈیشنل چیف سیکرٹری ہوتے ہیں پر مشتمل ایک ادارہ ہے۔ جی ڈی اے کے ماسٹر پلان کے مطابق گوادر شہر کا علاقہ موجودہ پوری گوادر تحصیل کے برابر ہے اور شہر کی بڑی سڑکیں 200 فٹ چوڑی اور چار لین پر مشتمل ہونگی جبکہ ان سڑکوں کے دونوں جانب 2 / 2 لین کی سروس روڈ ہوگی اور شہر کے مین روڈ کا نام جناح ایونیو رکھا گیا ہے جو تقریبا 14 کلومیٹر طویل ہے اور اسی طرح بلوچستان براڈوے بھی 200 فٹ چوڑی اور سروس روڈ پر مشتمل ہوگی اور اس کی لمبائی تقریبا 60 کلومیٹر ہے جبکہ سمندر کے ساتھ ساتھ تقریبا 24 کلومیٹر سڑک تعمیر ہوگی اور جو چوڑائی کے لحاظ سے جناح ایونیو کی مانند ہوگی۔ یہ سڑکیں نہ صرف ایشیاء بلکہ یورپ کے بہت سے ممالک کے شہروں سے بھی بڑی سڑکیں ہونگی۔ ابتک ترقیاتی کاموں پر تقریبا تین سو ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ اخراجات بھی بڑھتے چلے جائیں گے۔ شہر میں ترقیاتی کاموں میں تاخیر اور سستی کی سب سے اہم وجہ میٹریل کا دور دراز علاقوں سے لایا جانا ہے جیسے ریت 135 کلومیٹر سے لایا جاتا ہے جبکہ سیمنٹ اور سریا وغیرہ 800 کلومیٹر دور کراچی سے لایا جاتا ہے۔ موجودہ گوادر شہر صرف 800 میٹر لمبا ہے جبکہ ماسٹر پلان کے مطابق آنے والے دنوں میں گوادر تقریبا 40 کلومیٹر عریض اور 60 کلومیٹر طویل ہوگا۔ اب تک جی ڈی اے نے قانون کے مطابق رہائشی، انڈسٹریل اور کمرشل نوعیت کی 30 سے زائد سکیموں کے این او سی جاری کیے ہیں جبکہ سرکاری سکیمیں اس وقت 2 ہیں جن میں سنگار ہا... سنگ سکیم جو تقریبا 13 کلومیٹر لمبی اور 4.5 کلومیٹر چوڑی سمندر میں مٹی کی پہاڑی پر ہے جبکہ دوسری سرکاری سکیم نیو ٹاؤن کے نام سے ہوگی جس کے 4 فیز ہونگے اور اس میں 120 گز سے 2000 گز کے پلاٹ ہونگے۔ گوادر فری پورٹ نہیں بلکہ ٹیکس فری زون شہر ہوگا۔ جی ڈی اے نے این او سی جاری کرتے وقت پرائیویٹ اداروں کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ وہ اپنی اپنی سکیموں میں پینے کے پانی کا انتظام کریں گے اور سمندر کا پانی صاف کرنے کے پلانٹ لگائیں گے جبکہ سیوریج کے پانی کے نکاس کا بھی ایسا انتظام کیا جارہا ہے کہ گندا پانی سمندر میں شامل ہو کر اسے آلودہ نہ کرے اور کراچی جیسی صورتحال پیدا نہ ہو اور اس مقصد کے لیے ہر پرائیویٹ سکیم کو بھی پابند کیا ہے کہ وہ سیوریج کے پانی کو صاف کرنے کے ٹریٹمنٹ اور ری سائیکلنگ پلانٹ لگائیں اور اس پانی کو گرین بیلٹ اور پارکوں میں استعمال کیا جائے۔

اس وقت گوادر شہر میں آکڑہ ڈیم سے پینے کا پانی آتا ہے جو 45 ہزار کی آبادی کے لیے کافی تھا مگر اب آبادی میں اضافہ کی وجہ سے پانی کا مسئلہ پیدا ہو گیا اور موجودہ پانی کی مقدار کم پڑ گئی کیونکہ اب گوادر کی آبادی ایک لاکھ کے لگ بھگ ہے اور آنے والے دنوں میں اس میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا جس کے لیے میرانی ڈیم کے منصوبے پر کام ہو رہا ہے مگر یہ گوادر سے 120 کلومیٹر دور ہے جہاں سے پانی لانا بہت مشکل کام ہوگا جبکہ میرانی ڈیم کے پانی کا سردیوں کی بارشوں پر منحصر ہے اور جیسا کہ اکثر ہوتا ہے کہ کئی کئی سال بارشیں نہیں ہوتی تو ڈیم میں پانی بھی نہیں آئے گا لہذا یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ گوادر میں اصل مسئلہ پانی کا ہی ہوگا جو ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

فیلڈ مارشل ایوب خان کے دور میں ہی گوادر میں جدید بندرگاہ بنانے کا منصوبہ بن گیا تھا مگر فنڈ کی کمی اور دیگر ملکی اور بین الاقوامی معاملات اور سیاسی مصلحتوں کی وجہ اس کی تعمیر کا کام شروع نہ ہوسکا۔ مگر جب امریکہ نے طالبان حکومت کے خاتمے کے لئے افغانستان پر حملہ کیا تو اس کے بعد ابھی چار ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ پاکستان اور چین نے مل کر گوادر میں اکیسویں صدی کی ضرورتوں کے مطابق بندرگاہ بنانی شروع کردی۔ چینیوں کے اس شہر میں داخلے کے ساتھ ہی شہر کی اہمیت ایکدم کئی گنا بڑھ گئی اور مستقبل کے بین الاقوامی شہر اور فری ٹیکس زون کا اعلان ہوتے ہی ملک بھر کے سرمایہ دار اور دولت مند کھربوں روپے لیکر اس شہر میں پہنچ گئے اور زمینوں کو خریدنے کے لیے مقامی شہریوں کو ان کے منہ مانگے روپے دینے شروع کردیے جس کی وجہ سے دوسو روپے کرایہ کی دکان تیس ہزار روپے تک ہوگئی اور تیس ہزار روپے فی ایکڑ زمین کی قیمت دو سے تین کروڑ روپے تک پہنچ گئی چنانچہ گوادر کا عام شہری جو چند ایکڑ کا مالک تھا دیکھتے ہی دیکھتے کروڑ پتی اور ارب پتی بن گیا چنانچہ اب شہر میں بے شمار چمکتی دمکتی اور قیمتی گاڑیوں کی بھرمار ہوگئی ہے جس کی وجہ سے چھوٹی اور تنگ سڑکیں مزید سکڑ گئیں۔ شہر کے تقریباً تمام بے روزگار افراد نے پراپرٹی ڈیلر کے دفتر کھول لیے جبکہ دوسرے شہروں سے آئے ہوئے افراد نے پراپرٹی کو منافع بخش کاروبار سمجھتے ہوئے بڑے بڑے ادارے قائم کر لیے۔ شہر کی ابتر حالت کو بہتر بنانے اور منظّم کرنے کے لیے حکومت نے 2003 میں گوادر ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے نام سے ایک ادارہ بنایا جس کا قانون بلوچستان کی صوبائی اسمبلی نے 2002 میں منظور کیا تھا مگر نومولود ادارہ تا حال شہر کی حالت کو سدھارنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔

بندرگاہ خلیج فارس، بحیرہ عرب، بحر ہند، خلیج بنگال اور اسی سمندری پٹی میں واقع تمام بندرگاہوں سے زیادہ گہری بندرگاہ ہوگی اور اس میں بڑے بڑے کارگو بحری جہاز باآسانی لنگر انداز ہوسکیں گے۔ جن میں ڈھائی لاکھ ٹن وزنی جہاز تک شامل ہیں۔ اس بندرگاہ کے ذریعے نہ صرف پاکستان بلکہ افغانستان، چین اور وسط ایشیاء کی تمام ریاستوں کی تجارت ہوگی۔ بندرگاہ کی گہرائی 14.5 میٹر ہوگی یہ ایک بڑی ، وسیع اور محفوظ بندرگاہ ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر بہت سے ممالک کی اس پر نظریں ہیں۔ بندرگاہ کا ایک فیز مکمل ہو چکا ہے جس میں 3 برتھ اور ایک ریمپ شامل ہے۔ ریمپ پر Ro-Ro جہاز لنگر انداز ہوسکیں گے جبکہ 5 عدد فکس کرینیں اور 2 عدد موبائل کرینیں جبکہ ایک R T G کرین آپریشنل حالت میں لگ چکی ہیں۔ ایک برتھ کی لمبائی 600 میٹر ہے جس پر بیک وقت کئی جہاز کھڑے ہوسکیں گے جبکہ دوسرے فیز میں 10 برتھوں کی تعمیر ہوگی۔ بندرگاہ چلانے کے لیے تمام بنیادی سامان اور آلات بھی لگ چکے ہیں مگر یہاں پر کام اس لیے نہیں ہو رہا کہ دوسرے علاقوں جیسے وسط ایشیاء کے ممالک کے لیے رابطہ سڑکیں موجود نہیں ہیں اور اس مقصد کے لیے کئی بین الاقوامی معیار کی سڑکیں بنوائی جا رہی ہیں مثلاً M8 کی تعمیر پر کام شروع ہو چکا ہے جو تقریباً 892 کلومیٹر طویل موٹروے ہوگی جو گوادر کو تربت، آواران، خزدار اور رتو ڈیرو سے ملائی گی جو پھر ایم 7 ، ایم 6 اور انڈس ہائی وے کے ذریعے گوادر کا چین کے ساتھ زمینی راستہ قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔ اسکے علاوہ گوادر کو ایران اور افغانستان کے ساتھ ملانے کے لیے بھی سڑکوں کا جال بچھایا جا رہا ہے۔...

پاکستان کے صوبہ بلوچستان کا ساحلی قصبہ گوادر اور اس سے ملحقہ علاقہ 1958 میں حکومت پاکستان نے سلطنتِ اومان سے خریدا تھا۔
اس ساحلی علاقے کی ایک بڑی بندرگاہ بننے کی قدرتی صلاحیت اس سے پہلے ہی سامنے آ چکی تھی جب 1954 میں امریکی جیالوجیکل سروے نے گوادر کو ڈیپ سی پورٹ کے لیے بہترین مقام قرار دیا تھا۔ 1954 میں امریکی جیالوجیکل سروے نے گوادر کو ڈیپ سی پورٹ کے لیے بہترین مقام قرار دیا تھا۔

اس کے بعد سے گوادر کو بندرگاہ کے طور پر ترقی دینے کی باتیں تو ہوتی رہیں لیکن اس پر عملی کام کئی دہائیوں بعد سنہ 2002 میں شروع ہوا۔

اس وقت کے فوجی صدر جنرل پرویز مشرف نے گوادر میں بندرگاہ کی تعمیر کے کام کا افتتاح کیا اور 24 کروڑ ڈالر کی لاگت سے یہ منصوبہ 2007 میں مکمل ہو گیا۔
حکومت نے اس نئی نویلی بندرگاہ کو چلانے کا ٹھیکہ سنگاپور کی ایک کمپنی کو بین الاقوامی بولی کے بعد دے دیا۔
گوادر کی بندرگاہ پہلی بار تنازع اور شکوک وشبہات کی زد میں اس وقت آئی جب 2013 میں حکومت پاکستان نے اس بندرگاہ کو چلانے کا ٹھیکہ سنگاپور کی کمپنی سے لے کر ایک چینی کمپنی کے حوالے کر دیا۔
ماہرین اس معاملے کی شفافیت پر آج بھی سوال اٹھاتے ہیں۔
یہ وہ دور تھا جب پاکستان میں بڑے پیمانے پر چینی سرمایہ کاری کی باتیں سامنے آنے لگیں۔
اسی دوران نواز شریف کی سربراہی میں بننے والی حکومت نے اعلان کیا کہ چینی حکومت نے پاکستان میں اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

اس منصوبے کو چین پاکستان اقتصادی راہداری کا نام دیا گیا جو بنیادی طور پر خنجراب کے راستے چین کو گوادر کی بندرگاہ سے ملانے کا منصوبہ ہے۔
اس معاہدے پر 2015 میں دستخط ہوئے اور اس وقت معلوم ہوا کہ اس منصوبے میں سڑکیں، ریلوے لائن، بجلی کے منصوبوں کے علاوہ متعدد ترقیاتی منصوبے شامل ہیں۔
چونکہ یہ راہداری گوادر سے شروع ہوتی ہے (یا ختم ہوتی ہے) اس لیے گوادر اور اس کی بندرگاہ کو اس سارے منصوبے میں مرکزی اہمیت حاصل ہے۔

بعض سیاسی جماعتیں کہتی ہیں کہ بلوچستان اور گوادر کے عوام کو اس منصوبے میں ان کا جائز حق نہیں دیا جا رہا

سی پیک کے تحت گوادر میں ابتدائی طور پر یعنی 2017 تک ایک ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی جائے گی جس سے یہاں بندرگاہ کو توسیع دینے کے علاوہ متعدد ترقیاتی منصوبے شروع کیے جا چکے ہیں۔
جہاں حکومت گوادر کے لیے تجویز کردہ ترقیاتی منصوبوں پر فخر کا اظہار کرتی ہے، وہیں بلوچستان سے تعلق رکھنے والی بعض سیاسی جماعتیں اور شخصیات اس منصوبے پر اعتراض بھی کرتی ہیں کہ بلوچستان اور گوادر کے عوام کو اس منصوبے میں ان کا جائز حق نہیں دیا جا رہا۔

حاصل کردہ مزید معلومات درج ذیل ہیں۔

گوادر بندرگاہ (Gwadar Port) پاکستان کے صوبے بلوچستان میں گوادر میں بحیرہ عرب پر واقع ایک گرم پانی، گہرے سمندر کی بندرگاہ ہے۔

گوادر بندرگاہ کے بحیرہ عرب کے سرے پر خلیج فارس کے دھانہ پر واقع ہے۔ کراچی کے مغرب میں تقریبا 460 کلومیٹر (290 میل)۔ پاکستان کی سرحد کے مشرق میں ایران سے 75 کلومیٹر (47 میل) اور اور شمال مشرق میں بحیرہ عرب کے پار عمان سے 380 کلومیٹر (240 میل) کے فاصلے پر واقع ہے۔

گوادر بندرگاہ کلیدی مقام آبنائے ہرمز کے قریب واقع ہے جو خلیجی ریاستوں کے تیل کی برآمدات کا واحد بحری راستہ ہے۔ اس کے علاوہ یہ زمین بند افغانستان اور وسطی ایشیائی ریاستوں جو توانائی کی دولت سے مالا مال ہیں کی قریب ترین گرم پانی کی بندرگاہ ہے۔

گوادر بندرگاہ کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ سمندر کے جس حصے پر واقع ہے وہاں کا پانی گرم ہے جو کہ دنیا کہ بہت ہی کم بندرگاہوں کی یہ خصوصیت ہوتی ہے، گرم پانی والے سمندری حصے پر تمام سال تجارتی جہازوں کی آمد و رفت کو جاری و ساری رہتے ہیں یوں تجارت اور مختلف اشیاء کو براستہ سمندر ترسیل کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہوتی، اس کے برعکس جو بندرگاہیں ٹھنڈے پانی پر واقع ہیں ان کے ذریعے تجارت کرنا مشکل ہوتا ہے بلکہ مختلف موسموں میں تو ناممکن ہو جاتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو مختلف تہاذیب بھی ساحلی علاقے کے ساتھ ساتھ اپنا پڑاو ڈالتی رہیں ہیں، ساحلی یا سمندری راستے زمانہ قدیم سے تجارتی راستے کے طور پر استعمال کیے جا رہے اور جدید تجارت نے سمندری راستے سے تجارت کی ضرورت میں مزید اضافہ کیا ہے، ان سب میں پاکستان کی اہمیت ایک گیٹ وے یا اہم تجارتی دروازے کی سی ہے پاکستان کو بحر ہند میں اہم حرموز آبنائے اور چھپے ہوے حزانوں سے نواز گیا ہے اور دو اسلامی ریاستوں کی سرحد سے ملحق ہے، افغانستان اور ایران کی ہمیشہ علاقائی سیاست میں ایک اہمیت اور مرکزی کردار رہا ہے ایک متحرک اور معاشی مرکز کے طور پر ترقی کرتی گوادر بندرگاہ نے

علاقائی اور ملحقہ طاقتوں کو مجبور کر دیا ہے کے وہ وسطی ایشیائی ریاستوں کے توانائی کے وسائل تک رسائی کے لیے اپنا انفراسٹرکچر تیار کریں۔ ایران اور دبئی پورٹ ورلڈ (متحدہ عرب امارات) کے مفادات گوادر کی بندرگاہ کو مقابلے سے باہر رکھنے میں ہیں کیونکے آبنائے ہرموز پر یہ مما لک ایک گیٹ وے کے طور پر کام کرتے ہیں۔

پاکستان گوادر بندرگاہ کی وجہ سے خطے میں سب مما لک سے زیادہ اہم جیوسٹریٹجک پوزیشن کا حامل ہے۔جنوبی ایشیاء،مغربی ایشیاء اور وسطی ایشیاء کی ریاستوں کے درمیان ٹرانزٹ ٹریڈ، تیل اور گیس کی پائپ لائنوں کی تعمیر ساحلی تجارت جیسی تجارتی اور صنعتی سہولتوں سے اس خطے کے تمام مما لک افغانستان، ترکمانستان، قازقستان، عمان، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، ایران، قطر، چین میں معاشی اور صنعتیں ترقیوں کے نئے دور کا آغاز ہوسکتا ہے۔

ماہرین کے مطابق اگر گوادر بندرگاہ کے ذریعے دنیا کے مما لک میں تجارتی لین دین شروع ہوجائے اور مختلف مما لک اپنی اپنی سکہ رائج الوقت (کرنسیوں) میں لین دین (تجارت) شروع کریں گے تو پاکستان میں ڈالر کی قیمت کافی حد تک کم ہو جائیگی اور اسکے علاوہ بلوچستان جو کہ پاکستان کا سب سے پسماندہ صوبہ ہے، میں بہت سارے مقامی افراد کو روزگار مل جائے گا بلکہ نہ صرف پاکستان کے صوبہ بلوچستان بلکہ ملک کے دیگر علاقوں کو بہترین مواقع فراہم ہونگے۔

اس بندرگاہ سے نہ صرف پاکستان بلکہ خطے کے دیگر مما لک مستفید ہوسکتے ہیں جن میں چین سرفہرست ہے، چین کے دفاعی، تجارتی، علاقائی، مفادات کیلئے گوادر بندرگاہ بہت اہمیت رکھتی ہے۔چین نے اب تک 198 ملین ڈالرز کی سرمایہ کاری سے کوسٹل ہائی وے تعمیر کیا ہے جو گوادر بندرگاہ کو کراچی سے ملاتا ہے۔چین اس بندرگاہ کو سب سے زیادہ اہم اس لیے بھی سمجھتا ہے کیونکہ چین کے پاس گرم پانیوں کی کوئی بھی بندرگاہ تاحال موجود نہیں ہے جو تمام سال تجارتی جہازوں کی آمدورفت کو جاری وساری رکھتے ہیں۔

گوادر بندرگاہ کا ایک اور اہمیت یہ بھی ہے کہ اگر امریکہ ابنائے ملاکہ کو بند بھی کردے تو پاکستان اور چین کیلئے بحیرہ عرب کا تجارتی راستہ ہمیشہ کیلئے کھلا رہے گا۔گوادر بندرگاہ کے ذریعے پاکستان خلیج فارس میں تیل کی ترسیل کیلئے گزرنے والے تمام جہازوں کی نقل وحمل کو مانیٹر کرسکتا ہے۔

کچھ عناصر اس بندرگاہ پر جاری کام کی مخالفت کرتے رہے ہیں، ان میں کچھ مما لک کے بارے میں بھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اس بندرگاہ میں تعمیرات نہیں چاہتے، پاکستان کے مطابق ان ریاستوں میں بھارت، اسرائیل اور امریکہ شامل ہیں جو گوادر بندرگاہ کے مخالفت میں

رہے ہیں۔، پاکستان اس بندرگاہ کو بنانا اپنی سب سے بڑی ضرورت سمجھتا ہے لہذا تمام خدشات کو سامنے رکھتے ہوئے گوادر توانائی راہداری بنانا پاکستان کے لیے بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔مختلف قسم کے حادثات ودہشت گردانہ کارروائی سے اس بندرگاہ پر جاری کام اور عاملین کی حفاظت کے لیے مختلف فورسز بالخصوص فوج کو ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔

گوادر بندرگاہ کی تصویر پانچ روپیہ کے نوٹ معکوس رخ پر ہے۔

آزاد بندرگاہ

ایسی بندرگاہ جو کسٹم کے قواعد وضوابط اور دوسرے محصولات سے آزاد ہو۔محصول صرف اس وقت لگایا جاتا ہے جب اشیاء آزاد بندرگاہ سے ملک کے اندرونی حصوں میں منتقل کی جاتی ہیں۔آزاد بندرگاہوں کا رواج ازمنہ وسطٰی میں شروع ہوا جب بے شمار چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے اشیائے ردآمد پر بھاری محصول لگایا اور بحری تجارت خطرے میں پڑ گئی۔سولھویں صدی میں آزاد بندرگاہوں کی تعداد میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا۔انیسویں صدی میں جب جرائم کو فروغ حاصل ہوا تو بہت سی آزاد بندرگاہیں بند کردی گیئں۔یورپ میں کوپن ہیگن، ڈنیرک اور ڈنکرک اور مشرق بعید میں ہانگ کانگ اور سنگاپور 1939 ء تک آزاد بندرگاہیں تھیں۔1937 ء میں امریکا کی پہلی آزاد بندرگاہ سٹیپلیٹن کے مقام پر قائم کی گئی۔جدید آزاد بندرگاہوں میں دبئ اور گوادر کی بندرگاہیں بھی شامل ہیں۔

انڈیا کے وزیردفاع اے کے انتھونی کا کہنا ہے کہ گوادر پورٹ کی خطے میں اسٹریٹیجک اہمیت کی بناء پر،اس کے آپریشن میں چین کا کردار ہمارے لیے تشویش کا باعث ہے۔

یادرہے کہ کراچی سے چھ سو کلومیٹر کے فاصلے پر پاکستان ایران کی سرحد کے قریب واقع گوادر پورٹ کو سنگاپور کی پی ایس اے انٹرنیشنل کمپنی آپریٹ کررہی تھی، گزشتہ ماہ پاکستانی حکومت نے چین کی کمپنی اوورسیز پورٹ ہولڈنگ لمیٹڈ کو منتقل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

ہندوستانی تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ جب یہ بندرگاہ مکمل ہوجائے گی تو آبنائے ہرمز کے قریب ہونے کی وجہ سے یہاں خلیج عرب کی جانب سے پاکستان کے ذریعے مشرقی چین کے لیے انرجی اور تجارت کا ایک نیا دروازہ کھل جائے گا،اور ہوسکتا ہے کہ چینی بحریہ بھی اس پورٹ کو استعمال کرے۔

چین اس کے علاوہ بھی کئی بندرگاہوں مثلاً سری لنکا میں ہیم بنٹوٹا اور بنگلہ دیش میں چٹاگانگ کی بندرگاہوں کی تعمیر کے لیے بھی فنڈ فراہم کر رہا ہے، یہ دونوں ممالک بھی انڈیا کے پڑوسی ہیں۔ لیکن انڈیا میں سینٹر فار ایئر پاور اسٹڈیز کے جسپر انا ڈے کا کہنا ہے کہ گوادر کی بندرگاہ دیگر سے کہیں زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

پاکستانی وزارت خارجہ کے ایک اہلکار نے اپنا نام ظاہر کیے بغیر بتایا کہ گوادر پورٹ انڈیا کا معاملہ نہیں ہے۔ انڈیا کو اس سے کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیئے کہ پاکستان گوادر میں کس کے ساتھ کام کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔

چین کی وزارت خارجہ کے ترجمان ہونگ لی نے گزشتہ ہفتے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ گوادر ایک کمرشل پروجیکٹ ہے، اور اس پروجیکٹ میں چین کا کردار طویل عرصے سے جاری باہمی تعاون کا ایک حصہ ہے۔

انہوں نے کہا چین عملی طور پر ہر اس پروگرام میں مدد فراہم کرے گا، جو چین اور پاکستان کے درمیان دوستی کے رشتے کو مضبوط اور پاکستان کی خوشحالی اور ترقی کو ممکن بنائے۔

انڈیا کے وزیر دفاع انتھونی نے بنگلور میں ایک ایئر شو میں اپنے خطاب میں کہا کہ انڈیا مجبور ہے کہ اپنی مسلح افواج کو جدید خطوط پر ترقی دے اور یہ ردعمل ہے کہ چین ایسا کر رہا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر وہ ایسا کر رہے ہیں تو پھر ہم بھی یہی کریں گے۔

انڈین منسٹر نے کہا کہ باوجود اس کے کہ معاشی بحران کی وجہ سے اس سال دفاعی بجٹ کے اخراجات میں تنگی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اپنی افواج کو مزید بہتر بنانے کے لیے کام جاری رکھیں گے۔

24 دسمبر 2016 کو Daily Pakistan میں شائع ہونے والی ایک اہم خبر

گوادر میں زمین کی خرید و فروخت اور الاٹمنٹ پر تین ماہ کیلئے پابندی

گوادر (ایجنسیاں + ویب ڈیسک) گوادر میں زمین کی خرید و فروخت اور الاٹمنٹ پر پابندی عائد کر دی گئی۔ ڈپٹی کمشنر گوادر کے مطابق پابندی بورڈ آف ریونیو کی ہدایت پر تین ماہ کیلئے عائد کی گئی ہے۔ طفیل بلوچ نے مزید بتایا کہ اس دوران ریونیو عدالت میں زیر سماعت مقدمات بھی زیر التواء رہیں گے۔ گوادر کا ماسٹر پلان غیر ملکی کنسلٹنٹ کی نگرانی میں تیار کیا جا رہا ہے۔ گوادر میگا سٹی اور سمارٹ پورٹ بننے جا رہا ہے۔

پاک چین اقتصادی راہداری منصوبہ

مصنف مسعود چوہدری

تعارف

پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ جسے عرف عام میں سی پیک CPEC بھی کہا جارہا ہے آئیے جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ دراصل یہ منصوبہ کیا ہے؟

پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ 46 ارب امریکی ڈالر سے ابتداء ہونے والہ منصوبہ ہے جس کی لاگت بڑھ کر 54 ارب امریکی ڈالر ہوچکی ہے۔ حالانکہ 13 نومبر 2016 کو عارضی طور پر اس منصوبہ کا افتتاح کردیا گیا ہے اور اس منصوبہ کے ذریعہ سے افریقہ اور عرب ممالک کو تجارتی سامان کی نقل و حمل شروع ہوگئی ہے لیکن دراصل ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہے جس کا مکمل ہونا ابھی باقی ہے۔

اس زیر تکمیل حصہ میں جدید سفری نظام بھی شامل ہے جو کہ گوادر کو کراچی اور شمالی علاقہ جات سے جوڑنے کے ساتھ ساتھ اسے مشرقی چین اور وسط ایشیاء تک لے جائے گا۔ 1100 کلومیٹر لمبی لاہور کراچی موٹروے بھی اسی منصوبہ کا حصہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ قراقرم ہائی وے کی مکمل طور پر نئی تعمیر اور تزئین و آرائش بھی اس منصوبہ کا حصہ ہے۔ کراچی سے پشاور تک کی ریل کی مین ریلوے لائن کی بھی تعمیر کی جا رہی ہے تا کہ ٹرین 160 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرسکے۔ پاکستان ریلوے کا نظام آخرکار چین کے صوبہ سنکیانگ کے اسٹیشن کاشغر تک پہنچ جائے گا۔ یوں اقبال کے خواب کی تعبیر کا ایک حصہ نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاک کاشغر تک ایک لڑی میں پروجائیں گے۔ اس اپگریڈیشن پر تقریبا 11 ارب امریکی ڈالر کے اخراجات آئیں گے جو کہ آسان شرائط پر قرض کی صورت میں حاصل کیئے گئے ہیں۔

33 ارب امریکی ڈالر مالیت کے بجلی پیدا کرنے کے منصوبہ جات بھی پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کا حصہ ہیں تا کہ پاکستان میں جاری تقریبا 4,500 میگاواٹ بجلی کی قلت کا تدارک کیا جاسکے۔ پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کے تحت دو ہزار اٹھارہ تک 10,400 میگاواٹ بجلی کو دستیاب کرنا طے کیا گیا ہے جو کہ ابتدائی تکمیل پا چکے منصوبہ جات کی طلب کو پورا کریں گے۔ ایک نئی ایل این جی پائپ لائن کا نیٹورک بھی پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کا حصہ ہے۔ اس میں 2.5 ارب ڈالر کی مالیت سے گوادر سے نوابشاہ تک گیس پائپ لائن بھی شامل ہے جس نے ایران سے گیس کو اس پائپ لائن نیٹورک میں شامل کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دعوی کیا گیا ہے کہ ان منصوبہ جات کے ساتھ ساتھ ہوا، فضلہ، اور پانی سے بھی بجلی پیدا کی جائے گی جو کہ پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کے تحت لگنے والے دیگر منصوبہ جات کو رواں رکھنے کے لیئے استعمال ہوں گے۔ دنیا کے سب سے بڑے سورج کی روشنی سے بجلی پیدا کرنے والے منصوبہ جات میں سے ایک بھی اسی منصوبہ کا حصہ ہے۔

پاکستان کے ارباب اختیار دعوی کرتے ہیں کہ پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کی وجہ سے 23 لاکھ نوکریوں کے مواقع 2030 - 2015 کے درمیان پیدا ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ سالانہ ترقی کے عمل میں دو سے دو اعشاریہ پانچ پوائنٹ کا اضافہ

بھی متوقع ہے۔

تاریخ:

اگر پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کی تاریخ کا جائزہ لیں تو کہا جاسکتا ہے کہ چین کی سرحد کو پاکستانی گھرے پانیوں تک لانے کی کوششیں انیس سو پچاس میں شروع ہوگئیں تھیں۔اس کا ایک واضع ثبوت انیس سوانہتر میں تعمیر کی جانے والی قراقرم ہائی وے ہے۔ لیکن انیس سواٹھانوے اوردوہزاردو میں چین نے گوادر میں تعمیرات کا باقاعدہ آغاز کیا اوردوہزار چھ میں یہ تعمیرات مکمل ہوگئیں۔لیکن پاکستان کے اندرونی حالت کے پیش نظر گوادر کی توسیع کا منصوبہ تعطل کا شکار ہوگیا۔

اگرآج کے پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کی شکل وصورت دیکھی جائے تو اسکی ابتداء پرویز مشرف دور میں ہوئی جب انہوں نے اس منصوبہ کا مشورہ دیا لیکن پرویز مشرف کی کمزور ہوتی حکومت کے سبب اس منصوبہ پر زیادہ کام نہ ہوسکا۔ پرویز مشرف کے حکومت سے الگ ہونے کے بعد اس آصف علی زرداری کی صدارت کے دور میں 22 مئی 2013 کو چین کے وزیر اعظم لی کنکیا نگ اور تمام سیاسی جماعتوں کے سربراہان کے اعزاز میں عشائیہ کے دوران آصف علی زرداری اور لی کنکیاگ نے دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی راہداری کی تعمیر پر زور دیا۔دونوں سربراہان نے اس بات پر اتفاق کیا کہ آنے والے دنوں میں اس منصوبہ پر مزید کام کیا جائے گا اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے گا جس کی وجہ سے پاکستان اور چین کے درمیان ایک دیرپا دوستانہ تعلقات استوار رہیں گے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ ایک طویل المدتی منصوبہ ہوگا جس کی مدد سے دونوں ممالک کے درمیان روابط مزید بڑھ جائیں گے۔

فروری 2014 کو پاکستانی صدر ممنون حسین نے چین کا دورہ کیا اور پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کے بارے میں گفتگو کی گئی۔دو ماہ بعد پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف اور چینی وزیر اعظم لی کنکیا نگ کے ساتھ اس سلسلہ میں مزید گفتگو کی گئی۔

نومبر 2014 میں چینی حکومت نے پاکستان میں پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کے تحت بجلی اور تعمیرات کے منصوبوں میں مشغول چینی کمپنیوں کو 45.6 ارب امریکی ڈالر کی مالی مدد فراہم کرنے کا اعلان کیا ۔

اپریل 2015 میں ژی چن پنگ کے دورہ پاکستان کے دوران انہوں نے کہا کہ "This will be my first trip to Pakistan, but I feel as if I am going to visit the home of my own brother." یہ میرا پاکستان کا پہلا دورہ ہے لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنے بھائی کے گھر آیا ہوں۔ اسی ماہ 20 اپریل 2015 کو پاکستان اور چین نے پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ پر چھیالیس ارب امریکی ڈالر سے کام کے آغاز کا معاہدہ پر دستخط کر دیئے۔یاد رہے

کہ یہ تخمینہ کی رقم پاکستان کے کل جی ڈی پی کا بیس فیصد بنتا تھا۔اس چھیالیس ارب امریکی ڈالر کی رقم میں سے اٹھائیس ارب امریکی ڈالر مالیت کی رقم اور ساز وسامان جلد تکمیل کیئے جانے والے منصوبہ جات کے لیئے فوری طور پر مہیا کر دیئے گئے اوران رقوم کی مدد سے دو ہزار اٹھارہ سے قبل منصوبہ جات کا مکمل کیا جانا مقصود ہے۔

دوستی کی مثال قائم کرنے کے لیئے اس وقت پاکستانی دارالحکومت کی سڑکوں کے اطراف میں بڑے بڑے بورڈ آویزاں کیئے گئے جن پر چین کی عوام کی جانب سے پاکستان چین دوستی کی تعریف کرنے کے لیئے کہے گئے نعرے کو دہرایا گیا تھا کہ

پاکستان چین دوستی پہاڑوں سے بلند ہے،سمندروں سے گہری ہے،شہد سے میٹھی ہے،اوراسٹیل سے زیادہ مظبوط ہے۔

12 اگست 2015 میں چین کے شہر کرامے میں پاکستان اور چین نے 1.6 ارب امریکی ڈالر کے مزید 20 منصوبوں کے معاہدوں پر دستخط کر دیئے۔ گو کہ ان معاہدوں کی تفصیلات عوام سے پوشیدہ رکھی گئی ہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ جیسے کہا گیا ہے کہ بجلی کی پیداراوی صلاحیت کو بڑھانے کے لیئے یہ رقم صرف کی جائے گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی معاہدہ طے پایا کہ پاکستان اور چین سپیس ریسرچ میں بھی تعاون کریں گے۔

ستمبر اور اکتوبر 2015 میں برطانیہ نے حکومت پاکستان کو دو الگ الگ امداد کی فراہمی کا اعلان کیا جو کہ خالصتاً پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کے تحت بننے والی دو لازم وملزوم سڑکوں کی تعمیر کے لیئے تھی۔

نومبر 2015 میں چین نے پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کو اپنے تیرہویں پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ کا حصہ بنالیا۔جبکہ دوسری جانب دسمبر 2015 میں چین اور پاکستان نے 1.5 ارب امریکی ڈالر کی سرمایہ کاری سے انفارمیشن ٹیکنالوجی پارک کو پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کے تحت تعمیر کرنے کا معاہدہ کیا۔

8 اپریل 2016 کو چین کے صوبہ سنکیانگ کی سرمایہ کار کمپنیز کے ایک وفد نے سنکیانگ کمیونسٹ پارٹی کے سربراہ ژانگ چنگژیان کی سربراہی میں پاکستان میں اپنے ہم منصب کے ساتھ دو ارب امریکی ڈالر کی سرمایہ کاری ذرائع نقل وحمل،شمسی توانائی،اور انفرااسٹرکچر کی تعمیر کے معاہدوں پر دستخط کیئے۔

250 کنٹینرز پر مشتمل پہلا کارواں چین سے بنگلہ دیش،سری لنکا،عرب ممالک،اور یورپی ممالک کے لیئے براستہ گوادر 13 نومبر 2016 روانہ ہوا جس نے پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کے افتتاح کا باضابطہ اعلان کر دیا۔

نومبر 2016 سولہ میں چین نے اضافی 8.5 ارب امریکی ڈالر کی سرمایہ کاری کا اعلان کیا۔اس سرمایہ کاری کی خاص بات یہ تھی کی

اس رقم میں سے 4.5 ارب امریکی ڈالر کراچی سے پشاور تک کی مین ریلوے لائن کی اپ گریڈیشن کے لیئے وقف ہیں۔اس اپ گریڈیشن میں ٹریکس ،سگنلنگ ،اور رفتار بھی شامل ہیں۔ چار ارب امریکی ڈالر مائع معدنی گیس کے ٹرمنل اور ٹرانسمیشن لائن کی تعمیر کے لیئے مختص ہیں جنہوں نے ریلوے کی توانائی کی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔

فروری 2017 میں مصر کے پاکستان میں سفیر نے پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ میں معاونت کی خواہش کا اظہار کیا۔

جنوری 2017 میں خیبر پختونخواہ کے وزیراعلی پرویز خٹک نے کہا کہ چینی سرمایہ کار بیس ارب ڈالر کی مختلف منصوبہ جات میں سرمایہ کاری کرنے کے لیئے رضامند ہو گئے ہیں۔

مارچ سترہ میں ڈیڑھ ارب امریکی ڈالر کی خام تیل کو صاف کرنے کا کارخانہ دو ارب امریکی ڈالر مالیت کی سرمایہ کاری آبپاشی کے نظام کے لیئے ،دو ارب امریکی ڈالر کی سرمایہ کاری سے چترال تا ڈیرہ اسماعیل خان موٹروے کی تعمیر، اور سات ارب امریکی ڈالر کی سرمایہ کاری سے پانی سے بجلی پیدا کرنے کے منصوبوں میں سرمایہ کاری کے معاہدوں پر دستخط کیئے گئے۔

چونکہ گوادر پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے،چین کے ایک سڑک ایک راہداری منصوبہ کا حصہ ہے اور سمندری شاہراہ ریشم کا اہم ترین حصہ بھی ہے کے ارد گرد ایک ارب امریکی ڈالر کے منصوبہ جات دسمبر دو ہزار سترہ میں پایہ تکمیل کو پہنچنے کی توقع کی جارہی ہے۔

گوادر پورٹ پر ابتدائی کام دو ہزار دو میں شروع ہوا اور دو ہزار سات میں مکمل کر لیا گیا تھا جبکہ اسکے اپگریڈیشن کے کام کو روک دیا گیا تھا۔ پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کے تحت گوادر کی نہ صرف اپگریڈیشن کے کام کا دوبارہ آغاز ہوا بلکہ اسکی توسیع بھی کی جارہی ہے تاکہ ستر ہزار ٹن تک کے ساز وسامان کو برداشت کر سکے۔ اس عمل میں ایک سو تیس ملین امریکی ڈالر سے پانی کی تقسیم کا منصوبہ بھی شامل ہے۔اس کے ساتھ ہی ساتھ تیرتے ہوئے بحری جہازوں کی ری فیولنگ کے لیئے پانچ سو ملین کیوبک فٹ یومیہ کی صلاحیت رکھنے والی مائع معدنی گیس کی تعمیرات بھی کی جارہی ہیں تا جسے ایران پاکستان گیس پائپ لائن منصوبہ جس نے گوادر سے نواب شاہ سے جاملنا ہے کی تعمیر کی جارہی ہے۔

گوادر کا بڑھایا جانے والا حصہ بائیس سو بیاسی ایکڑ کے گوادر فری تجارتی مرکز کے نزدیک ہے جسے مخصوص چینی تجارتی مرکز کی طرز پر تعمیر کیا جارہا ہے۔ دو ہزار پندرہ میں یہ زمین تیرتالیس سال کی لیز پر چین کی کمپنی چائنہ اوورسیز پورٹ ہولڈنگ کمپنی کو دیا جاچکا ہے۔

اس جگہ پر مینیوفیکچرنگ زون، ویئر ہاؤس،لوجسٹک ہب،اور ڈسپلے سنٹرز کی موجودگی کو یقینی بنایا گیا ہے۔ یعنی یہاں خام مال سے لے کر تیار مال کی تیاری اور اس تیار مال کی فروخت سے بیرون ملک ترسیل تک کے تمام مراحل طے کیئے جائیں گے۔اس زون میں موجود کاروبار کسٹم حکام سے پاک اور دیگر وفاقی وصوبائی ٹیکسز سے بری الزمہ ہوں گے۔ لیکن یہ چھوٹ تاحیات نہیں بلکہ صرف تیئیس سال تک کے لیئے ہوگی۔ جبکہ چینی کونٹریکٹرز اور سب کونٹریکٹرز جو کہ چائنہ اوورسیز ہولڈنگ کمپنی کے ساتھ واسطہ ہوں گے انہیں بیس سال تک کے لیئے انکم،سیلز،اور وفاقی ایکسائز ٹیکس سے چھوٹ کی سہولت بھی میسر ہوگی۔جبکہ چالیس سال کے لیئے ایکوپمنٹ ،خام مال،

سامان، پلانٹ اور مشینری، اپلائنسز، اور پرزہ جات کی درآمد پر ٹیکس سے اشتثناء حاصل ہوگا۔ یہ اس لیئے ہے کہ گوادر پورٹ اور اسپیشل اکنامک زون کو ترقی دی جاسکے۔
اسپیشل اکنامک زون کو تین حصوں میں پایہ تکمیل تک پہنچایا جانا ہے۔ دو ہزار پچیس تک مینیو فیکچرنگ اور پروسیسنگ انڈسٹریز کو مکمل کیا جانا ہے جبکہ اس کی توسیع کو دو ہزار تیس تک مکمل کیا جانا ہے۔
دس اپریل دو ہزار سولہ کو چائنہ اوورسیز پورٹ ہولڈنگ کمپنی کے چیئرمین ژنگ باؤ ژونگ نے واشنگٹن پوسٹ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم چار اعشاریہ پانچ ارب امریکی ڈالر کی مالیت کی سڑکیں، ہوٹل، اور دیگر تعمیرات گوادر انڈسٹریل زون اور گوادر شہر میں تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

گوادر شہر کے منصوبہ جات

چین پاکستان کو دو سو تیس ملین امریکی ڈالر نئے گوادر ایئر پورٹ کی تعمیر کے لیئے دے گا جسے دسمبر دو ہزار سترہ میں مکمل استعداد کار کے ساتھ کام شروع کرنا ہے۔ بلوچستان حکومت نے چار ہزار ایکڑ اراضی اس گوادر انٹرنیشنل ایئر پورٹ کے لیئے مختص کر دی ہے اور امید کی جارہی ہے کہ تیس ماہ کی تعمیراتی مدت میں اس ہوائی اڈے کو مکمل کر لیا جائے گا۔ یاد رہے کہ اس ہوائی اڈے کی تعمیر کے لیئے دیئے جانے والی رقم چین کی جانب سے امداد کی صورت میں دی گئی ہے اور یہ رقم پاکستان حکومت کو واپس ادا نہیں کرنی ہے۔

تین سو میگا واٹ کا کوئلہ سے بجلی پیدا کرنے کا پلانٹ، ایک کوڑا تلف کرنے کا پلانٹ، اور تین سو بیڈ پر مشتمل ہسپتال بھی گوادر کی تعمیرات کا حصہ ہے۔ انیس کلومیٹر کے ساحل کے ساتھ ساتھ مشرقی ساحلی ایکسپریس وے کی تعمیر کا منصوبہ بھی ہے جس کی مدد سے گوادر بندرگاہ کو مکران ایکسپریس ہائی وے سے ملایا جانا ہے۔ یہ اضافی منصوبہ جات کا تخمینہ آٹھ سو ملین امریکی ڈالر لگایا گیا ہے اور چین کے ایکزِم بنک نے صفر فی صد شرح سود پر قرضہ کی صورت میں مہیا کیا ہے۔ انفرا اسٹرکچر کی تعمیر میں مزید بات کی جائے تو حکومت پاکستان نے ستمبر دو ہزار پندرہ میں اعلان کیا کہ پاکستان چین ٹیکنیکل اینڈ ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ گوادر بنانے کا اعلان کیا جس کو گوادر پورٹ اتھارٹی کے تحت قائم کیا جانا تھا۔ یہ انسٹیٹیوٹ مارچ دو ہزار سولہ کو نو سو تیرتالیس ملین پاکستانی روپیہ کی لاگت سے قائم کیا جاچکا ہے۔ مقامی لوگوں کو گوادر پورٹ کے معاملات سمبھالنے کے لیئے تیار کرنے میں اس ادارہ کا انتہائی کلیدی اور اہم کردار ہے۔

پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کے تحت پاکستان کی بڑی شاہراہوں کی تعمیر اور توسیع کا کام جاری ہے۔ دس اعشاریہ تریسٹھ ارب امریکی ڈالر کے اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا ہے جو کہ چین کی جانب سے ایک اعشاریہ چھ فیصد سالانہ زرح سود پر آسان اقساط کے

ساتھ قرض کی صورت میں دیا جانا ہے۔اس رقم کا چھ اعشاریہ ایک ارب امریکی ڈالر حکومت پاکستان لے چکی ہے جبکہ باقی ماندہ مالی معاونت حکومت پاکستان کی جانب سے تعمیرات کی پلاننگ کے مکمل ہوتے ہی فراہم کر دیئے جائیں گے۔

تین راہداریاں سامان کی نقل وحمل کے لیئے متعین کیئے گئے ہیں۔ایک راستہ سندھ اور پنجاب سے،دوسرا خیبر پختونخواہ اور بلوچستان سے جبکہ تیسرا خیبر پختونخواہ،بلوچستان،اور پنجاب سے ہوکر گزرتا ہے۔

شاہراہ ریشم یا قراقرم ہائی وے

پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ کے تحت قومی شاہراہ نیشنل ہائی وے پینتیس (این پینتیس) کی دوبارہ تعمیر درکارتھی۔ یہ آٹھ سو تاسی کلومیٹر کا حصہ پاکستان اور چین کی سرحد سے لے کر حسن ابدال کے نزدیکی علاقہ برہان تک ہے۔برہان کے مقام سے موجودہ ایم ایک موٹروے این پینتیس کو جاملتی ہے اور شاہ مقصود انٹرچینج میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ وہاں سے موجودہ لاہور اسلام آباد موٹروے کی صورت میں ایم ون اور ایم ٹو موٹروے ہو جاتی ہے اور لاہور تک پہنچتی ہے۔ برہان مشرقی راستہ اور مغربی راستہ کو بھی ملاتا ہے۔
چار سو تاسی کلومیٹر لمبا برہان اور رائے کوٹ کا حصہ بھی اب قراقرم ہائی وے کا حصہ ہے اور اسے قراقرم ہائی وے فیز ٹو کا نام دیا گیا ہے۔
این پینتیس کے جنوبی کنارے پر انسٹھ کلومیٹر لمبی چار رویہ سڑک کی تعمیر جاری ہے جو کہ حویلیاں کو برہان سے ملاتی ہے۔اور سے ای پینتیس ایکسپریس وے کا باضابطہ نام دیا گیا ہے۔

حویلیان کے شمال میں چھیاسٹھ کلومیٹر سڑک کا حصہ چار رویہ کیا جارہا ہے اور اسکے زمینی کام کی ابتداء اپریل دو ہزار سولہ میں شروع کر دی گئی ہے جو کہ حویلیاں کو شنکیاری سے ملادے گی۔
تین سو چوون کلومیٹر کی سڑک جو کہ چلاس کے نزدیک رائے کوٹ کے مقام پر ختم ہوگی دو رویہ ہائی وے ہوگی۔ پہلے حصہ کی تعمیر شنکیاری سے تھاکوٹ تک کی ابتداء اپریل دو ہزار سولہ میں حویلیاں شنکیاری روڈ کے ساتھ ہی کر دی گئی ہے۔ ان دونوں حصوں کی تکمیل بیالیس ہفتوں کی مدت میں مکمل ہونا طے ہے۔ان حصوں کی تعمیر کے لیئے نوے فیصد رقم چین کے ایکزم بنک سے ایک اعشاریہ چھ ارب امریکی ڈالر آسان اقساط اور کم شرح سود پر واجب الادا قرض کی صورت میں حاصل کیئے گئے ہیں۔

کالاباغ ڈیم: حقائق نامہ سوالاً جواباً

تحریر و تحقیق: مسعود چوہدری

بعنوان: بیان و کلام

کالاباغ ڈیم پر جتنے اختصار سے ممکن تھا تفصیلات سے آپ کو آگاہ کررہا ہوں۔ یہ مقالہ اپنی بیگم صاحبہ کی فرمائش پر اپنی آنے والی نسلوں کے لیئے اپنا قومی حصہ سمجھ کر لکھ رہا ہوں تاکہ اگر کل کو میری آنے والی نسل مجھ سے سوال کرے کہ پاکستان کے لیئے آپ نے کوئی کاوش کی تو مسعود چوہدری یہ مقالہ دکھا سکے اور اپنی کاوش دکھا سکے۔ نو 9 تاریخ کو سپریم کورٹ آف پاکستان میں کالاباغ ڈیم پر از خود نوٹس کی سماعت ہے۔ میں نے کبھی نہیں کہا کہ تحریر اشتراک کریں لیکن اس تحریر میں موجود معلومات کو جتنا ممکن ہو اشتراک کریں تاکہ کالاباغ ڈیم کی تعمیر کی راہ ہموار ہو سکے۔ اگر راقم کا نام کسی پاکستانی کو نہیں پسند تو نام ہٹا کر بھی اشتراک کرنے کی مکمل اجازت ہے کہ انسان کے نام سے اسکا مقصد ہمیشہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

سوال: کالاباغ ڈیم کا نام کالاباغ ڈیم کیوں رکھا گیا؟

جواب: کالاباغ ڈیم کا نام کالاباغ ڈیم اسکے کالاباغ کے قصبہ کی حدود میں ہونے کی مناسبت سے رکھا گیا۔ بالکل اسی طرح جیسے منگلا کے مقام پر منگلا ڈیم اور تربیلا کے مقام پر تربیلا ڈیم کا نام رکھا گیا۔

سوال: کیا یہ درست ہے کہ کالاباغ ڈیم کے لیئے نواب آف کالاباغ نے زمین عطیہ کی؟

جواب: تاریخ کا درست کیا جانا انتہائی ضروری اور اہم ہوتا ہے تاکہ شکوک و شبہات جنم نہ لے سکیں۔ ملک امیر محمد خان عرف نواب آف کالا باغ 20 جون 1910 کو کالاباغ میں پیدا ہوئے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔ 1958 ء کے مارشل لا کے بعد جب ملک میں زرعی اصلاحات نافذ ہوئیں تو انھوں نے کالاباغ کی زرعی جائداد میں سے بائیس ہزار ایکڑ سے زیادہ زمین زرعی کمیشن کے سپرد کردی۔ اس وقت تک کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ زمین ڈیم کے لیئے انتہائی موزوں قرار پائے گی۔ یکم جون 1960 ء کو صدر ایوب خان نے انھیں مغربی پاکستان کا گورنر مقرر کیا۔ ستمبر 1966 ء میں مستعفی ہوئے۔ اور اسکے اگلے ہی سال اپنے بیٹوں کے ہاتھوں قتل کر دیئے گئے۔

اگر مشہور حکایات کی بات کی جائے تو دریائے سندھ اور ملک امیر محمد خان المشہور نواب آف کالاباغ کے محل کے ایک جانب ایک پرانا قبرستان ہوا کرتا تھا اور نواب صاحب کی خواہش تھی کہ انکے محل کی سیڑھیاں دوسری جانب سے بھی دریائے سندھ میں اتریں لہذا انھوں نے قبرستان مسمار کروا کر مردوں کی ہڈیاں دریا برد کر دیں اور وہاں ایک عالیشان عمارت تعمیر کی۔ کہتے ہیں کہ جب قبرستان مسمار کیا گیا تو نواب صاحب کے محل کی سیڑھیوں کے ساتھ ایک باریش لاش پائی گ ء۔ نواب صاحب نے اسے دور کر کے پھکوایا لیکن لاش اگلے روز پھر وہاں

ہی پاءگئی۔اسکے بعد اس لاش کو کالاباغ کے کسی اور قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔اسی طرح کی ایک حکایت یونس خان ڈائیریکٹر انجینئرنگ ریڈیو پاکستان بھی منقول ہے۔کیا حسین اتفاق ہے کہ آج وہ نامعلوم باریش انسان جسکی لاش کالاباغ کے سب سے طاقتور شخص نے حقارت کے ساتھ معمولی قبرستان میں دفن کرواءتھی ملک امیر محمد خان المشہو رومعروف نواب آف کالاباغ کا قبرستان میں ہمسایہ ہے۔

سوال: کالاباغ ڈیم سے کتنی بجلی پیدا ہوگی؟

جواب: چونتیس سو میگا واٹ۔

سوال: کالاباغ ڈیم سے بجلی کی پیداوار کی لاگت کیا ہوگی؟

جواب: دو روپیہ فی یونٹ۔

سوال: کالاباغ ڈیم کی لاگت کیا ہوگی؟

جواب: دو ہزار چار میں کالاباغ ڈیم کی لاگت کا تخمینہ چھ ارب ڈالر لگایا گیا۔موجودہ کرنسی ریٹ کے مطابق اگر حساب کیا جائے تو صرف چھ سو چھیانوے ارب روپیہ۔اب تک ایک ارب روپیہ اس پراجیکٹ پر اخراجات کیئے جا چکے ہیں۔ اگر قرضہ لیا گیا تو اس پر دیا جانے والا سود اس کے علاوہ ہوگا۔اگر تعمیر کا ٹھیکہ کسی بین الاقوامی کمپنی کو دیا گیا تو کمیشن اور دیگر معاملات کی وجہ سے بڑھنے والا بوجھ بھی اس کے علاوہ ہوگا۔موجودہ حالات میں درست طور پر اس ڈیم کی کل لاگت آٹھ ارب ڈالر آنے کا امکان ہے۔اگر منصوبہ شروع کیا جاتا ہے تو چھ سال میں یہ لاگت ملکی وسائل سے حاصل کرنا بالکل بھی مشکل نہیں ہے۔اگر پاکستانی قوم نیلم جہلم پراجیکٹ کے لیئے سرچارج دے کر اپنی جیب سے ڈیم بنا سکتی ہے تو کالاباغ ڈیم کے لیئے بھی پیسے دے سکتی ہے لیکن اس کے لیئے قومی اعتماد کی اشد ضرورت ہے۔

سوال: کالاباغ ڈیم کہاں واقع ہے؟

جواب : میانوالی کے نزدیک علاقہ کالاباغ کے مقام پر دریائے سندھ کا جناح بیراج موجود ہے۔یہ بیراج کالاباغ ڈیم کا حصہ بنایا جانا طے ہے۔

سوال: کالاباغ ڈیم کی کل اونچائی کیا ہے؟

جواب: کالاباغ ڈیم کی کل اونچائی دو سو ساٹھ فٹ ہے۔

سوال: کتنی زیر کاشت زمین کالاباغ ڈیم کی وجہ سے متاثر ہوگی؟

جواب: پنجاب کی کل بیالیس ہزارا یکڑ زمین جس میں سے تقریبا تین ہزارا یکڑ زیر کاشت ہے اور خیبر پختونخواہ کی کل تین ہزارا یکڑ اراضی جس میں سے صرف سوا یکڑ زیر کاشت ہے کالاباغ ڈیم کی تعمیر کی وجہ سے متاثر ہوگی۔

سوال: کیا کالاباغ ڈیم کی وجہ سے مردان، پبی، اور صوابی کی نکاسی آب کا نظام متاثر ہوگا؟

جواب: کالاباغ ڈیم کا کنزرویشن لیول نو سو انیس فٹ پر ہے جو کہ مردان، صوابی، اور پبی تینوں علاقوں سے نیچا ہے۔لہذا ان علاقوں کا نکاسی آب کا نظام بالکل بھی متاثر نہیں ہوگا۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ صوبہ خیبر پختونخواہ کے علاقے نوشہرہ، چارسدہ، پبی، مردان اور صوابی کالاباغ ڈیم کے نتیجہ میں پانی میں ڈوب جائیں گے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب: جی نہیں! یہ بالکل درست نہیں ہے۔ کالاباغ ڈیم کی ریزروائر کا سب سے اونچا حصہ نوسو پندرہ فٹ پر ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ ڈیم سو فیصد بھر چکا ہوگا جبکہ نوشہرہ کا نیچا ترین حصہ نوسو چالیس فٹ، چارسدہ کا نوسو پچپن فٹ، پبی نوسو ساٹھ فٹ، مردان نوسوستر فٹ، اور صوابی ایک ہزار فٹ پر ہے۔ لہٰذا برے ترین حالات میں بھی پانی ان تمام علاقوں سے نیچا ہی رہے گا اور یہ علاقے بہر صورت کالاباغ ڈیم کی ریزروائر سے اونچے ہی رہیں گے۔ اس کے باوجود بھی یہ امر قابل غور ہے کہ کالاباغ ڈیم کی زیادہ سے زیادہ اونچائی نوسو پچیس فٹ ہونی تھی لیکن تحفظات کی بنا پر کالاباغ ڈیم کی ریزروائر میں تبدیلیاں کی گئیں اور اسے دس فٹ مزید نیچا کر دیا گیا تاکہ خیبر پختونخواہ کے خدشات دور ہو جائیں۔

یاد رہے کہ ان علاقوں کی انیس سو انتیس کی فلڈ لائن نوسو پینتیس فٹ پر ہے جسکا مطلب ہے کہ اس علاقہ میں سیلاب کی وارننگ اس لیول پر پانی کے پہنچنے پر دی جائے گی۔ کالاباغ ڈیم اس لیول سے بیس فٹ نیچا رہے گا اور نوشہرہ اس لیول سے پانچ فٹ اونچا ہے۔

سوال: کالاباغ ڈیم بھرنے کے لیئے پانی ہی نہیں ہوگا؟

جواب: ہر سال کوٹری بیراج سے پینتیس ملین ایکڑ فٹ پانی گزر جاتا ہے۔ اس پانی سے چھ کالاباغ ڈیم بھرے جاسکتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ پانی ہم ضائع کر دیتے ہیں اور یہ سیلابی صورتحال کے علاوہ ہے۔

سوال: کالاباغ ڈیم بننے کی وجہ سے کیا سندھ صحرا میں تبدیل ہو جائے گا؟

جواب: تربیلا اور منگلا ڈیم بننے سے پہلے سندھ کی نہریں سندھ کے کسانوں کو چونتیس ملین ایکڑ فٹ پانی مہیا کرتی تھیں جبکہ ان دونوں ڈیموں کے بننے کے پینتالیس ملین ایکڑ فٹ پانی مہیا کرنے لگیں۔ کالاباغ ڈیم کے بننے کی وجہ سے تین ملین ایکڑ فٹ مزید پانی سندھ کی نہروں کے حوالے کیا جاسکے گا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ سندھ صحرا بن جائے گا، بالکل غلط ہے بلکہ سندھ کے کسان کا فائدہ ہوگا۔

سوال: کالاباغ ڈیم بننے سے دریائے سندھ میں مچھلی کمیاب ہو جائے گی؟

جواب: یہ بالکل درست نہیں۔ سٹڈیز سے معلوم ہوا ہے کہ بڑے ڈیم بننے سے مچھلی کے کاروبار سے وابستہ افراد کے روزگار کو کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ یہ پہلے سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ ڈیم میں بھی مچھلی کو افزائش کا موقع ملتا ہے اور آخر کار وہ دریا کا حصہ بن جاتی ہے۔

سوال: سندھ کا ایک اعتراض یہ ہے کہ کالاباغ ڈیم کی رائلٹی پنجاب کو جائے گی جبکہ یہ وفاق کا تعمیر کردہ منصوبہ ہے؟

جواب: اس اعتراض پر قانون سازی ہو چکی ہے اور تمام صوبے اپنا اپنا حصہ وفاق سے حاصل کریں گے۔ کسی صوبہ کی حق تلفی نہیں ہوگی۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے سابقہ دور اقتدار میں یہ قانون سازی کی جا چکی ہے۔

سوال: پائپنگ کے ذریعہ چالیس سے پچاس ملین ایکڑ فٹ پانی بچا کر قابل استعمال لایا جاسکتا ہے جسے ہم ضائع کر دیتے ہیں۔ پہلے ایسا کیوں نہیں کر لیا جاتا؟

جواب: یہ سوال بالکل درست ہے اور مستقبل میں ہمیں ایسا کرنا ہوگا تا کہ ہمارا پانی ضائع نہ ہو۔ ایک قطرہ بھی نہیں۔ لیکن یہ وقت طلب اور سرمایہ طلب کام ہے۔ یہ بالکل آسان نہیں ہے۔ اس کے لیئے ہمیں کالاباغ ڈیم جیسے دس ڈیموں کے برابر کی محنت، منصوبہ بندی، اور سرمایہ درکار ہوگا۔ یہ قیاس ہے۔ اس سے زیادہ بھی درکار ہوسکتا ہے۔ ہم میں سیاسی پختگی اتنی نہیں کہ ہم اتنا بڑا منصوبہ ایک دم سے شروع کر لیں اور اسے آنے والی حکومتیں جاری رکھیں اور ایک دن وہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔ لہذا فی الحال ایک ڈیم ہی بنالیں تو بہت بڑا پہاڑ ہے جو سر ہوجائے تو بہت ہے۔

سوال: کالاباغ ڈیم کی تاریخ کیا ہے؟

جواب: سن 1958 میں جب صدر ایوب کا مارشل لاء آیا تو اس وقت ملک میں کوئی ڈیم نہیں تھا.

صدر ایوب نے فوری طور پر حکم دیا کہ ڈیم بنانے کے لئے سروے کیا جائے. چھ مہینے کے انتہائی مختصر وقت میں سروے مکمل کرلیا گیا. سروے ٹیم نے دریائے سندھ اور دریائے جہلم کے اوپر متعدد مقامات کی نشاندہی کی جہاں ڈیم بنائے جاسکتے تھے تاہم فوری طور پر دریائے جہلم پر منگلا اور دریائے سندھ پر تربیلا و کالاباغ ڈیم بنانے کا فیصلہ کیا گیا.

منگلا، تربیلا اور کالاباغ - یہ تینوں مقامات منتخب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو یہ تینوں ڈیم ملک کے وسط میں واقع تھے. لہٰذا ان ڈیموں سے پورے ملک کو آسانی سے بجلی سپلائی کی جاسکتی تھی. اور دوسری وجہ یہ تھی کہ ان تینوں مقامات پر ڈیموں کو باآسانی ملک کے نہری نظام سے جوڑا جاسکتا تھا اور ان ڈیموں کے پانی کو زراعت کے لئے استعمال کیا جاسکتا تھا.

ابتدائی طور پر دریائے جہلم پر واقع منگلا ڈیم کی تعمیر کا فوری طور پر آغاز کر دیا گیا.

جبکہ وسائل کی کمی کی وجہ سے فیصلہ کیا گیا کہ تربیلا اور کالاباغ ڈیم باری باری بنالئے جائیں.

تربیلا اور کالاباغ ڈیم میں سے پہلے تربیلا ڈیم بنانے بنانے کا فیصلہ کیا گیا.

کالاباغ ڈیم سے پہلے تربیلا ڈیم پہلے بنانے کی دو وجوہات تھیں.

پہلی وجہ یہ تھی کہ ورلڈ بنک ڈیم بنانے کے لئے قرض دینے پر رضامند ہوگیا تھا. تو حکومت نے سوچا کہ چونکہ تربیلا ڈیم پر پیسے کالاباغ ڈیم سے زیادہ لگنے ہیں لہٰذا ورلڈ بنک کے کھاتے سے تربیلا ڈیم بنوالیتے ہیں۔ اور بعد میں کالاباغ ڈیم اپنی جیب سے بنالیں گے۔

دوسرے وجہ یہ تھی کہ ایوب خان کے سیاسی مخالف راجہ سکندر زماں نے تربیلا اور آس پاس کے لوگوں میں سیاسی گڑبڑ پیدا کرنا شروع کردی تھی. لہٰذا یہ بات سوچی گئی کہ ایوب خان کے دور اقتدار میں تربیلا کے لوگوں کا تعاون باآسانی حاصل کیا جاسکے گا۔ ہوسکتا ہے بعد میں اس ڈیم پر سیاست شروع ہوجائے، تو اس لئے پہلے تربیلا ڈیم ہی بناتے ہیں۔ اس وقت شائد کسی نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ آنے والے دنوں میں کالاباغ ڈیم بنانے میں جو سیاسی مشکلات سامنے آئیں گی وہ شائد تربیلا ڈیم کا عشر عشیر بھی نہیں۔

قصہ مختصر تربیلا ڈیم پر کام شروع ہوگیا۔ جو کہ بخیر و خوبی مکمل ہوگیا۔

اس کے بعد ملک میں سیاسی تبدیلیوں کا ایسا دور شروع ہوا کہ ڈیموں والی بات آئی گئی ہوگئی۔

اس کے بعد ذالفقار علی بھٹو سے لے کر پیپلز پارٹی کے پچھلے دور حکومت میں جب جب کالا باغ ڈیم کی بات ہوئی سیاسی مخالفت کی ایسی آندھی چلی کہ کالا باغ ڈیم کی بیل منڈھے نی چڑھ سکی۔ خاص طور پر سندھ اور خیبر پختونخواہ کالا باغ ڈیم کے بڑے مخالف کے طور پر سامنے آئے۔

چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ نے مشترکہ مفادات کونسل میں پانی کی تقسیم کے معاہدے پر 16 مارچ 1991ء کو دستخط کیئے اور باقاعدہ طور پر صوبوں کے درمیان پانی کی تقسیم کا فارمولہ منظور کیا۔ طے پایا گیا کہ دریائے سندھ اور دیگر دریاؤں پر کالا باغ ڈیم سمیت چھوٹے بڑے ڈیم بنائے جائینگے۔ مشترکہ مفادات کونسل کے اجلاس کے بعد صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ میر افضل خان نے کہا کہ " ہم مطمئن ہیں۔ پہلے ہماری 18 لاکھ ایکڑ اراضی آبپاشی سے کاشت ہوتی تھی اب 9 لاکھ ایکڑ اراضی مزید سیراب ہوگی۔ یہ خوشی کی بات ہے۔" یعنی کل ستائیس لاکھ ایکڑ اراضی سیراب ہوگی۔ عوامی نیشنل پارٹی کے رہنما ولی خان نے کہا کہ " میں پانی کے معاہدے سے مطمئن ہوں۔" سندھ کے وزیر اعلیٰ جام صادق نے کہا کہ " معاہدے کی بدولت 4.5 بلین ایکڑ فٹ پانی مزید ملے گا۔" بلوچستان کے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ " ہم بہت خوش ہیں۔ تربیلا اور منگلا کی وجہ سے چھ لاکھ ایکڑ اراضی سیراب کر رہے تھے۔ اس معاہدے کی بدولت مزید 10 لاکھ ایکڑ اراضی سیراب ہوگی" یعنی کل سولہ لاکھ ایکڑ اراضی کے لیے پانی میسر آئے گا۔
لیکن پھر کیا ہوا؟ یہ اتفاق و اتحاد دشمن کو ہضم نہیں ہوا۔ کچھ عرصہ بعد ہی برطانیہ سے ایک ٹیم نوشہرہ آئی اور نوشہرہ کے مکانوں کی چھتوں پر نشان لگانے شروع کر دیئے۔ خبر پھیلی کہ کالا باغ ڈیم بننے سے نوشہرہ ڈوب جائے گا۔ جبکہ یہ امر قابل غور ہے کہ وہ نشانات ڈیم کی سیٹلائٹ امیجنگ کے لیئے تھے تاکہ ریسرچ اسٹڈی مکمل کی جا سکے اور گراؤنڈ بریکنگ کے بعد کام کا آغاز ہو سکے۔ اس وقت سیٹلائٹ امیجنگ چند ایک ممالک کے پاس اور صرف چند ایک مخصوص مقاصد کے لیے ہی ممکن تھی۔ پاکستان مخالف لابیز متحرک تو پہلے ہی تھیں لیکن انہیں ایک موقع مل گیا عام عوام کو گمراہ کرنے کا۔ مخالفت کی ایسی آندھی چلی کہ آج کالا باغ ڈیم کا نام لیں تو لوگوں کے سینوں میں نفرت کی آگ لگنی شروع ہو جاتی ہے۔
صرف ایک واقعہ بیان کرنا یہاں ضروری سمجھتا ہوں کہ پشاور یونیورسٹی کے طلباء کو باقاعدہ تنخواہ پر رکھا گیا جو کہ روزانہ کی بنیادوں پر نوشہرہ شہر جاتے اور کھمبوں پر چڑھ کر نشانات لگاتے۔ پھر اس علاقہ سے تمام لوگوں کو اکٹھا کیا جاتا اور انہیں یہ نشان دکھا کر کہا جاتا کہ اگر کالا باغ ڈیم بن گیا تو پانی یہاں تک آ جائے گا۔ سادہ لوح لوگ اس پراپوگنڈا کیمپین کا حصہ بن گئے اور یوں کالا باغ ڈیم کا منصوبہ سرد خانے کی نظر ہو گیا۔ آج تک اس راز سے پردہ نہیں اٹھایا جا سکا کہ کون پشاور یونیورسٹی کے طلباء کے اخراجات برداشت کر رہا تھا؟ اور کون انہیں اس ساری کہانی سازی کے پیچھے تھا؟

اس کے بعد دو ہزار چار پانچ میں پرویز مشرف صاحب کو بھی خیال آیا کہ اس ڈیم کو بنا دینا چاہیئے لیکن نادیدہ وجوہات کی بنا پر مشرف صاحب

بھی اس منصوبہ کا افتتاح نہ کر سکے۔ دسمبر 2005 ء میں اس وقت کے صدر جنرل پرویز مشرف نے اعلان کیا کہ، وہ پاکستان کے وسیع تر مفاد میں کالا باغ بند تعمیر کر کے رہیں گے ۔ جبکہ 26 مئی 2008 ء کو وفاقی وزیر برائے پانی و بجلی راجہ پرویز اشرف نے ایک اخباری بیان میں کہا، کالا باغ بند کبھی تعمیر نہ کیا جائے گا انھوں نے مزید کہا، صوبہ خیبر پختونخوا، سندھ اور دوسرے متعلقہ فریقین کی مخالفت کی وجہ سے یہ منصوبہ قابل عمل نہیں رہا۔

(جب یہ تحریر لکھی) اس وقت حالات یہ ہیں کہ ن لیگ جو کہ ماضی میں کالا باغ ڈیم کی سب سے بڑی حمایتی دکھائی دیتی تھے وہ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے صدر اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف نے صوبہ سندھ میں سندھڑی کے مقام پر بڑے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے پنجاب کی طرح سندھ کی تعمیر و ترقی اور خوشحالی کے پیغام دیئے۔ ساتھ یہ بھی کہا کہ سندھی نہیں چاہتے تو کالا باغ ڈیم تعمیر نہیں کیا جائیگا اور سندھ کی محبت میں 100 ڈیم قربان کرنے کا عندیہ بھی دیا۔

اے این پی کی تو مکمل سیاست اسی ڈیم کی مخالفت پر ٹکی ہوئی ہے۔ جبکہ ماضی میں کالا باغ ڈیم کے لیئے راہ ہموار کرنے والے عمران خان بھی اس معاملہ پر تا حال خاموش ہیں۔ (اب عمران خان وزیر اعظم ہیں اور عدالت نے جو دس ارب کا فنڈ اکٹھا کیا تھا اس پر منافع قومی خزانہ میں جمع ہو رہا ہے۔ یعنی حکومت وقت کی بھی کوئی ترجیح دکھائی نہیں دیتی کہ ڈیم بنایا جائے۔ عمران خان ویسے ہی اتنی سیاسی مشکلات کا شکار ہیں کہ ان سے دیگر سینکڑوں معاملات سمبھالے نہیں جا رہے یہ معاملہ تو ویسے بھی اتنا پیچیدہ ہے کہ اس کا حل ملکی معاملات کے قدرے معمول پر رہنے کا متقاضی ہے)۔

سوال: کالا باغ ڈیم کی تعمیر کی صورت میں کتنے لوگوں کو نقل مکانی کرنی پڑے گی؟

جواب: ایک لاکھ پاکستانیوں کو۔

سوال: کالا باغ ڈیم کسطرح سیلاب کی تباہ کاریوں کو روک سکتا ہے؟

جواب: دنیا بھر میں بڑے ڈیم سیلاب کی تباہ کاریوں کے خلاف سب سے موئثر ہتھیار گردانے جاتے ہیں۔ دو ہزار دس میں آنے والے سیلاب میں کل ایک سو ملین ایکڑ فٹ پانی کا بہاؤ ریکارڈ کیا گیا۔ یہ پانی نہ صرف بارہ بالکل خالی بڑے ڈیم بھرنے کے لیئے کافی تھا بلکہ مستقبل کے لیئے ذخیرہ فراہم کرنے کا بھی باعث بن سکتا تھا۔

سوال: کالا باغ ڈیم میں کل کتنا پانی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت ہوگی؟

جواب: کالا باغ ڈیم میں زیادہ سے زیادہ پانی کا ذخیرہ آٹھ ملین ایکڑ فٹ کیا جا سکتا ہے جیسے کہ سیلاب کے دنوں میں پانی کا زخیرہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ سیلاب کی تباہ کاریوں کو کم از کم کیا جا سکے جبکہ عام حالات میں ڈیم میں پانی کا ذخیرہ چھ ملین ایکڑ فٹ کے لگ بھگ رکھا جانا طے ہے۔ جبکہ نوے ملین ایکڑ فٹ قابل استعمال پانی سالانہ آبپاشی اور دیگر استعمالات کے لیئے میسر آئے گا۔

سوال: کالاباغ ڈیم کی سائٹ ڈیم کے لئے کیوں موضوں ہے؟

جواب: کالاباغ ڈیم کے نقشہ کا اگر معائنہ کیا جائے تو ایک بات واضع ہوتی ہے کہ کالاباغ ڈیم کی سائیٹ تین اطراف سے پہاڑوں میں گھری ہے اورانہیں میں سے دریائے سندھ چشمہ بیراج کی طرف بڑھتا ہے۔یہ بہترین جگہ ہوتی ہے کسی بھی ڈیم کے لیئے اور بلاشبہ یہ قدرت کا تحفہ ہوا کرتا ہے۔اگراسی طرح کا ڈیم ایک میدانی علاقہ میں بنایا جائے تو اسکی لاگت اسی گنا بڑھ جائے گی۔ہمیں قسرت نے مفت میں نوازا ہے لہذا مفت میں ملی نعمت کی قدر کرنا شاید ہم نے سیکھا ہی نہیں۔

سوال: سیزنل کیری اوورڈیم کیا ہے اور کالاباغ ڈیم کا اس سے کیا تعلق ہے؟

جواب : کالاباغ ڈیم ایک سیزنل کیری اوورڈیم کی طرح کام کرے گا۔اسکا مطلب یہ ہے کہ پانی کا ذخیرہ صرف اس صورت میں کیا جائے گا جب دریا میں سیلابی صورتحال ہوگی جبکہ باقی ماندہ عام دنوں میں پانی کا ذخیرہ نہیں کیا جائے گا اور دریا کی روانی پراثر انداز ہوئے بغیر ڈیم سے فوائد حاصل کیئے جائیں گے۔

سوال: کیا کالاباغ ڈیم بننے سے نوشہرہ شہر ڈوب جائے گا؟

جواب: نوشہرہ شہر کالاباغ ڈیم کی سائٹ سے ایک سودس کلومیٹر دور اور ساٹھ فٹ اونچا ہے۔یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ڈیم کے بننے کی صورت میں نوشہرہ شہر کو کوء خطرہ لاحق ہو۔

سوال: کیا کالاباغ ڈیم بننے سے دریائے سندھ خشک ہو جائے گا؟

جواب: اس سوال کے جواب میں دریائے سندھ سے متعلق چند حقائق جان لیں۔دریائے سندھ سطح سمندر سے پانچ ہزار ایک سو تیراسی میٹر بلندی پر تبت کی ایک جھیل مانسرور (جھیل مانا ساروار) کے قریب سے اپنے سفر کی ابتداء کرتا ہے۔یہ دریا لدّاخ اور گلگت بلتستان سے گزرتا ہوا صوبہ خیبر پختونخوا میں داخل ہوتا ہے۔صوبہ خیبر پختونخوا میں اسے اباسین بھی کہتے ہیں جس کا مطلب ہے دریاؤں کا باپ۔کل نو لاکھ چالیس ہزار کلومیٹر کا رقبہ اسے حجم میں دنیا کے بڑے ترین دریاؤں میں سے ایک بنا تا ہے۔سمجھنے کے لیئے بتا تا چلوں کہ یہ دریائے کولاراڈو جس پر میکسیکو اور امریکہ کی زیادہ تر زراعت منحصر ہے اس سے دس گنا اور دریائے نیل سے دوگنا بڑا ہے۔بحیرہ عرب تک کے بتیس ہزار کلومیٹر کے سفر میں دس بڑے دریا کابل، سوات، کنہار، ہارو، سوان، جہلم، چناب، راوی، ستلج، اور بیاس ملتے ہیں۔پانچ سو کلومیٹر صوبہ سندھ پر مشتمل ہے۔کل دوسوملین ایکڑ فٹ سے ایک سو بیس ملین ایکڑ فٹ پانی اپنے اندر سما تا ہے۔پانی کے استعمال کے لیئے چودہ کروڑ لوگوں کا انحصار اس دریا پر ہے۔

دریائے کولاراڈو پر کالاباغ سے بڑے پندرہ ڈیم تعمیر ہیں اور دریا کے سالانہ کل بہاؤ کا پانچ گنا پانی ذخیرہ کرتے ہیں جبکہ اس کے باوجود بھی دریا پوری شان وشوکت کے ساتھ بہتا چلا آرہا ہے۔یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ دریائے کولاراڈو پر بناW ے جانے والے ڈیموں سے نکلنے والی نہروں اور اس پر تعمیر کردہ آبپاشی کے نظام کو موجودہ دنیا کا سب سے جدید نظام بھی گردانا جاتا ہے۔اس نظام سے چار کروڑ لوگ فائیدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے پاس تو نہری نظام پاکستان کے بننے سے پہلے کا ہی ہے اور بے حسی و نااہلی کا رونہ روتے روتے تو یہ

آنکھیں سوکھ ہی چکی ہیں۔ جبکہ دریائے نیل پر کالا باغ سے بڑے سات ڈیم تعمیر شدہ ہیں۔ ان میں سے پانچ کو ایک سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہونے کو آیا ہے لیکن دریائے نیل کی آب وتاب میں کچھ فرق نہیں پڑا۔

اب اس بات کو سمجھیں کالا باغ ڈیم دریائے سندھ پر بنایا جانا ہے لیکن ڈیم کا مقصد پانی ذخیرہ کرنا اور دریا کے بہاؤ سے سستی بجلی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ بعد میں ذخیرہ شدہ پانی کو استعمال کیا جا سکے اور دریا کے بہاؤ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بجلی پیدا کی جا سکے۔ دریائے سندھ کے پانی کی ایک کثیر تعداد ضائع ہوتے ہوئے سمندر میں جا گرتی ہے۔ اگر اس میں سے کچھ پانی ذخیرہ کر لیا جاتا ہے اور بعد میں زیر استعمال لایا جاتا ہے تو دریائے سندھ اور اسکے پانی پر کاشتکاری کرنے والوں کو بہت زیادہ فائدہ ہوگا اور کسان خوشحال ہوگا۔

سوال: کیا کالا باغ ڈیم کی وجہ سے سمندر کا پانی کراچی اور سندھ کو ڈبو دے گا؟

جواب: کراچی سطح سمندر سے سات میٹر اونچا ہے۔ اور جیسے جیسے سندھ کے میدانی علاقوں کی طرف آتے جائیں یہ اونچائی بڑھتی جاتی ہے۔ دریا جب سمندر میں گرتا ہے تو چھوٹی چھوٹی نہروں میں تقسیم ہو جاتا ہے جسے ریور ڈیلٹا بھی کہتے ہیں۔ یہ علاقہ تقریبا ایک کلومیٹر تک کا ہوتا ہے۔ مدوجزر یعنی سمندر کے پانی کے دن میں پیچھے جانے اور رات میں زمینی علاقوں میں آگے آنے کی صورت میں بھی یہ علاقہ سمندر کے پانی کے نیچے نہیں آتا۔ لہذا کالا باغ ڈیم کے بننے کی وجہ سے سمندر کا پانی نہ صرف سندھ بلکہ کراچی شہر کو بھی کسی بھی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر سمندر میں کوئی تبدیلی آتی بھی ہے تو اس کا اس ڈیم سے کوئی تعلق نہیں۔

سوال: کالا باغ ڈیم کی تعمیر پر کتنا وقت درکار ہے؟

جواب: کالا باغ ڈیم کی تعمیر پانچ سال میں مکمل کی جا سکتی ہے کیونکہ اس منصوبہ کی فیزیبلٹی رپورٹ انیس سو چوراسی سے تیار کی جا چکی ہے اور منصوبہ بندی اسٹڈی بھی مکمل کی جا چکی ہے جبکہ صرف حکومتی اجازت نامہ درکار ہے۔ ماضی میں واپڈا نے چھ سال کا وقت اس منصوبہ کی تکمیل کے لیئے مختص کیا تھا۔ چونکہ پاکستان میں سیاسی جماعت کو پانچ سال کے بعد الیکشن کی طرف جانا ہوتا ہے لہذا یہ بھی ایک وجہ ہے کہ اس منصوبہ کے لیئے راہ ہموار کرنے کا فائدہ کسی دوسری جماعت کو نہ ہو جائے لہذا صرفِ نظر بہتر سمجھا گیا۔ اس کے علاوہ بھی کسی بھی میگا پراجیکٹ میں جلدی دو معاملات کو جنم دیتی ہے۔ پہلا پراجیکٹ کی لاگت بڑھ جاتی ہے اور دوسرا جلدی میں کرپشن کے راستے بھی کھل جاتے ہیں اور معیار پر بھی صرف نظر کیا جانا شروع ہو جاتا ہے۔ لہذا جلد بازی کے بجائے مطلوبہ وقت اور تخمینہ کے مطابق لاگت میں ہی منصوبہ مکمل کیا جانا چاہیئے اور معیار پر کسی صورت بھی صرف نظر نہیں کی جانی چاہیئے۔

سوال: کالا باغ ڈیم کی تعمیر سے کتنے افراد کو روزگار کے مواقع میسر آئیں گے؟

جواب: کالا باغ ڈیم کی تعمیر سے تقریبا ایک لاکھ افراد کو بلواسطہ اور بلاواسطہ روزگار کے مواقع میسر آئیں گے۔

سوال: کیا اکیلا کالا باغ ڈیم تمام پاکستان کی بجلی اور پانی کی ضروریات پوری کرنے کے لیئے کافی ہے؟

جواب: جی نہیں! اکیلا کالا باغ ڈیم تمام پاکستان کی بجلی اور پانی کی ضروریات پوری کرنے کے لیئے کافی نہیں ہے بلکہ دو ہزار تیس تک پاکستان کو کالا باغ ڈیم جیسے کم از کم گیارہ مزید ڈیم تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ پاکستان کو ایک جدید ترین آبپاشی کا نظام بھی تشکیل دینا ہوگا کیونکہ موجودہ آبپاشی کا نظام ڈیڑھ سو سال پرانا ہے۔ گو کہ یہ نظام کام تو چلا رہا ہے لیکن بس کام ہی چلا رہا ہے۔ مو گہ سسٹم اور اس پر ہونے والی سیاست، کھالوں سے پانی کا ضیاع، سیم اور تھور کے مسائل، اور ہر سال سیلاب کی تباہ کاریوں کے تدارک کے لیئے موجودہ نظام فرسودہ ہے اور اپنی مدت پوری کر چکا ہے۔ زیر زمین پانی کی سطح تیزی سے کم ہو رہی ہے اور ٹیوب ویل کا استعمال نقصان دہ ہوتا جا رہا ہے۔ اگر اب عمل شروع نہ کیا گیا تو شاید بہت دیر ہو جائے گی۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ الفاظ لکھنے پڑ رہے ہیں لیکن حقیقت سے کب تک جان بچاتے رہیں گے۔

سوال: کالا باغ ڈیم نہ بنا کر ہم نے کتنا نقصان کیا ہے؟

جواب: کالا باغ ڈیم کی کل گنجائش چھ ملین ایکڑ فٹ کا اگر صرف پچھلے بیس سال کا تخمینہ لگایا جائے تو ایک سو بیس ملین ایکڑ فٹ پانی ہم نے ضائع کر دیا یعنی ایک سال کا پورا دریائے سندھ۔ جبکہ اڑھائی روپے فی یونٹ چونتیس سو میگا واٹ بجلی سالانہ نہ بنا کر ہم نے پچھلے بیس سال میں ارسٹھ ہزار میگا واٹ بجلی مہنگے داموں دیگر ذرائع سے خریدی۔ اگر اس کی مالیت کا اندازہ لگایا جائے تو اربوں ڈالر بنتی ہے جو کہ اس پورے پراجیکٹ کی لاگت سے بھی کئی گنا زیادہ ہے۔ اگر واپڈا کے مہیا کردہ اعداد و شمار کا جائزہ لیا جائے تو تمام فوائد کی لاگت کل مل کر اسی ارب روپیہ سالانہ بنتی ہے۔ فرض کرتے ہیں کہ کالا باغ ڈیم انیس سو تیراسی میں مکمل ہو گیا ہوتا تو آج پینتیس سال بعد کم از کم اٹھائیس سو ارب روپیہ یعنی پچیس ارب ڈالر کا نقصان کر چکے ہیں۔ یقین کریں اتنا ہم نے ڈائیریکٹ قرضہ بھی نہیں لیا جس پر ہم سود در سود ادا کر رہے ہیں۔

آخری سوال: کالا باغ ڈیم پاکستان کے لیے کیوں ضروری ہے؟

جواب: اس وقت پاکستان میں کالا باغ ڈیم سے بھی بڑے ڈیم بننے جا رہے ہیں اور مستقبل میں آپ بڑے ڈیم بنتے ماتھے کی آنکھ سے دیکھیں گے لیکن یہ پاکستان کے لئے ایک منصوبہ سے زیادہ قومی ہمیت کا معاملہ ہے کیونکہ اس منصوبہ سے تمام صوبے جڑے ہیں اور ہمیں یہ پیغام تمام دینا بشمول ہمارے مخالفین و دشمن دینا ہوگا کہ پاکستان کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے والاوں کو مل کر جواب دیا جائے گا۔ میری رائے میں جو کوئی بھی سیاسی بنیادوں پر اس منصوبہ کی مخالفت کر رہا ہے یا کرتا چلا آ رہا ہے وہ پاکستان کا مخلص و وفادار کہلانے کا حقدار نہیں۔

پاکستان سب سے پہلے ہے اور پاکستان کے مفاد کو سب سے پہلے رکھا جانا چاہیئے۔ ماضی میں ہم نے دیکھا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس ڈیم کی مخالفت کی جاتی رہی جیسے کہ ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ مشترکہ مفادات کونسل کا اجلاس اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف کی سربراہی میں جاری تھا۔ اجلاس میں شریک اس وقت کے صوبہ سندھ کے ایڈیشنل چیف سیکریٹری کے مطابق اجلاس میں اس وقت کے پنجاب کے وزیر اعلی مرحوم غلام حیدر وائیں نے کہا تھا کہ اگر کالا باغ ڈیم کے نام پر اعتراض ہے تو اس کا نام "جام ڈیم" رکھ لیتے ہیں جس پر سندھ

کے وزیر اعلیٰ نے کہا تھا کہ وائیں کے بنا جام بیکار ہے اور اس کا نام جام وائیں ہونا چاہیے۔

اس مذاق میں کہی گئی بات کی بنا پر اجلاس کے بعد جب بجٹ میں کالا باغ ڈیم کے لیے رقم مختص کی گئی تو جام صادق علی نے وزیر اعظم نواز شریف کو اس پر احتجاجی خط لکھا تھا کہ ایسا نہ کریں۔ کالا باغ ڈیم کے متعلق ایک بار سندھ کے ایک سیاستدان رسول بخش پلیجو نے کہا تھا کہ اگر کالا باغ ڈیم کا نام ''مدینہ ڈیم'' بھی رکھیں تو بھی انہیں قبول نہیں ہوگا۔

ہمیں بطور پاکستانی قوم اب بڑا ہونا ہوگا اور اپنے دوست اور دشمن کو پہچاننا ہوگا وگرنہ ہماری آنے والی نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گی۔ ایسا نہیں کہ نتائج سے ہم اثر انداز نہیں ہوں گے۔ بالکل غلط فیصلوں کے اثرات ہمیں بھی بھگتنا ہوں گے۔

کلبھوشن نہ پہلا ہے اور نہ آخری

کلبھوشن یادو ہندوستانی خفیہ ایجنسی را کا ایک کرنل رینک کا حاضر سروس افسر ہے جو کہ پاکستان میں اپنا باقاعدہ نیٹورک چلا رہا تھا۔ ایران سے بیٹھ کر یہ اپنے کارندوں کو پاکستان میں احکامات جاری کرتا اور بوقت ضرورت سیستان کے راستہ پاکستان میں داخل ہوکر اپنے نیٹورک کے لوگوں کے ساتھ میٹنگز کرتا اور انہیں ہدایات فراہم کرتا۔
پاکستان کے وزیر اطلاعات اور آئی ایس پی آر کے ترجمان نے مارچ 2016 میں کلبھوشن کی گرفتاری کا باقاعدہ اعلان کیا تھا۔
پاکستانی فوج کے ترجمان نے اعلان کیا کہ مبینہ بھارتی جاسوس کلبھوشن جادھو یا یادو کو آرمی ایکٹ کے تحت سزائے موت سنائی گئی ہے لیکن وہ پہلا ایسا بھارتی شہری نہیں ہے جسے جاسوسی کے الزام میں پاکستان میں سزا سنائی گئی ہو اور جس روش پر را اور ہندوستان کارفرما ہے شاید یہ آخری بھی نہیں ہوگا۔
پاکستان میں پچھلے چار عشروں میں ایک درجن سے زیادہ بھارتی جاسوس نہ صرف پکڑے گئے ہیں بلکہ انہیں سزا ہوئی۔ بعض کو موت کی سزا سنائی گئی اور کچھ کو اس سے کم لیکن انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ جاسوسوں کو سنائی جانے والی سزاؤں پر کبھی عملدرآمد نہیں ہوا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ عوام میں یہ سوچ تقویت اختیار کر چکی ہے کہ کچھ جاسوس وہ ہیں جو پکڑے جاتے ہیں لیکن بہت سے ایسے ہیں جو پاکستانی اداروں میں پاکستانی بن کر بیٹھے ہیں لیکن کسی اور کے مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ سزا پانے والے سزا کے عملدرآمد سے تو بچ گئے ہیں لیکن جیل میں ہی اپنے انجام کو پہنچے ہیں۔
یاد رہے کہ کلبھوشن پہلا بھارتی جاسوس تھا جو بلوچستان سے گرفتار ہوا

کلبھوشن جادھو یا یادو

پاکستان نے مارچ دو ہزار سولہ میں کلبھوشن یادو کی گرفتاری کی خبر کے ہمراہ ایک ویڈیو بھی جاری کی جس میں کلبھوشن اپنے اعترافی بیان میں اقرار کرتا ہے کہ وہ انڈین نیوی کا حاضر سروس افسر ہے اور بلوچستان میں اس کی آمد کا مقصد ان بلوچ علیحدگی پسندوں سے ملاقات تھی جنھیں ہندوستان دہشت گردی میں امداد مہیا کرتا ہے۔
اطلاعات کے مطابق کلبھوشن یادو نے حسین مبارک پٹیل کا نام اختیار کیا ہوا تھا اور بلوچستان میں ایران کی سرحد سے داخل ہوا تھا۔ جبکہ اس نے یہ بھی انکشاف کیا کہ اسکا اصل دفتر چابہار ایران میں موجود ہے جہاں سے وہ تمام معاملات کو چلاتا تھا۔ پاکستان نے کلبھوشن یادو کی گرفتاری کے بعد ایران سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی سرزمین کو پاکستان کے خلاف استعمال نہ ہونے دے۔
کلبھوشن یادو شاید پہلا ایسا ہندوستانی جاسوس ہے جو صوبہ پنجاب کی سرزمین سے باہر پکڑا گیا ہے اور اسٹیٹ ٹیررازم کی ایک منہ بولتی مثال

بھی۔ ماضی میں اکثر بھارتی جاسوس پنجاب کے مختلف علاقوں سے گرفتار ہوئے اوران کی اکثریت کا تعلق بھارتی پنجاب سے تھا۔
کلبھوشن کے لیئے کیئے جانے والے مظاہرے کوئی پہلے نہیں ہیں۔ سربجیت سنگھ کی رہائی کے لیئے بھی ہندوستان میں مظاہرے کیئےگیئے۔

سربجیت سنگھ

سربجیت سنگھ کو پاکستان کے خفیہ اداروں نے اگست 1990 میں گرفتار کیا تھا۔ انڈیا کا موقف تھا کہ نشے میں دھت ایک پنجابی کاشتکار کھیتوں میں ہل چلاتے ہوئے غلطی سے سرحد پار کر گیا تھا جبکہ درحقیقت پاکستان میں سربجیت سنگھ دہشت گردی کی کاروائیوں میں ملوث پایا گیا۔ پاکستان نے سربجیت سنگھ کے خلاف فیصل آباد، ملتان اور لاہور میں دھماکوں کے الزامات میں مقدمہ چلایا اور الزامات ثابت ہونے پر اسے موت کی سزا سنائی گئی۔
فوجی حکمران پرویز مشرف کے اقتدار کے دوران جب بھارت اور پاکستان کے مابین جامع مذاکرات کا سلسلہ جاری تھا تو اس وقت بھارت میں کچھ غیر سرکاری تنظیموں نے سربجیت سنگھ کی رہائی کی مہم چلائی اور کئی بار ایسا لگا کہ حکومتِ پاکستان اس کو رہا کر دے گی لیکن مذاکرات کی ناکامی کے بعد سربجیت سنگھ کی رہائی بھی کھٹائی میں پڑ گئی۔
سربجیت 2013 میں کوٹ لکھپت جیل میں قیدیوں کے ایک حملے میں زخمی ہو گیا اور جانبر نہ ہو سکا۔ سربجیت سنگھ کی لاش کو انڈیا کے حوالے کیا گیا اور انڈیا کی حکومت نے سربجیت سنگھ کو سرکاری اعزازات کے ساتھ دفن کیا۔ سوال یہ تھا کہ اگر واقعی نشہ کی حالت میں ایک عام کسان سرحد پار کر گیا تھا تو اسے سرکاری اعزازات کے ساتھ دفنایا کیوں اور کیسے گیا؟ یا شاید ہندوستان میں ہر کسان کو سرکاری اعزازات کے ساتھ ہی دفنایا جاتا ہو؟

کشمیر سنگھ

خود کو بیقصور بتانے والا کشمیر سنگھ جب تین عشرے پاکستانی جیلوں میں گزارنے کے بعد واپس انڈیا پہنچا تو اس کا پرتپاک استقبال کیا گیا
کشمیر سنگھ 1973 میں پاکستان میں جاسوسی کے الزام میں گرفتار ہوا اور جب پاکستان کی جیلوں میں 35 برس گزارنے کے بعد اسے 2008 میں رہا کیا گیا تو ہندوستان میں اس کا شاندار خیر مقدم کیا گیا۔
کشمیر سنگھ کی رہائی میں بظاہر انسانی حقوق کے کارکن انصار برنی کی کوششوں کا بہت عمل دخل تھا۔ پاکستان میں موجودگی کے دوران کشمیر سنگھ نے ہمیشہ اپنے آپ کو بیقصور قرار دیا لیکن بھارتی سرزمین پر پہنچتے ہی اس نے اعتراف کیا کہ وہ جاسوسی کے لیے پاکستان گیا تھا اور اپنے مشن میں کامیاب رہا تھا۔ اس نے مزید انکشاف کیا تھا کہ مشن میں کامیابی کے بعد وہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

رویندرا کوشک

رویندرا کوشک ایک ایسا بھارتی جاسوس تھا جو 25 برس تک پاکستان میں رہا۔ رویندرا کوشک راجستھان میں پیدا ہوا۔ جب اسے بھارتی اداروں نے بھرتی کیا تو وہ ایک تھیٹر آرٹسٹ تھا۔ اردو زبان اور مذہب اسلام کے بارے میں خصوصی تعلیم کے بعد اسے نبی احمد شاکر کے نام سے پاکستان بھیجا گیا۔ وہ بہت کامیابی سے کراچی یونیورسٹی میں داخلہ حاصل کرنے میں کامیاب رہا۔
کراچی یونیورسٹی سے قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ افواج پاکستان میں کلرک کے طور پر بھرتی ہوا اور پھر ترقی کرتے ہوئے کمشنڈ افسر بن گیا اور پھر وہ ترقی کرتے ہوئے میجر کے عہدے تک پہنچ گیا۔ شاید نبی احمد شاکر کبھی نہ پکڑا جاتا لیکن قدرت پاکستان پر مہربان تھی۔
را نے میجر رویندرا کے ساتھ رابطہ کے لیئے اپنا ایک جاسوس بھیجا جو پاکستان کے انٹیلیجنس اداروں کے ہتھے چڑھ گیا۔ دوران تفتیش اس نے میجر رویندرا کے افواج پاکستان میں میجر ہونے کا انکشاف کیا۔ اس وقت تک ادارے میجر رویندرا کوشک سے ناواقف تھے کیونکہ وہ نبی احمد شاکر بن کر کام کرر ہا تھا اور بقول گرفتار جاسوس وہ نہیں جانتا تھا کہ اسکا کورنیم کیا ہے؟ تحقیقات کا دائرہ کار بڑھایا گیا اور میجر رویندرا کوشک دھر لیا گیا۔
رویندرا کوشک کی گرفتاری کے بعد اسے پاکستان کی مختلف جیلوں میں سولہ برس تک رکھا گیا اور 2001 میں اس کی موت جیل میں ہی ہوئی۔
رویندرا کوشک کو ہندوستان میں ''بلیک ٹائیگر'' کے نام سے جانا جاتا ہے

رام راج

رام راج پاکستان پہنچتے ہی خفیہ اداروں کے ہتھے چڑھ گیا
دو ہزار چار میں لاہور میں گرفتار ہونے والے رام راج شاید واحد ایسا بھارتی جاسوس تھا جو پاکستان پہنچتے ہی گرفتار ہو گیا۔ اسے چھ برس قید کی سزا ہوئی اور جب وہ اپنی سزا کاٹ کر واپس ہندوستان پہنچا تو اسے بھارتی اداروں نے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ وہ پاکستان آنے سے پہلے اٹھارہ برس تک بھارت کے خفیہ ادروں میں کام کر چکا تھا۔

سرجیت سنگھ

اور پاکستان میں را کے نیٹورک سے دستاویزات کو ہندوستان پہنچانے کا کام سرانجام دیتا رہا پاکستان کے پچاسی دورے کیے۔ سرجیت سنگھ

نے گرفتار ہونے سے پہلے

سرجیت سنگھ نے 30 برس پاکستانی جیلوں میں گزارے۔ سرجیت سنگھ کو 2012 میں لاہور کی کوٹ لکھپت جیل سے رہا کیا گیا اور وہ واپس انڈیا پہنچا تو کشمیر سنگھ کے برعکس اس کا کسی نے استقبال تک نہ کیا۔ سرجیت سنگھ دعویٰ کرتا رہا کہ وہ پاکستان میں ''را'' کا ایجنٹ بن کر گیا تھا لیکن کسی نے اس کی بات پر کان نہ دھرے۔

سرجیت سنگھ نے اپنی رہائی کے بعد بی بی سی کی نامہ نگار گیتا پانڈے سے بات چیت کرتے ہوئے بھارتی حکومت کے رویے پر غم و غصے کا اظہار کیا تھا۔ اس نے کہا کہ بھارتی حکومت ان کی غیر موجودگی میں ان کے خاندان کو 150 روپے ماہانہ پینشن ادا کرتی تھی جو اس بات ثبوت ہے کہ وہ ''را'' کا ایجنٹ تھا اور وہ گرفتاری سے پہلے پچاسی بار پاکستان کا دورہ کر چکا تھا جہاں وہ دستاویزات حاصل کر کے واپس لے جاتا تھا۔

جبکہ دوسری جانب سجیت سنگھ کو پہچاننے سے انکار کی ایک بڑی وجہ پاکستان آنے جانے کے دوران رابطہ میں رہنے والے نیٹورک کا پکڑے جانا تھا جس کے بارے میں ہندوستانی گمان کرتے ہیں کہ سرجیت سنگھ پاکستان کے ساتھ مل گیا تھا اور اس وجہ سے اس نے گرفتاری بھی دی اور معلومات بھی۔ اور اسی وجہ سے وہ زندہ ہندوستان پہنچنے میں کامیاب بھی رہا۔ جبکہ اگر تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کیا جائے تو سرجیت سنگھ نے ہندوستانی رازوں کو حتی الامکان چھپائے رکھا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ جب سرجیت سنگھ سے حاصل کردہ معلومات پر تلاش شروع ہوئی تو جس نیٹورک کے ساتھ یہ کام کر رہا تھا وہ یا تو تمام لوگ پہلے ہی گرفتار ہو چکے تھے یا پاکستان سے ہمسایہ ممالک فرار ہو چکے تھے۔ لیکن چونکہ جاسوس ایک بے نام انسان ہوتا ہے اور اس بے نامی کی حالت میں پکڑے جانے پر سب سے پہلا کام جو کیا جاتا ہے وہ لاتعلقی کا اظہار ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ سرجیت کے معاملہ میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہے لیکن انتہائی تکلیف دہ امر اس شخص کے لیئے ہو سکتا ہے جس نے اپنی جوانی اپنے وطن کی خاطر گنوا دی اور اسے صلہ میں دھتکار دیا گیا۔ اس معاملہ میں دیگر جاسوسوں کے لیئے بہت اہم اسباق موجود ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہندوستان کے اپنے لوگوں کی جانب غیر فطری رویہ کی جانب بھی اشارہ کرتا ہے۔

گربخش رام

گربخش رام جب اپنا وقت پاکستان میں پورا کر کے واپس جانے لگا تو پکڑا گیا

گربخش رام کو 2006 میں 19 دوسرے بھارتی قیدیوں کے ہمراہ کوٹ لکھپت جیل سے رہائی ملی۔ گربخش رام پاکستان میں شوکت علی کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اٹھارہ برس تک پاکستانی جیلوں میں رہا۔ گربخش رام کو 1990 میں اس وقت گرفتار کیا گیا تھا جب وہ کئی برس پاکستان میں گزارنے کے بعد واپس انڈیا جا رہا تھا لیکن پاکستان کے خفیہ اداروں کو اسکی پہلے سے رلاش تھی اور پکڑا گیا۔

بھارتی جریدے ٹائمز آف انڈیا میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق گربخش رام نے ریاستی حکومت پر الزام عائد کیا کہ حکومت

اس کو وہ سہولتیں دینے سے انکاری ہے جو سربجیت سنگھ کے خاندان کو ملی ہیں جبکہ دونوں کا کردار تقریباً برابر تھا۔ اس نے پنجاب کے چیف منسٹر پرکاش سنگھ بادل سے بھی ملاقات کی جس میں اس نے دیگر مطالبات کے ساتھ سرکاری ملازمت دیئے جانے کا مطالبہ بھی کیا لیکن تاحال اس کے مطالبہ کو پورا نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی اسے سرکاری مراعات دی جارہی ہیں۔

ونود ساہنی

ونود ساہنی نے ہندوستان میں سابق بھارتی جاسوسوں کی مدد کے لیے تنظیم قائم کر رکھی ہے
ونود ساہنی 1977 میں پاکستان میں گرفتار ہوا اور گیارہ برس پاکستانی جیلوں میں گزارنے کے بعد اسے 1988 میں رہائی ملی۔
ونود ساہنی نے اب انڈیا میں سابق جاسوسوں کی فلاح کے لیے ٭جموں ایکس سلیو تھ ایسوسی ایشن ٭نامی تنظیم قائم کر رکھی ہے۔
وہ اپنی کہانی بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور تھا جب اس کی ملاقات ایک بھارتی جاسوس سے ہوئی جس نے اسے سرکاری ملازمت کی پیشکش کی۔ اسے پاکستان بھیجا گیا لیکن جب وہ پاکستانی قید سے رہا ہوا تو حکومت نے اس کی کوئی مدد نہیں کی۔

درج بالا احوال ان چند ایک جاسوسوں کا تھا جنہیں ہندوستان نے پاکستان میں باقاعدہ طور پر جاسوسی اور انارکی پھیلانے کے مشن کے ساتھ اتارا۔ نہ تو کلبھوشن پہلا تھا اور نہ ہی آخری۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ نہ جانے کب پاکستان مصلحت کوشی سے نکل کر باقاعدہ طور پر سخت ترین سزاؤں پر عمل درآمد شروع کرے گا تاکہ نہ صرف مملکت خداداد پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی اساس کی حفاظت ہو سکے بلکہ ازلی دشمن کو اپنی مزموم و بزدلانہ کاروائیوں سے باز رکھا جا سکے۔

کشمیر : صفحہ حقائق

مسعود چوہدری

کشمیر برصغیر پاک و ہند کا شمال مغربی علاقہ ہے۔ تاریخی طور پر کشمیر وہ وادی ہے جو ہمالیہ اور پیر پنجال کے پہاڑی سلسلوں کے درمیان میں واقع ہے۔

آجکل کشمیر کافی بڑے علاقے کو سمجھا جاتا ہے جس میں وادی کشمیر، جموں اور لداخ بھی شامل ہے۔ ریاست کشمیر میں پاکستانی مقبوضہ کشمیر کے علاقے پونچھ، مظفر آباد، جموں کے علاوہ گلگت اور بلتستان کے علاقے بھی شامل ہیں۔ گلگت اور بلتستان پر 1848 ء میں کشمیر کے ڈوگرہ راجہ نے فتح کیا تھا۔ اس سے پہلے یہ آزاد ریاستیں تھیں۔ پاکستان بنتے وقت یہ علاقے کشمیر میں شامل تھے۔ وادی کشمیر پہاڑوں کے دامن میں کئی دریاؤں سے زرخیز ہونے والی سرزمین ہے۔ یہ اپنے قدرتی حسن کے باعث زمین پر جنت تصور کی جاتی ہے۔

اس وقت خطہ تنازعات کے باعث تین ممالک میں تقسیم ہے جس میں پاکستان شمال مغربی علاقے (شمالی علاقہ جات اور آزاد کشمیر)، بھارت وسطی اور مغربی علاقے (جموں و کشمیر اور لداخ)، اور چین شمال مشرقی علاقوں (اسکائی چن اور بالائے قراقرم علاقہ) کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے۔ بھارت سیاچن گلیشیئر سمیت تمام بلند پہاڑوں پر جبکہ پاکستان نسبتاً کم اونچے پہاڑوں پر قابض ہیں۔

کشمیر پاکستان اور بھارت کے درمیان میں تنازعے کی اہم ترین وجہ ہے کیونکہ بھارت سارے کشمیر کے وسائل لوٹنا چاہتا ہے اور پاکستان کشمیر کو آزادی دلوانا چاہتا ہے۔ پاکستان پورے خطہ کشمیر کو متنازع سمجھتا ہے اور مذہبی رنگ دیتا ہے جبکہ برصغیر کی تقسیم سے پہلے کشمیر ایک الگ آزاد خود مختار ریاست تھی جس پر مہاراجہ کی شخصی حکمرانی تھی اور بھارت کا کہنا ہے کہ کشمیر اس کا اٹوٹ انگ ہے اور یہ متنازع علاقہ نہیں کیونکہ مہاراجہ ہری سنگھ نے کشمیر بھارت سے الحاق کیا ہوا ہے جبکہ الحاق مشروط طور پر کیا گیا تھا اگر مہاراجہ ایسا نہ کرتا تو بھارت اپنے قبائلیوں اور فوج کے ذریعے کشمیری ہندوں مذہب اور محبّ وطن کشمیریوں کے قتل اور عورتوں کی عزتیں لٹوا رہا تھا پاکستان اور بھارت دونوں جوہری طاقتیں ہیں جو کشمیر کے آزادی اور خود مختاری کو با مسئلہ کشمیر دنیا کے خطرناک ترین علاقائی تنازعات میں سے ایک شمار کرتے ہیں۔ دونوں ممالک کشمیر پر تین جنگیں لڑ چکے ہیں جن میں 1947 ء کی جنگ، 1965 ء کی جنگ اور 1999 ء کی کارگل جنگ شامل ہیں 1971 کی جنگ بنگال کی وجہ سے ہوء تھی۔۔

بھارت اس وقت خطہ کشمیر کے سب سے زیادہ حصے یعنی 101 ، 387 مربع کلومیٹر پر جبکہ پاکستان 85 ، 846 اور چین 37 ، 555 مربع کلومیٹر پر قابض ہیں۔

آزاد کشمیر کا 13 ، 350 مربع کلومیٹر (5134 مربع میل) پر پھیلا ہوا ہے جبکہ شمالی علاقہ جات کا رقبہ 72 ، 496 مربع کلومیٹر (27،991 مربع میل) ہے جو گلگت اور بلتستان پر مشتمل ہے۔ تقسیم ہند سے قبل بلتستان صوبہ لداخ کا حصہ تھا اور اس کا دارالحکومت اسکردو لداخ کا سرمائی دارالحکومت تھا

کشمیر میں اسلام چودھویں صدی کے شروع میں ترکستان سے صوفی بلبل شاہ قلندر اور انکے ایک ہزار مریدوں کے ساتھ پہنچا۔ بودھ راجہ رنچن نے دینی افکار سے متاثر ہو کر بلبل شاہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یوں راجہ رنچن سلطان صدرالدین کے نام سے کشمیر کا پہلا مسلمان حکمران بنا۔ بعدازاں ایک ایرانی صوفی میر سید علی ہمدانی سات سو مبلغوں' ، ہنرمندوں اور فن کاروں کی جماعت لے کر کشمیر پہنچے اور اس ثقافت کا جنم ہوا جس نے جدید کشمیر کو شناخت مہیا کی۔ انہوں نے ہزاروں ہندوؤں کو اسلام میں داخل کیا- آزاد کشمیر کی 98 فیصد آبادی اور شمالی علاقہ جات کی 78 فیصد آبادی مسلمان ہے۔ کیونکہ 12 فیصد بلتستان میں اثناعشری شیعہ جبکہ گلگت میں 10 فیصد اسماعیلی شیعوں کی ہے۔ آزاد کشمیر میں اکثریت 98% فیصد آبادی سنی مسلم ہے۔
مقبوضہ کشمیر کی آبادی تقریبا بہتر لاکھ پچاس ہزار ہے جبکہ بھارت کے فرہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق جموں میں تہتر فیصد، لداخ میں انچاس فیصد اور وادی کشمیر میں پچانوے فیصد مسلمان بستے ہیں جبکہ باقی دوسرے مذاہب کے ماننے والے افراد ہیں جن میں بدھ مت کے ماننے والے بڑی تعداد میں ہیں۔

۔ ریاست جموں و کشمیر (ڈوگرا راج) 1846 ء سے 1947 ء تک متحدہ ہندوستان میں ایک نوابی ریاست جو 1846 ء میں پہلی انگریز سکھ جنگ کے بعد تشکیل دی گئی جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے کشمیر پر قبضہ کر لیا اور فوری طور پر امرتسر معاہدے کے تحت جموں کے ڈوگرا حکمران کو فروخت کر دیا۔

1947 میں ہندوستان کی تقسیم کے وقت تمام ریاستوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ پاکستان یا بھارت میں کسی ایک سے الحاق کر لیں یا اپنی آزاد حیثیت برقرار رکھیں، کشمیر مسلم اکثریتی ریاست تھی، اسلئے ریاست کی عوام نے ہندو مہاراجہ کا بھارت سے الحاق کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا اور عوام اس فیصلے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، بھارت نے ہندو مہاراجہ کے الحاق کو جواز بنا کر ریاست میں اپنی فوجیں داخل کر دیں، دوسری طرف مجاہدین نے کشمیر کے بہت سے علاقوں پر مہاراجہ کا قبضہ ختم کر کے گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر کے علاقے پاکستان کے زیرانتظام دے

دیئے۔اس دوران بھارت کشمیر کا معاملہ اقوام متحدہ میں لے گیا، جہاں ایک کمیشن کے ذریعے کشمیر میں استصواب رائے کا فیصلہ کیا گیا جس کو اس وقت کے بھارتی وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے تسلیم کیا اور رائے شماری کے فیصلے کی تائید کی جس کے مطابق کشمیر کے عوام رائے شماری کے ذریعے پاکستان یا بھارت سے الحاق کا فیصلہ کرینگے۔ پاکستان نے بھی یہ فیصلہ تسلیم کیا۔لیکن بعد میں بھارت اپنے اس وعدے سے منحرف ہو گیا، اور تا حال ریاست کشمیر کے الحاق کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔

1. گلاب سنگھ 1846 1857
2. رنبیر سنگھ 1857 1885
3. پرتاب سنگھ 1885 1925
4. ہری سنگھ 1925 1949

مہاراجہ گلاب سنگھ 75 لاکھ نانک شاہی سکے انگریزوں کو ادا کر کے مشہور زمانہ معاہدہ لاہور کے تحت 1846 ء میں پہلا حکمران بنا۔ 1858 ء میں گلاب سنگھ کی وفات کے بعد پرتاب سنگھ حکمران بن گیا۔ یاد رہے مہاراجہ گلاب سنگھ نے انگریزوں سے ریاست جموں و کشمیر حاصل کی تو وہ ریاست کا اصل مالک بن گیا تھا جبکہ اس ریاست کے باقی باشندوں کی حیثیت کاشتکاروں کی تھی جو آپس میں اراضی بیچ اور خرید سکتے تھے لیکن قانون کے مطابق ریاست سے باہر کا کوئی شخص اراضی خرید نہیں سکتا تھا۔ یہ قانون آج بھی ریاست پر لاگو ہوتا ہے جس کی وجہ سے آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر میں پاکستان یا ہندوستان کا کوئی شخص اراضی خرید نہیں سکتا۔ 1885 ء میں رنبیر سنگھ حکمران بنا جو 1925 ء تک رہا۔ رنبیر سنگھ کے بعد پرتاب سنگھ کا بیٹا مہاراجہ ہری سنگھ برسر اقتدار آیا۔

ریاست کی دو بڑی سیاسی جماعتوں نیشنل کانفرنس کے سربراہ شیخ عبداللہ اور مسلم کانفرنس کے سربراہ چوہدری غلام عباس نے قائد اعظمؒ کو کشمیر کے دورے کی دعوت دی۔ دونوں رہنماؤں کا مؤقف سننے کے بعد قائد اعظمؒ نے چوہدری غلام عباس کے مؤقف کی تائید کی جو کشمیر کو پاکستان کا حصہ بنانے کے خواہاں تھے اور مسلم کانفرنس کو ہی مسلم لیگ قرار دیا جبکہ شیخ عبداللہ نے جو ڈوگروں سے آزادی تو چاہتے تھے لیکن ان کا خیال تھا کہ ریاست کی آزادانہ حیثیت برقرار رہے، ان کے موقف کو رد کر دیا گیا۔ جبکہ ریاست کا اصل حکمران مہاراجہ ہری سنگھ بھی آزادانہ حیثیت برقرار رکھنا چاہتا تھا جس کی وجہ سے بعد میں مہاراجہ ہری سنگھ اور شیخ عبداللہ ایک ہو گئے۔ ان حالات میں جب مسلم کانفرنس کے سربراہ چوہدری غلام عباس جیل میں تھے تو آبی گاہ سرینگر میں آزاد کشمیر کے بانی صدر سردار محمد ابراہیم خان مرحوم کے گھر 19 جولائی 1947 میں مسلم کانفرنس کی سرکردہ قیادت نے مشہور زمانہ قرارداد الحاقِ پاکستان منظور کی۔ یہ قرارداد منظور کرنے والوں میں سید حسن شاہ گردیزی مرحوم بھی شامل تھے جن کا تعلق باغ آزاد کشمیر سے تھا، جہاں تحریک آزادء کشمیر کے پہلے شہید سید خادم حسین

شہید کو ڈوگروں نے سرعام گولی مار کر کشمیری مسلمانوں کو بغاوت پر مجبور کر دیا تھا۔ کشمیری مسلمانوں نے جب حالات کے یہ تیور دیکھے تو انہوں نے دھیر کوٹ کے نواح میں موجود پہاڑی پر اکٹھے ہو کر جلسہ کیا جس کی صدارت پیر سید شمشاد حسین شاہ مرحوم نے کی اور مسلح جدوجہد کی قیادت 22 سالہ نوجوان سردار محمد عبدالقیوم خان کے سپرد کی۔ 23 اگست 1947ء کو نیلہ بٹ سے شروع ہونے والی جدوجہد 15 ماہ تک جاری رہی اور ریاست جموں وکشمیر کے 84 ہزار مربع میل علاقے میں سے 32 ہزار مربع میل علاقہ (آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان) آزاد کرا لیا گیا۔ مہاراجہ ہری سنگھ کو جب اپنی پسپائی دکھائی دی اور مجاہدین سرینگر تک پہنچ گئے تو اس نے مجاہدین کے مقابلے کے لئے شیخ عبداﷲ اور ان کے ساتھیوں کو اتارا اور ہندوستان سے مدد مانگ لی کہ ریاست پر پاکستان نے حملہ کر دیا ہے۔ ہندوستان نے مجاہدین کے مقابلے کے لئے اپنی فوج بھی اتاری لیکن اس کے ساتھ ہی اقوام متحدہ کے پاس بھی پہنچ گیا اور موٴقف اختیار کیا کہ پاکستان ریاست کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے حملہ آور ہو گیا ہے۔ اقوام متحدہ نے یونائیٹڈ نیشن کمیشن فار انڈیا اینڈ پاکستان بنایا جس نے سیز فائر کروا کر قرارداد پاس کی کہ ہندوستان اور پاکستان رائے شماری کا اہتمام کریں جس میں کشمیری فیصلہ کریں گے کہ انہوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا ہے یا ہندوستان کے ساتھ۔ یاد رہے کہ شیخ عبداﷲ نے ریاست کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی مخالفت ضرور کی لیکن ماسوائے مہاراجہ ہری سنگھ کے کسی کشمیری نے الحاق ہندوستان کی بات نہیں کی۔ اس تناظر میں یہ کریڈٹ بہر حال شیخ عبداﷲ کو جاتا ہے کہ بھارت کے زیر قبضہ کشمیر کو بھارت کا حصہ ماننے کے بجائے اس کی حیثیت کو متنازعہ قرار دیا جس کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔ سیز فائر اور قرارداد آنے کے بعد لائن آف کنٹرول کے اِس پار تحریک آزادی کا بیس کیمپ قرار دے کر یہاں آزاد حکومت قائم کر دی گئی جبکہ اُس پار بھی بھارت کے زیر تسلط حکومت قائم ہوئی جسے کشمیریوں کی اکثریت نے آج تک تسلیم نہیں کیا۔ مسئلہ کشمیر پر پاکستان اور ہندوستان کے درمیان تین جنگیں ہو چکی ہیں اور دونوں ممالک خود کو دفاعی طور پر مستحکم کرتے ہوئے ایٹمی طاقتیں بھی بن چکے ہیں لیکن بھارت کی مکارانہ سفارتی پالیسی اور مسئلے کے دوسرے فریق پاکستان کی ٭ پرامن حل کے لئے کوششوں کو رد کرنے اور اقوام متحدہ کے کمیشن کی 19 سے زائد قراردادوں پر عملدر آمد کے انحراف کے سبب دونوں ممالک ایٹمی جنگ کے دہانے پر کھڑے ہیں جبکہ مسئلے کے اصل فریق یعنی کشمیریوں نے پرامن جدوجہد کے بعد 1988ء سے 2002ء تک عسکری جدوجہد کی اور آج تک وہ 8 لاکھ فوج کی بربریت کی وجہ سے ڈیڑھ لاکھ سے زائد جانیں ضائع کئے جانے کے باوجود بھارت سے آزادی کے حصول تک جدوجہد جاری رکھنے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ ریاست جموں وکشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق نہ ہونے کے تاریخی اسباب کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ممکنہ حل پر نگاہ دوڑائی جائے تو پاکستان اور ہندوستان کی ریاست جموں وکشمیر کو اپنا حصہ بنانے کی خواہشات اپنی جگہ ٭ لیکن اس مسئلے کے اصل فریق یعنی کشمیریوں کے پاس دو ہی آپشن ہیں اول یہ کہ ریاست جموں وکشمیر کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہو اور کسی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو تو پھر ریاست آزاد اور خودمختار ہو۔ مختلف وجوہات کی بناء پر ریاست جموں وکشمیر میں مقیم مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی دلی طور پر ہندوستان کے ساتھ الحاق نہیں چاہتے اور ہندوستان کو اس حقیقت کا ادراک بھی ہے کہ ریاست میں رائے شماری کے اہتمام کی ہامی بھری تو نتائج اس کی خواہشات کے خلاف برآمد ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بین الاقوامی سطح پر مکارانہ سفارتی پالیسی اپنائے ہوئے ہے اور مقبوضہ کشمیر میں سیکورٹی فورسز کے ذریعے ظلم وجبر اور مختلف ترغیبات دے کر

کشمیریوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اس کے تمام حربوں پر کشمیری پانی پھیر دیتے ہیں جو اس بات پر متفق ہیں کہ وہ پر امن طریقے سے یا بزور بازو حقِ استصواب رائے کے ذریعے اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔صاحب تحریر آزاد کشمیر کے اسلام آباد سے شائع ہونے والے اخبار روزنامہ جموں و کشمیر میں ایگزیکٹو ایڈیٹر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں اور کشمیر نیوز پیپرز ایڈیٹرز کونسل کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں

ریاست جموں و کشمیر بنیادی طور پر 7 بڑے ریجنوں وادی کشمیر، جموں، کرگل، لداخ بلتستان، گلگت اور پونچھ اور درجنوں چھوٹے ریجنوں پر مشتمل 84 ہزار 471 مربع میل پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ ریاست آبادی کے حساب سے اقوام متحدہ کے 140 اور رقبے کے حساب سے 112 رکن ممالک سے بڑی ہے۔ مذکورہ بالا تمام ریجنوں کی اپنی اپنی ایک تاریخ ہے جو ہزاروں سال پر محیط ہے۔ ماہرین ارضیات کا کہنا ہے کہ دس کروڑ سال قبل یہ خطہ سمندر میں ڈوبا ہوا تھا مگر آہستہ آہستہ خطے کی سرزمین وجود میں آئی اور اس عمل کو بھی 10 کروڑ سال گزر چکے ہیں۔ ہزاروں سالہ تاریخ کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو کبھی کشمیر کی ریاست دہلی سے کابل، کبھی لداخ سے سندھ کے ساحل کراچی تک پھیلی نظر آتی ہے اور کبھی اسی ریاست میں درجنوں چھوٹی بڑی آزاد ریاستیں نظر آتی ہیں۔آج کی دنیا میں جس ریاست کی بات کی جاتی ہے وہ 15 اگست 1947 ء کو قائم ہوئی۔ ریاست جموں و کشمیر ہے اور اقوام متحدہ میں یہی پوری ریاست متنازعہ کشمیر قرار پائی۔ کشمیریوں کی بدقسمتی کا آغاز 16 مارچ 1846 کو میں معاہدہ امرتسر کے ساتھ ہی ہوا جس کے ذریعے گلاب سنگھ نے انگریز سے 75 لاکھ نانک شاہی میں جموں و کشمیر اور ہزارہ کا علاقہ خرید کر غلام بنایا جبکہ گلگت بلتستان، کرگل اور لداخ کے علاقوں پر قبضہ کر کے ایک مضبوط اور مستحکم ریاست قائم کی، مہاراجہ کشمیر نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی کیونکہ حکمران طبقہ اقلیتی تھا جبکہ خطے کی 85 فیصد آبادی مسلمانوں کی تھی اس لئے حکمران ہمیشہ مسلمانوں سے ہی خطرہ محسوس کرتے تھے۔ مہاراجہ نے مسلمانوں کو پسماندہ رکھنے کے لئے بڑی کوششیں کیں یہی وجہ ہے کہ 1846 کے بعد ڈوگرہ حکمرانوں کے خلاف 1931 تک کوئی نمایاں آواز نہیں اٹھی اگرچہ اس عرصے میں مسلمانوں کی نصف درجن سے زائد انجمنیں یا جماعتیں بن چکی تھیں مگر ڈوگرہ کے ظلم و ستم کی وجہ سے مسلمان سر نہ اٹھا سکے۔

ہم جب ریاست جموں و کشمیر کا جائزہ لیتے ہیں تو ڈوگرہ حکمرانوں کے دور میں 1924 تک سیاسی خاموشی نظر آتی ہے۔ یہ خاموشی 1924 میں اس وقت ٹوٹی جب سرینگر میں کام کرنے والے ریشم کے کارخانوں کے مزدوروں نے اپنے اوپر ہونے والے مظالم کے خلاف آواز اٹھائی اور پوری ریاست نے ان کی آواز میں آواز ملائی اور یوں پوری ریاست سراپا احتجاج بن گئی، اس تحریک کو بھی ڈوگروں نے طاقت کے زور پر ختم کرنے کی کوشش کی، وقتی طور پر یہ تحریک کمزور ضرور ہوئی مگر اس کے بعد ریاست کے عوام میں بیداری آئی اور آزادی کا جذبہ توانا ہوا۔ ڈوگرہ حاکم کی کوشش رہی کہ ریاست کو بھارت کا حصہ بنایا جائے یا اس کی خود مختار حیثیت کو بحال رکھا جائے جبکہ مسلمانوں کا مطالبہ ریاست کو پاکستان کا حصہ بنانا تھا مگر ڈوگرہ تاخیری حربے استعمال کرتا رہا یہی وجہ ہے کہ 24 اکتوبر 1947 کو آزاد کشمیر میں آزاد حکومت کے قیام کے ساتھ ہی مجاہدین نے سرینگر کی طرف رخ کیا اور سرینگر تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور مہاراجہ کشمیر دارالحکومت سے

بھاگ کر جموں چلا گیا۔

26 اکتوبر 1947 کو مہاراجہ کشمیر نے نہ صرف بھارت سے فوجی امداد طلب کی بلکہ بھارت کے ساتھ الحاق کی درخواست بھی دی اور بھارت چونکہ کشمیر پر قبضے لیے موقع کی تلاش میں تھا لہٰذا 27 اکتوبر 1947 کو بھارتی افواج کشمیر پر قابض ہوگئیں، دوسری طرف پاکستان کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے مجاہدین کو آزاد کیا ہوا ایک بڑا علاقہ بھی خالی کرنا پڑا اور مجبوراً پسپائی اختیار کرنا پڑی، بھارت کشمیر میں اس وعدے کے ساتھ داخل ہوا تھا کہ امن کے قیام کے بعد کشمیر سے واپس چلا جائیگا مگر آج تک بھارت کی واپسی نہیں ہوئی۔

دوسری طرف جب سرینگر میں بھارتی قبضہ ہوا اور آزاد کشمیر میں آزاد حکومت قائم ہوئی تو یکم نومبر 1947 کو گلگت میں بھی بغاوت ہوئی۔ ڈوگرہ گورنر گھنسارا سنگھ کو گرفتار کر کے اسلامی جمہوریہ گلگت کی بنیاد رکھی گئی جبکہ بلتستان اور وادی گریز (تراگبل، قمری، کلشئی، منی مرگ) اور دیگر علاقوں میں 1948 تک جنگ جاری رہی۔ 16 نومبر 1947 کو پاکستان نے اس پر کنٹرول کیا انگریز کے برصغیر سے جانے کے بعد کشمیریوں کو ڈوگرہ سے آزادی تو ملی مگر ریاست جموں وکشمیر کا ایک بڑا حصہ بھارتی غلامی میں چلا گیا۔ جب سے اب تک تنازع کشمیر پوری دنیا بالخصوص جنوبی ایشیا کے لئے ایک سنگین مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔

قصّہ ہے صدیوں کا دو چار برس کی بات نہیں

آج 5

فروری ہے اور پوری قوم یوم یکجہتی کشمیر منا رہی ہے

13 جولائی 1931 ء کا دن کشمیر کی تاریخ میں اس اعتبار سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ یہی وہ تاریخ ساز دن ہے جب کشمیر کے بائیس فرزندان توحید نے یکے بعد دیگرے اذان دیتے ہوئے ڈوگرہ پولیس کی گولیوں کے نتیجے میں جام شہادت نوش کیا۔

1911ء میں کشمیر کی آبادی 1295201

تھی۔ اس میں تقریباً 94 فیصد مسلمان اور چھ فیصد ہندو تھے۔ جن میں سکھوں کی ایک قلیل تعداد بھی شامل تھی۔

ہیومن رائٹس واچ کے مطابق پچھلے سال کے پہلے دس ماہ کے دوران

مقبوضہ پاکستان کیا پکارتا ہے؟

تحریر و تحقیق: مسعود چوہدری

مقبوضہ پاکستان جسے عرف عام میں مقبوضہ کشمیر بھی کہا جاتا ہے کے بارے میں ہم انتہاء سیریئس ہیں؟ جی ہاں پوری قوم؟ کہیں جلوس ہے کہیں جلسہ! کہیں کوء کچھ کہہ رہا ہے تو کہیں کوء کچھ اور۔۔۔ بھات بھات کی باتیں اور نگر نگر کے تذکرے ہیں۔ سوشل میڈیا بھرا پڑا ہے۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ، دراصل کیا سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے؟

کیا جلسے، جلوس، میٹنگز، احتجاج، فون کالز، رابطے، بین الاقوامی تعلقات، سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ کے گفتگو سیشنز، موم بتیاں، رنگین ناچ گانے والے اویرنیس شوز، تیس منٹ کی خاموشی اور کھڑے رہنا، یقین دہانی کہ ہم ساتھ ہیں یا کچھ اور سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے؟

اس سوال کے جواب میں میرا ایک سوال اور ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہر طرف گولیاں چل رہی ہوں، جنگ کا سماں ہوں، بہنوں کی عصمت دری ہو رہی ہو، خونخوار درندے ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عصمتوں پر حملہ آور ہو رہے ہوں، جب نہتے بیٹوں کے خون رستے لاشے مائیں اپنے شانوں سے لگائے آخری دیدار کر رہی ہوں، جب موت کی وادی میں اترنے والے سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں نامعلوم افراد کی ایک طویل فہرست کے لیئے شہہ سرخی نہ مل رہی ہو، جب ایک انسانی المیہ دنیا کے افق پر عرصہ دراز سے موجود ہو اور ارباب اختیار کے معصوموں کے خون سے لتھڑے لاشے دیکھ کر بھی دل نہ کانپا ہو، جب ظلم و بربریت کے ثبوت سڑکوں پر پڑے ارزاں ترین خون مسلماں سے صاف عیاں ہوتا ہو، جب دشمن بھائیوں کی لاشوں کو صرف اپنی نفرت کی تسکین کی خاطر مثلہ کرتا ہو، جب بہنوں کے پستان کاٹ کر انکوز مین پر بچھا کر ان پر رقص کیا جاتا ہو، جب بھائیوں کے سر کاٹ کر ان کے ساتھ فٹبال کھیلا جاتا ہو، غرض جب تاریخ انسانی کا کوء ظلم ایسا باقی نہ رہ جائے جس کی مثال آپ کے سامنے موجود نہ ہو اور ظالم پر کلام نرم و نازک انتہاء بے اثر ہو، اس وقت آپ احتجاج، جلسے، جلوس اور میٹنگز کو فوقیت دیں گے یا خونخوار شکاری کے شکار پر اپنی توجہ مرکوز کریں گے؟ بلاشبہ اس سوال کا جواب ہر ذی شعور کے پاس موجود ہے۔ یاد رکھیں! ظالم کے ظلم کے خلاف خاموش رہنا بھی ظالم کی حمایت اور تائید ہوا کرتی ہے۔ جبکہ دوسری جانب مظلوم کی حمایت و تائید میں ظالم کے ہاتھ کو نہ روکنا آپ کو ظالم کے ظلم کا شریک بنا دیتا ہے۔

لہذا میرا سوال ہے کہ پھر ہمارے دہرے معیار کیوں؟ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہمارے ساتھ کھڑے ہونے کا مقبوضہ پاکستان کے کشمیری مسلمان بہن بھائیوں کو کیا فائدہ ہے؟ ایک پاکستانی بھاء جو مقبوضہ پاکستان میں رہتے ہیں اور کشمیر کی وادی کو آزاد کروانے کے لیئے عرصہ دراز سے سر توڑ کوششوں میں مصروف عمل ہیں سے آج گفتگو ہوء اور انہوں نے ایک پیغام آپ تک پہنچانے کی استدعا کی۔

" کشمیر کی آزادی کو ایکطرف رکھ دیں۔۔۔۔دنیا والے میری صرف ایک بات مان لیں۔۔۔۔کچھ بھاء جو پستول بنانے کے ماہر ہیں انہیں مقبوضہ پاکستان کے کچھ خاص علاقوں میں آنے کی اجازت دے دیں۔علاقے بھی میں بتا سکتا ہوں۔۔۔۔انکا کام صرف یہ ہوگا کہ فی کشمیری ایک پستول اور دس گولیاں بنا کر دیتے جائیں۔ جسے پستول اور گولیاں مل جائیں گی وہ اگلی بار پتھر کے بجائے گولی مارے گا۔ہم نے نشانہ صرف سر کا لینا ہے۔مقبوضہ پاکستان ہفتوں میں نہیں دنوں میں آزاد ہم خود کرالیں گے۔۔۔۔ہمارے پاس پیسے نہیں، پستول نہیں، اسلحہ نہیں، خنجر تک نہیں، چوہدری صاحب آپ بتائیں ہم پتھر سے کیا اکھاڑ لیں گے۔مقبوضہ وادی تو پہلے ہی سب جیل بنی ہوء ہے اب کس چیز کا انتظار ہے۔جب کلاشنکوف آ سکتی تھی تب دنیا نے نہیں بھیجی۔ہم مانگتے رہے لیکن کچھ نہ ملا۔یہ لوگ مسلمان کی مدد چندے اور جھوٹی تسلیوں سے کرنا بند کریں۔۔۔اگر آپ مخلص ہیں تو عملی اقدام کر کے دکھائیں۔"

مقبوضہ پاکستان سے اس بھاء کے پیغام کا میرے پاس کوء جواب نہیں۔۔۔۔جس کے پاس ہے وہ دے دے۔۔۔۔یاد رہے کہ اس وقت ایک کشمیری پر دس بھارتی فوجی مقبوضہ پاکستان میں تعینات ہیں۔, کشمیر میڈیا سروس کے مطابق اب تک چالیس ہزار کشمیری زخمی ہو چکے ہیں اور لاتعداد لاپتہ ہیں۔۔۔۔جو بچے ہیں وہ لاشیں اٹھانے کے لیئے عنقریب ناکافی ہوں گے۔۔۔اب بھی اگر آسمان سے ابابیل انکے لیئے اسلحہ اور خوراک نہیں گرا سکتے تو بس پھر انسانیت کے ٹھیکیداروں کو میرا پیغام دے دیں کہ قرآن پاک نے بلاوجہ سینکڑوں مرتبہ جہاد کا حکم نہیں دیا۔آخر کار صرف یہ ہی حل ہے۔۔۔۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

الجہاد-الجہاد-الجہاد-الجہاد-

۔۔۔۔ایک مرتبہ مرد بن کر تو دیکھیں۔۔۔۔کیا ہو جائے گا؟ زیادہ سے زیادہ کیا ہو جائے گا؟ کیا جنت آپکی منتظر نہیں ہوگی؟ آپ آج بھی اپنی ہی کابینہ کے سامنے اپنی بے بسی کا رونا روتے رہے ہیں؟ کیوں؟ وزیراعظم صاحب آپ اتنے بے بس نہیں ہیں جتنا آپ کے اردگرد موجود ہیجڑے آپ کو یقین دلا بیٹھے ہیں؟ کہاں ہے وہ 1992 کا فائٹر کپتان جس نے کم ٹوٹل کو بھی سینا تان کر ڈیفینڈ کر لیا تھا؟

مقبوضہ پاکستان کی مائیں، بہنیں، بیٹیاں پکار رہی ہیں۔آپ کے پاس تاریخ میں محمد بن قاسم کے برابر مقام حاصل کرنے کا سنہری موقع ہے لیکن نہ جانے کیوں آپ کی ترجیحات کی سمت ہی درست ہو کے نہیں دے رہی۔ظاہر ہے اسطرح کے الفاظ کہیں چھپتے نہیں لہذا آپ نے پڑھ لیا ہے تو وزیراعظم تک پہنچا دیں کہ مسعود چوہدری نامی ایک نامعلوم صحافی نے ایک پاکستانی نوجوان کا پیغام اپنے پیغام کے ساتھ ملا کر آپ تک بھیجا ہے۔پڑھ کر ڈیلیٹ کر دیں تا کہ کہیں آپ کے تاریخ دان آقا پڑھ کر برا نہ منا جائیں۔اور دو درجن ہری اور سفید چوڑیاں اپنے لیئے بھی خرید لیں۔تاریخ میں آپ کی تصویر کے ساتھ آویزاں کرنے پر بہت اچھی لگیں گی۔۔۔۔شکریہ

ہم تیارنہیں تھے۔مقالہ۔تحریروتحقیق مسعود چوہدری

ایک پاکستانی باپ، بھاءی، بیٹا، ہونے کی حیثیت سے راقم آپ کے سامنے معافی مانگتا ہے۔جب آپ معاف کردیں گےتو اللہ رب العزت بھی فورا" معاف فرمادیں گے۔آپ حیران ہوں گے کہ میں آپ سے معافی کیوں مانگ رہا ہوں؟ کیونکہ یہ انتہاءی چھوٹی شے لوگوں کی انا کامس ءلہ بنی ہوءی ہے اور میرے پیارے پاکستان اور اسکے کروڑوں بسنے والوں کی جان کو سولی پر لٹکاءے ہوءے ہے۔
ہمارے ہاں معافی مانگنے کا اور معاف کرنے کا رواج تقریبا" ختم ہو چکا ہے۔شاید میرے معافی مانگنے سے جو کچھ میں آگے کہنے جارہا ہوں کچھ چند ایک لوگوں کے قلوب واذہان میں رمق احساس پیدا کردے اور کوءی بعید نہیں کہ اس کے بعد میرا پیارا اللہ رب العزت جو کہ تمام عزتوں کا مالک ہے میرے پیارے آقا ومولیٰ ﷺ کی آل کے صدقے انہیں اور ہمیں سب کو معاف فرمادیں اور ہمیں سدھرنے کا ایک موقع عنایت فرمادیں۔
آج پیارے بھاءی، صحافی، اور اینکر پرسن جمیل فاروقی نے نجی ٹی وی چینل آپ نیوز کے لیے اپنے پروگرام دی ایڈیٹوریل کا ٹیزر بھیجا جس میں انہوں نے نیشنل ہیلتھ ایمرجنسی کے ڈی جی ڈاکٹر امجد محمود کے ساتھ انٹرویو کیا۔ جناب ڈی جی صاحب یہ ماننے کو تیار نہیں دکھاءی دیءے کہ " ہم تیار نہیں تھے "۔اس آرگیومنٹ میں ڈاکٹر صاحب اکیلے نہیں ہیں۔لیکن ظاہر ہے نوکری کا سوال ہے تو کوءی کیوں معافی مانگے گا۔نہ ہی پاکستان میں روایات موجود ہیں کہ کہہ ہی دیا جاءے کہ ہم تیار نہیں تھے۔" میں ذمہ دار ہوں" کا جملہ بھی ہم نے آج تک کبھی کسی سے نہیں سنا اور نہ ہی کسی نے معافی مانگی ہے۔یہ اتنا بڑا جملہ ہے کہ کہتے ہوءے زبان تھک جاتی ہے۔چلیں آگے بڑھتے ہیں۔ٹھیک ہے جو بات نیشنل ہیلتھ ایمرجنسی کے ڈی جی صاحب نے نہیں کہی میں کہہ دیتا ہوں" ہم تیار نہیں تھے "۔دکھ اگر اتنا ہی ہوتا تو شاید صبر آجاتا لیکن چلیں اس سے آگے بڑھتے ہیں۔
ہمارے ایک فیلڈ رپورٹر نے ایک کراچی کی ویڈیو بھیجی جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کا جم غفیر حکومتی اعلان کے بعد راشن لینے کے لیے ایک مخصوص مقام کی طرف چلا جارہا تھا۔گو کہ یہ ایس او پی سنایا گیا تھا کہ واءرس کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے چاریا اس سے زیادہ لوگوں کے اکٹھے ہونے، چلنے، پھرنے پر مکمل پابندی ہوگی اور لوگوں کے ایک جگہ اکٹھے ہونے کی حوصلہ شکنی کی جاءے گی لیکن اس کے باوجود اتنی بڑی تعداد کا اختلاط؟ درست کہا، بھوک نہ نظر آنے والے دشمن سے زیادہ ظالم ہوتی ہے۔ہزاروں لوگوں کی لائن، غربت کا مذاق، اور پھر دھکے اور صعوبتیں برداشت کرنے والے ان سفید پوشوں کے لیے حکومت کی جانب سے وہ جملہ جو یہ حکمران طبقہ کبھی بھی نہیں کہے گا۔چلیں جو جملہ یہاں بھی خاموش ہے میں کہہ دیتا ہوں کہ " ہم تیار نہیں تھے "۔
اندرون سندھ سے ہمارے سٹیزن رپورٹر نے ایک ویڈیو پیغام بھیجا جس میں ایک سندھ کا ہاری ایک پاؤ گھی کا پیکٹ، آدھا کلو چاول، چند کلو آٹا، اور اپنا ادھ ننگا بیٹا گود میں اٹھائے بلاول بھٹو زرداری اور وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ صاحب سے اپنے حال کا رونا رو رہا ہے اور حکومتی امداد کی دھائی دے رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس دکھ اور تکلیف کا میں اور آپ کیا ہر ذی شعور اندازہ کرسکتا ہے کہ جب کام بند ہوجائے

اور آپ فاقہ سے ہوں اور آپ کو ایک تھیلہ ملے جس پر زندہ بھٹو کی تصویر کی لاگت اس تھیلے میں موجود سامان کی مالیت سے زیادہ ہو تو زبان خواہ کچھ بھی ہو اور کہا جو بھی جا رہا ہو؟ اے میرے ملک کے ہاری جو بات آپ کی سندھ حکومت آپ سے کبھی نہیں کہے گی میں معافی مانگتے ہوئے کہہ دیتا ہوں کہ " ہم تیار نہیں تھے "۔

ہمارے فیلڈ رپورٹر اور سینیئر جرنلسٹ ڈاکٹر نفیس بھٹہ نے ایک آٹے کے تھیلے کی تصویر بھیجی جس کو ایک ترازو پر رکھا ہوا ہے۔ آٹے کے تھیلے پر بیس کلو لکھا ہوا ہے جبکہ اسکا پورا وزن ترازو پر ساڑھے اٹھارہ کلو ہے۔ پورا تولنے سے متعلق صریح قرآن و حدیث کے احکامات، حکومتی لاک ڈاءون اور کڑے احتساب کی نوید و شنید دینے والی حکومت اور ہمارے دن رات داد وصول کرتے عوام کے حقوق کے محافظ فوڈ ڈیپاٹمنٹ و دیگر متعلقہ ادارہ جات جو جو اس تمام کرپشن کے پیچھے آپ اور مجھ عوام پر اپنے ہاتھ صاف کر رہا ہے اس نے تو کبھی سامنے آنا نہیں لہذا اس فلور مل مالک سے لے کر آخری چپڑاسی تک جو جو کمیشن بنا رہا ہے اور جو جوان بے حیاء اور بے غیرت باگڑ بلوں پر ہاتھ ڈالنے کی سکت، ہمت، و حوصلہ نہیں رکھتا باوجود اختیارات کے ہونے کے اس کی طرف سے میں معافی مانگتے ہوءے کہتا ہوں کہ " ہم تیار نہیں تھے "۔

کالم نگار و صحافی ڈاکٹر شجاع اختر اعوان نے اپنے کالم وینٹی لیٹر میں انکشاف کیا ہے کہ پاکستان میں وینٹیلیٹرز کی کل تعداد انیس سو ہے جبکہ حکومت نے ایک ہزار کا آرڈر دے دیا ہوا ہے جو کہ دو ماہ تک پاکستان پہنچ جائیں گے۔ وینٹی لیٹر کیوں ضروری ہیں؟ یہ بحث آپ ہر جگہ پر سن رہے ہوں گے۔ مختصرا" عرض کر دوں کہ کرونا وائرس سانس کی نالی کو اور پھیپھڑوں کو تباہ کر دیتا ہے جس سے انسان کو مصنوعی طور پر سانس دیا جانا ضروری ہوتا ہے جس کے لیے وینٹی لیٹر کی ضرورت ہوتی ہے۔ سب کو اس کی اہمیت کا اندازہ ہے۔ فروری میں پاکستان میں پہلا کیس رپورٹ ہونے سے لے کر اب تک صرف یہ فیصلہ کیا جا سکا ہے کہ ہمیں مزید وینٹی لیٹر کی ضرورت ہے۔ لہذا یہ کام پہلے کیوں نہیں کیا جا سکا؟ ہم نے خود کیوں نہ بنا لیے؟ اور کب تک ہم ہر چیز کے لیے باہر دنیا کی طرف ہی دیکھتے رہیں گے؟ ایک طویل بحث میں جاءے بغیر تمام وہ لوگ جن کو وینٹی لیٹر نہ ملنے کی وجہ سے دشواریوں کا سامنا ہے اور مستقبل میں کرنا پڑ سکتا ہے میں ہاتھ جوڑ کر آپ سے معافی مانگتا ہوں اور صرف وہ بتانا چاہتا ہوں جو کوئی اور نہیں بتائے گا کہ " ہم تیار نہیں تھے "۔

ہمارے بھائی اور کالم نگار وقار اسلم نے چند تصاویر بھیجیں جن میں وفاقی وزراء نے این پچانوے ماسک لگا رکھے ہیں۔ چند دن پہلے سنان ورک صاحب نے گورنر پنجاب صاحب کی گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کو قرنطینہ مرکز میں تبدیل کرنے کے موقع پر این پچانوے ماسک لگائے دورہ کی کوریج بھیجی تھی۔ اس سے در کنار کہ میرے تحفظات کیا ہیں یونیورسٹیز ہاسٹلز کو قرنطینہ بناءے جانے میں، اور یہ کہ ہم شاید مستقبل میں بہت سی دیگر بیماریوں کو دعوت دینے جا رہے ہیں لیکن یہ اور دیگر ابحاث ایکطرف رکھ کر یہ بتا تا چلوں کہ این پچانوے ایک خاص طرح کا سرجیکل ماسک ہے جو کہ کرونا کا مقابلہ کرتے ہمارے فرنٹ لائن ڈاکٹر، نرسز، پیرا میڈیک سٹاف، پولیس پرسنلز، اور آرمی پرسنز کے لیئے انتہائی ضروری ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لیے لازم و ملزوم ہے جنہیں اس بیماری کا تواتر کے ساتھ اور ہر وقت سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ گو کہ ملک میں تعداد بہت کم موجود ہے اور پہلے ہی ایک انکوائری جاری ہے کہ کسطرح ملک سے یہ ماسک باہر چلے گئے اور اب ان ڈاکٹروں، نرسوں، اور پیرا میڈک سٹاف کے لیے بھی موجود نہیں جو کرونا وائرس کے علاج اور مریضوں کی دیکھ بھال میں مصروف عمل ہیں۔ انتہائی دکھ ہوا جب

دیکھا کہ وفاقی وزیر زرتاج گل صاحبہ نے پیرامیڈک خواتین کے ساتھ تصویر جاری کی اور طاقتور اور غیر طاقتور کا فرق سب کو دکھایا۔ شاہ محمود قریشی ہوں یا گورنر پنجاب چوہدری سرور، سب کے پاس این پچانوے ماسک وافر موجود ہیں لیکن اگر دستیاب نہیں ہیں تو ڈاکٹروں اور نرسوں کے لیے ہی نہیں ہیں۔ اس پر میں بھی ان تمام لوگوں کی طرح جو ڈاکٹروں اور نرسوں کو سلامی دے رہے ہیں سلامی دیتا ہوں کہ آپ اس محاذ پر ہیں جہاں آپ کے پاس ضروری ہتھیار نہیں، اور گو کہ اس کا مطلب مجھ سمیت سب کو پتہ ہے کہ جب آپ ضروری سامان مانگ رہے ہیں اور آپ کو سلامی دی جا رہی ہے یہ ہی ہے کہ ہمارے اوپر اکتفاء نہیں کرنا لیکن جو الفاظ نہیں کہے گئے انکے ساتھ ہی میں آپ سب وطن کے جانبازوں سے معافی مانگتا ہوں کہ یہ کام کسی اور نے نہیں کرنا اور الفاظ کے درمیان کا لفظ کہتا ہوں کہ " ہم تیار نہیں تھے"۔

قصور سے ہمارے بھائی امجد اسحاق نے رپورٹ کیا ہے کہ انڈیا نے آبی جارحیت کرتے ہوءے دریاءے ستلج میں پانی چھوڑ دیا ہے جس سے پانی کی سطح سات فٹ تک بلند ہوگئی ہے اور گاؤں دیہات کی فصلیں زیر آب آ گئی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف لائن آف کنٹرول پر بھارت کی جانب سے پاکستان پر بلا اشتعال گولہ باری کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا ہے۔ اس پر مجھے یاد آ گیا کہ ہمارے وزیر اعظم صاحب نے اپنی تازہ تقریروں میں اور تو سب دکھ سنائے، یہاں تک کہ گردان اور راگ تک الاپ دیے لیکن جو شاید کرنے کی ایک اور بات تھی وہ، کشمیر کا ذکر تک نہ کیا۔ جب آپ دشمن کو جواب نہیں دیتے تو آپ بزدل گردانے جاتے ہیں اور جب آپ بالکل بھی جواب نہیں دیتے اور یوں محسوس ہونے لگے کہ آپ جان بوجھ کر خاموش ہیں تو آپ ضمیر فروش اور وطن فروش گردانے جانے لگتے ہیں۔ میں نہیں کہہ رہا، یہ تو تاریخ فیصلہ کرے گی لیکن اے میری کشمیر کی ماؤں، بہنو، بیٹیو تمہاری آہ و بکا کا نوحہ آسمان والے نے سن لیا ہے اور اس نے ظالموں پر اور جو خاموش ہیں ان کو بھی ایک آفت میں مبتلا کر دیا ہے۔ امید کا دیا بجھنے مت دینا کہ ابھی آس ٹوٹی نہیں۔ مستقبل آپ کی آزادی کی صبح کے طلوع پر تکمیل کو پہنچ کر رہنا ہی ہے۔ وطن کے بیٹے تزبزب کا شکار ضرور ہیں لیکن غافل نہیں ہیں۔ ہاں جو گزر گیا اور جو گزر رہا اس پر میں آپ سے معافی مانگتا ہوں اور پاکستانی قوم کی طرف سے صرف اتنا ہی کہوں گا کہ " ہم تیار نہیں تھے"۔

ہم تیار نہیں ہیں۔مقالہ۔تحریر و تحقیق مسعود چوہدری

غیر فطری و بے مثال صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیئے غیر فطری و بے مثال اقدامات کا کیا جانا لازم و ملزوم ہوتا ہے۔انفرادی و اجتماعی رویے ہی قوموں کے مستقبل کی نشاندہی کیا کرتے ہیں۔کسی بھی افراتفری کے ماحول میں قوم کے بڑوں کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ قوم کو نہ صرف آنے والے خطرات کے لیے عملی طور پر تیار کریں بلکہ خود ایک مثال بن کر سب کو ایک دوسرے کے ساتھ ایسے جوڑ دیں جیسے ایک سیسہ پلائی دیوار۔اسی کام کے لیے اللہ رب العزت کسی بھی شخص کو اقتدار و اختیار سے نوازتا ہے کہ وہ فلاح کی ایک عمدہ مثال قائم کر سکے۔ اب خواہ وہ اختیار چند لوگوں کے ساتھ کام کرنے کا ہو، پورے ملک، پورے خطہ، یا پوری دنیا کا ہو۔ جتنا زیادہ اختیار، اتنی بڑی آزمائش اور اتنی ہی بڑی جزاوسزا۔جتنی جلدی حضرت انسان اس مسلمہ حقیقت کو پہچان لیتا ہے اتنی ہی جلدی وہ اللہ رب العزت کے پاس اپنے حقیقی مقام کو پالیتا ہے اور پھر اس کے بعد اپنے مقام کی سربلندی کے لیے آگے کی جستجو کا قصد کرتا ہے۔ یہ الفاظ شاید چند لوگوں کے لیے مشکل اور نہ سمجھ میں آنے والے ہوں لیکن ایک خیال کا آپ تک پہنچانا مقصود ہے۔ماضی کی تحریروں پر حوصلہ افزاءی کرنے والے تمام دوست، بھائی، اور قارئین کا شکریہ کہ اس سے راقم کو مشکل باتیں پراعتماد انداز میں کرنے کا حوصلہ ملتا ہے۔جزاک اللہ خیر !اس تمہید کا مقصد آج کی صورتحال کے متعلق وہ چند حقائق آپ کے گوش گزار کرنا ہیں جو کہ بحثیت محبّ وطن پاکستانی ہمارے آنے والے حالات کی تیاری کے لیے انتہائی اہم ہیں، جبکہ دوسری جانب صاحب اقتدار کو درست اور حقیقی سچائی سے بھی آگاہ کرنا ہے تا کہ جب ان سے سوال کیا جائے کہ آپ کا کردار کیا تھا؟ تو وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں تو کسی نے بتایا ہی نہیں۔ دراصل ہم اہل قلم کا یہ ہی اصل کام ہے کہ پورا سچ مکمل ذمہ داری کے ساتھ ارباب اختیار تک پہنچائیں خواہ انکا اختیار کم ہو یا زیادہ۔ بلاشبہ تمام اختیارات کا مالک میرا پیارا اللہ رب العزت ہے اور وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جب مسلمان قوم پر کڑی آزمائش وارد ہوتی ہے تو قوم کو اللہ رب العزت کی جانب رجوع کی اہم ترین ضرورت ہوتی ہے۔انسان کو اللہ رب العزت کے قرب سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے لیکن آخر کار انسان تو انسان ہی ہے اور انسان کی تخلیق ایسی ہی ہے کہ جب راحت پاتا ہے تو غافل ہو جاتا اور پھر جب کوئی تنگی پریشانی اسے گھیر لیتی ہے تو اللہ رب العزت سے رجوع کرتا ہے۔ گو کہ اگر غافل ہی نہ ہو اور اللہ رب العزت کو ہمیشہ یاد رکھے تو دوست دوستوں پر آنچ نہیں آنے دیتے اور شجر سایہ دار کی طرح ہمیشہ دھوپ، آندھی، طوفان سے بچائے رکھتے ہیں۔ضرورت رجوع الہیٰ کے تحت اسلامی ملک میں، کہ جہاں کی اٹھانوے فیصد کے لگ بھگ آبادی اللہ رب العزت کی واحدانیت کا دم بھرنے والی ہو، ارباب اختیار معاشرہ کو جوڑنے کی نہ صرف بات کرتے ہیں بلکہ عملی طور پر اس کا نمونہ بھی پیش کرتے ہیں۔انتہائی دکھ اور تکلیف کے ساتھ عرض کر دوں کہ ہمارے حکمران نہ صرف قوم کو اللہ رب العزت سے دور کرنے کے درپے ہیں بلکہ عملی طور پر خود بھی اللہ رب العزت کی جانب رجوع کرنے کے بجائے اپنی ذاتیات میں پھنسے ہوئے ہیں۔میرا آپ سے سوال ہے کہ کیا آپ نے جس دن سے

پاکستان میں اس موذی وباء نے جنم لیا ہے کسی ایک حکمران کو نماز پڑھتے ، مسجد کا رخ کرتے اور قوم کو اللہ رب العزت کی جانب رجوع کرنے کی ترغیب دیتے دیکھا ہے؟ معذرت کے ساتھ، خادم نے نہیں دیکھا! ایک بھی دستاویزی ثبوت ریکارڈ کا حصہ نہ بن سکا کہ وزیراعظم ،صدر، وزراء، بیوروکریسی ،اور دیگر ارباب اختیار نے نماز ادا کی ہو یا مساجد کا دورہ ہی کیا ہو یا ترغیب ہی دلائی ہو کہ اللہ رب العزت سے اجتماعی توبہ کی جائے اور اللہ رب العزت کی جانب رجوع کیا جائے۔ ہاں یہ خبریں ضرور سنیں کہ مساجد کو تقریباً بند کردیا جائے۔ جس پر تفرقہ پرستی کو ہوا ملی اور دوسری طرف انتہائی فضول معلومات کا تبادلہ کیا گیا کہ تبلیغی جماعت کی وجہ سے وباء پھیل رہی ہے تو ایران سے آنے والے زائرین کی وجہ سے تا کہ لوگ چارونا چار بھی کم یا زیادہ جتنا بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس سے بھی دور ہو جائیں۔

دیگر رویوں اور حقائق کی طرف آنے پہلے اس بات کو واضح کردوں کہ ہمیں تقسیم کرنے کو ہزاروں ایشوز موجود ہیں جبکہ جو ہمیں ایک جگہ متحد و مجتمع کرتی ہے وہ اللہ رب العزت کی ذات بابرکات ہے کہ ہم سب ہی اللہ رب العزت کے ساتھ دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ آپ قوم کو کہتے کہ مسلمانو! اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں مت پڑو! ذہن سازی کرتے ! عملی نمونہ پیش کرتے ! خود سربسجود ہوتے ! معافی مانگتے ! توبہ کرتے ! خود اللہ کی طرف رجوع کرتے دکھائی دیتے اور قوم کو ترغیب دیتے ! لیکن آپ کو تو نہ جانے کس خبط نے گھیر رکھا ہے کہ آپ اس سے باہر نکلنے کا تیار ہی نہیں ، یا شاید آپ باہر نکلنا ہی نہیں چاہتے۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو آرہا ہے اور جو آچکا ہے اس کے لیے ''ہم تیار نہیں ہیں''۔

رمضان المبارک سے پہلے چینی ایک سو دس روپے کلو اور آٹا مارکیٹ سے غائب ہو جائیں گے؟ آٹا چینی پر کمیشن رپورٹ منظر عام پر آنے کے بعد سوال کرنے والے شدت سے یہ سوال کر رہے ہیں۔ اس بحث میں جائے بغیر کہ مستقبل میں ریٹ کیا ہوگا اور عوام کو کس اذیت کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے، اصل محرکات بدانتظامی و بدعنوانی ہیں۔ دکھ یہ نہیں کہ یہ ہیں بلکہ دکھ یہ ہے کہ یہ اسی طرح رہنے والی ہیں۔ اور جب تک یہ بدانتظامی و بدعنوانی اپنی جگہ قائم ہے دیگر تمام مشکلات جن کا سامنا ہمارا عام، سفید پوش اور غریب پاکستانی دن رات کر رہا ہے وہ بھی اسی طرح کے ہی رہنے والے ہیں۔ رپورٹ سے متعلق انتہائی غیر ضروری معلومات اور معاملات اسوقت پورا ملک زیر بحث لائے ہوئے ہے لیکن اصل سوال کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہے۔ فرض کریں صبح مارکیٹ سے آٹا، چینی ، دالیں اور دیگر اشیاء خوردونوش اچانک سے مارکیٹ سے غائب ہو جاتی ہیں ! تو؟ کیا ہوگا؟ کیا ہم مافیا کے ساتھ مافیا کی لڑائی کرواسکتے ہیں؟ اگر ایسا ممکن ہوتا تو غربت مافیا کی افلاس مافیا سے کب کی کرواچکے ہوتے اور پھر استحصال مافیا کی لاقانونیت مافیا کے ساتھ کرواتے اور جو سب سے آخر میں بچتا وہ اتنا کمزور ہو چکا ہوتا کہ بھوکے کے منہ سے نوالہ چھیننے کی سکت نہ رکھتا ہوتا لیکن صد افسوس۔ کہ " ہم تیار نہیں ہیں"۔

کوئٹہ میں ماسک اور پروٹیکٹو کٹیں مانگنے پر ماسک لگائے پولیس اہلکاروں نے ڈاکٹروں اور نرسوں پر ڈنڈے برسا دیئے اور چند دن پہلے تک سلیوٹ وصول کرنے والوں کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ انسانیت دنگ رہ گئی۔ جس دن سلیوٹ کی خبر خادم کو پیارے بھائی اور معروف صحافی و کالم نگار ساجد ہدایت صاحب نے دی تھی ، فی البدیع وبے اختیار منہ سے الفاظ نکلے تھے کہ " چار دنوں کی چاندنی ہے، پھر اندھیری رات ہے، ڈاکٹروں ،نرسوں اور پیرامیڈک سٹاف کو بہت زیادہ خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیئے "۔ راقم یہ نہیں جانتا تھا کہ ابھی ادا کیے گئے الفاظ کی

گہرائی تک کوبھی نہ پہنچا گیا ہوگا کہ سب خوش فہمیاں دور ہو جائیں گی ۔ کیوں؟ کیونکہ راقم نے ماضی قریب وبعید میں لاہور مال روڈ اور کراچی پریس کلب سمیت پورے ملک کے سینکڑوں نہیں تو کم از کم درجنوں مرتبہ ڈاکٹروں ،نرسوں ،اور پیرامیڈک سٹاف کے ساتھ انسانیت سوز سلوک ہوتا نہ صرف دیکھا بلکہ رپورٹ بھی کیا۔ اگر آپ کسی کے مستقبل کے رویوں کی پیش گوئی کرنا چاہتے ہیں تو اسکے ماضی کے کردار پر ایک نظر ضرور ڈال لیں۔

وجہ؟ چند کڑوی باتیں کہہ دوں کہ حق کو جان بوجھ کر چھپانا بھی بددیانتی ہے اور میرے پیارے آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ "لا ایمان لمن لا امانۃ لہ" اسکا ایمان نہیں جسے امانت کا پاس نہیں ۔ جناب ہم نے قوم کی تربیت ہی نہیں کی ۔ ہم نے جو لیا وہ اغیار سے ادھار لیا۔ اور آج بھی جو ہم لینے کی کوشش کر رہے ہیں وہ انہیں سے ہے ۔ ہم آج بھی انہیں کی طرف دیکھ رہے ہیں ۔ ہم نے مسلم روایات کا امین کبھی اپنے پولیس کے شیر جوانوں کو بنایا ہی نہیں ۔ ہماری پولیس کیا ہر صاحب اقتدار واختیار کے الفاظ وعادات میں زمین وآسمان کا فرق ہے ۔ پل میں تولہ ،پل میں ماشہ ہونا منافقت کہلاتا ہے اور ہمارا صاحب اقتدار واختیار اس وقت تک ترقی ہی نہیں کر پاتا جب تک وہ منافقت کی منازل نہیں طے کر لیتا۔ صاحب اقتدار واختیار کے بارے میں یہ مقولہ بھی زبان زد خاص وعام ہے کہ " جو جتنی زیادہ نمازیں پڑھتا ہے اتنا ہی زیادہ رشوت خور ہے" ۔ درست فرمایا! تمام لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے لیکن آٹے میں نمک کو کیا نمک کہا جا سکتا ہے؟ اللہ نہ کرے کہ یہ وہی لوگ ہوں جنکی نمازیں قیامت کے روز انکے موؤں پر دے ماری جائیں گی انکی ریاکاری اور دکھاوے کے سبب۔ لیکن دوسری جانب دیکھیں تو انکے کردار کس نے بنانے تھے؟ یہ بحث اور اس سے جڑی دیگر ابحاث آج کا موضوع بحث نہیں لہذا یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جن کردار کے غازیوں کی اسطرح کے معاملات سے نبرد آزماء ہونے کے لیے ضرورت ہوتی ہے وہ فیکٹریاں آپ کب کی بند کر چکے۔

پیارے بھائی اور لیگل ایڈوائزر کیپٹل یونین آف جرنلسٹس حارث یزدان خان ایڈووکیٹ نے انکشاف کیا ہے کہ وکلاء کے لیے ناگہانی آفت سے نبرد آزماء ہونے کے لیے کوئی مراعات موجود نہیں ہیں ۔ میری عرض یہ ہے کہ پورے پاکستان میں ہی کسی بھی پاکستانی کے لیے ناگہانی آفات یا مشکلات سے نبرد آزماء ہونے کے لیے ایک فلاحی ریاست میں جو لازم وملزوم حقوق دیئے جانے چاہئیے ہیں انکا عشر وعشیر بھی نہیں دیا جا رہا۔ ایک سات لاکھ کے انصاف صحت کارڈ کی مثال لے لیں کہ کرونا کا ایک سستا سا ٹیسٹ تک نہیں ہو سکتا اس سے ۔ بلکہ حد تو یہ ہے کہ جس عوام کی فلاح کا ہم دم بھرتے ہیں اور جو اعداد وشمار ہم عوام کے سامنے اپنی ذات کو ممتاز دکھانے کے لیے پیش کرتے ہیں ان کے اصل حقائق انتہائی دل دہلا دینے والے ہوتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ چیف جسٹس سپریم کورٹ پاکستان کو بھی یہ کہنا پڑا ہے کہ " کوئی بندہ کام نہیں کر رہا، سب فنڈز کی بات کر رہے ہیں" ۔ چیف جسٹس پاکستان کو اٹارنی جنرل سے سپریم کورٹ میں موجود ڈسپنسری کو بند کرنے کے خط پر پوچھنا پڑا کہ " کیا اسطرح اس وبا سے نمٹا جا رہا ہے؟" اسی سماعت کے دوران اٹارنی جنرل کی ان کیمرہ بریفنگ کی استدعا پر چیف جسٹس پاکستان کو اٹارنی جنرل کو مخاطب کر کے کہنا پڑا کہ وہ" ان کیمرہ کیا بریفنگ دیں گے، عدالت کو سب پتہ ہے" ۔ بلاشبہ قانون اندھا ہوتا ہے لیکن یاد رکھیں جج اندھا نہیں ہوتا۔ احساس پروگرام پر جب چیک کیا گیا تو سابق وفاقی وزیر اور دیگر کئی بھی فنڈز کے حقدار نکلے

جبکہ حکومتی سبسڈی کا یہ عالم ہے کہ بجلی کے بل کئی گنا زیادہ کر کے اس میں سے رقم منہا کر کے مصیبت میں پھنسی قوم کو کہا جار ہا ہے کہ دیکھیں آپ کی مہربان گورنمنٹ نے آپ پر کتنا احسان کر دیا ہے کہ اتنے پیسے معاف کر دیئے جبکہ درحقیقت صارف اپنے بل سے کئی گنا زیادہ پہلے ہی ادا کر رہا ہے۔عوام کے ساتھ فراڈ کرنے والے اور جعلسازی کے ساتھ عوام کو لوٹنے والے اپنے کیسوں کو ختم کروانے اور حکومت سے ریلیف حاصل کرنے کی غرض سے وزیراعظم کو غریبوں کے لیئے چندہ جمع کروا رہے ہیں۔چندہ دینے سے کیا وہ داغ دھل جائیں گے جو آپ کی بوسکیوں اور لٹھوں پر لگے ہیں؟اس سارے گورکھ دھندے میں جو حقیقت سمجھ میں آنے والی ہے وہ فقط اتنی ہے کہ "ہم تیار نہیں ہیں"۔

جسطرح بھوک کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اسی طرح تفرقہ پرست و بدعنوان کا بھی کوئی مذہب نہیں ہوتا۔جسطرح بھوک بندہ کھا جاتی ہے اسی طرح تقسیم در تقسیم، بدعنوانی اور غیر سنجیدہ رویے بھی مملکت کھا جاتے ہیں۔کالم نگار اور بھائی امتیاز علی شاکر نے میرے سابقہ مقالہ پر اپنا تجزیہ دیتے ہوئے کہا کہ "ہم تیار نہیں تھے، ہم تیار نہیں ہیں، اور اپنے رویے دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم کبھی تیار ہوں گے بھی نہیں"۔بلاشبہ انسان کو گمان اچھا رکھنا چاہیئے لیکن افسوس یہ ہے کہ الفاظ میں ہم اصلاح کی بات تو کرتے ہیں لیکن خود دریا کے دوسرے کنارے پر اپنے ہی الفاظ کی خلاف ورزی کرتے پائے جاتے ہیں۔ایک وباء ہمارے در پر دستک دے چکی جبکہ مالیاتی اور سیاسی بحران ہمارے دروازوں پر دستک دینے جا رہے ہیں۔جبکہ تیسری طرف ہمارے دشمن اس تاک میں ہیں کہ کب ہم کمزور ہوں اور وہ اپنا داؤ آزمائیں۔ان حالات میں اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ لڑ کر مدمقابل کو زیر کر سکتے ہیں تو یہ آپکی خام خیالی ہے کیونکہ " ہم تیار نہیں ہیں" بے شک اللہ رب العزت کا فضل اور رحمت ہی ہے جو ہمیں بچا سکتا ہے لیکن اس فضل اور رحمت کے حصول کے لیے بھی تو " ہم تیار نہیں ہیں"

تیل کی عالمی جنگ، موجودہ صورتحال اور پاکستان

تحریر و تحقیق: مسعود چوہدری

سعودی عرب اب تک پچاس ارب ڈالر کا نقصان برداشت کر چکا ہے تیل کیلیئے جنگ کی مد میں جبکہ وارن بفٹ 30 ارب ڈالر کے تیل کے اسٹاکس اور نوے فیصد ایئر لائن کمپنیوں میں شیئرز فروخت کر چکا ہے۔ پوری تیل کی مارکیٹ اپنی اصل استعداد کا صرف 10 فیصد استعمال کر رہی ہے۔ جبکہ ایران یز دگرد تیل کی پائپ لائن اسے 35 فیصد شیئر تک لے جائے گی۔ اس وقت دنیا کے چار بڑے تیل کے ایکسپورٹرز ممالک کا تیل سٹریٹ آف ہرموز میں کھڑا ہے۔ کسی بھی شرارت کی صورت میں دنیا تیسری جنگ عظیم
یں چلی جائے گی۔ سعودی عرب 50 ارب ڈالر مزید امریکی بنکوں سے لے رہا ہے تا کہ کسی بھی صورتحال کے لیئے تیار رہے۔ یاد ہوگا کہ 2015 میں سٹی گروپ سے تقریباً 1.7 کھرب ڈالر نکالنے کی استدعا پر سٹی گروپ اور امریکی حکومت نے کہا تھا کہ اگر ایسا ہوتا ہے تو ہم ڈیفالٹ کر جائیں گے۔ وارن بفٹ کا انویسٹمنٹ نہ کرنا اور سعودی عرب کا چین، ایران، روس کے ساتھ مل کر امریکہ کو ہٹ کرنا انتہاء خطرناک کھیل کا حصہ ہے۔ یہ اچھا سوال ہے کہ امریکہ کیوں ہٹ ہو رہا ہے؟ کیونکہ امریکہ دنیا میں تیل کے بڑے پروڈیوسرز میں سے تو ہے ہی لیکن ساتھ ہی ساتھ چین کے بعد دنیا کا سب سے بڑا تیل کا امپورٹر بھی ہے۔ اور چونکہ اسکے تیل کے زخائر پچھتر سال کے لیئے بھر چکے ہیں اب اسکے پاس کوء چارہ نہیں کہ اپنی کمپنیوں کو بند کر دے کیونکہ آج کی قیمت پر بھی اور مستقبل کے تین ماہ کی قیمت پر بھی اسے دس سے پندرہ ڈالر فی بیرل کا نقصان ہے۔ جبکہ سٹوریج فیس کی مد میں دس ڈالر فی بیرل اسکا خرچہ ہے اگر طلب ملک میں نہ بڑھی۔ اصل مسئلہ امریکہ کا یہ ہے کہ وہ اگر اس کھیل سے باہر ہوتا ہے تو عالمی طاقت کا سٹیٹس کھو دے گا اور اگر اس کھیل میں رہتا ہے تو شاید سب سے طاقتور ایکانمی نہ رہے۔ دونوں طرف ہی موت ہے۔ جبکہ دوسری طرف دیکھیں تو چین کے پاس کھونے کے لیئے کچھ نہیں بلکہ جو تیل وہ سو ڈالر فی بیرل پر خرید رہا تھا اب اسے پچیس سے تیس ڈالر فی بیرل پر مل رہا ہے اور وہ ملتا رہے گا لہذا اس نے اپنے سٹاکس کء گنا بڑھا لیئے ہیں۔ زرائع کے مطابق چین کے پاس سولہ سال کے ریزروز خائر ہو گئے ہیں جبکہ اسے ساٹھ سال تک لے کر جانے کا ارادہ ہے۔ جب تک یہ ٹارگٹ نہیں مل جاتا تیل کی قیمت یہیں رہے گی۔ اس سارے کھیل میں ایک اور خاموش پلیئر وینزویلا بھی ہے اور وہ ماضی قریب میں امریکی جارحیت کا بدلہ لے رہا ہے۔ امریکی تیل کمپنیاں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں جبکہ مملکت کے اعتبار سے امریکہ سب سے زیادہ نقصان میں ہے جبکہ سب سے زیادہ مالی فائدے میں سعودی عرب، ایران، اور وینزویلا ہیں۔ مورل فائدہ میں سب سے زیادہ روس اور چین ہیں۔ اس سارے کھیل میں پاکستان الحمدللہ ہمیشہ کی طرح تماشائی کا کردار ادا کر رہا ہے حالانکہ ہمیں عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے تیل کے زخائر بھر لینے چاہیئے تھے۔ لیکن ہم نے بالکل الٹ کیا ہے۔ جب قیمت زیادہ ہوء تو ہم نے امپورٹ پر پابندی عائد کر دی تا کہ پہلے اپنا نکالا ہوا تیل صاف کیا جائے اور بیچا جائے لیکن دیگر معاملات میں چونکہ ہم کمزور تھے لہذا سرکلر ڈیٹ ہمارے سر پر سے گزر گیا

اور ہمیں انہی لوگوں کو فائدہ دینا پڑا جو اس ساری انڈسٹری کو جکڑے ہوئے ہیں۔ اب جب قیمتیں گر گئیں تو ہم نے امپورٹ کی اجازت دے دی۔ جبکہ خود حکومت اس پوزیشن میں نہیں کہ اپنے سرکاری زخائر بڑھا سکے۔ جن سے ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ کو بھیجی گندم نہیں سمبھالی جاتی ان سے تیل سمبھالا جائے گا؟ خیر۔ اب لوگ امپورٹ کر کے ہولڈ کر رہے ہیں اور جب قیمت بڑھ جائے گی تو وہ یہی سستے میں حکومت کی اجازت کے بعد خریدا گیا تیل مہنگے داموں اسی حکومت کو بیچیں گے۔ یعنی جسے آپ آج ارب پتی سمجھ رہے ہیں عوام کے پیسے سے ہی بہت جلد وہ کھرب پتی ہونے والا ہے۔ ریاستی پالیسیاں سب کو برابر کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ پاکستان کی آئل پالیسی ایسی نہیں جہاں کوئی بھی عام انوسٹر ملک وملت کی خاطر ہی کوئی خاطر خواہ کارہائے نمایاں سرانجام دے سکے۔ لہذا اب جبکہ حکومت کمائی کر رہی ہے تیل پر، کم از کم اب تو سودی قرض پر تیل نہ لے، اب تو تیل سستا ہے، اب بھی اگر آپ نے سود پر ہی اور قرض پر ہی تیل لینا ہے تو آپ کس کا فائدہ کر رہے ہیں؟ ملک وملت کا تو نہیں! زخائر بھریں۔ پرائیویٹ اداروں کی امپورٹ پر پابندی لگائیں۔ زیادہ تر کمپنیاں وہ ہی ہیں جنہوں نے تیل عالمی منڈی میں قیمت بڑھتے ہی امیر ممالک کو فروخت کرنا ہے۔ آپ اس وقت ایکسپورٹ پر پابندی نہیں لگا سکیں گے۔ برائے مہربانی خود خریداری کریں جسطرح چین کر رہا ہے۔ کروڈ آئل یعنی خام تیل کو محفوظ کرنا کوئی راکٹ سائنس نہیں ہے۔ ہمارے اپنے لوگ یہ سب کام کر سکتے ہیں۔ اس پاکستانی قوم کو آپ بہت زیادہ ایزی لے چکے ہیں۔ ہاں آئل ریفائنری ایک سائنس ہے لیکن اگر نائیجیریا جیسا ملک یہ کام کر سکتا ہے تو ہم کیوں نہیں؟ ہم ایٹم بم بنا سکتے ہیں، لڑاکا طیارے بنا سکتے ہیں، ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں بنا سکتے ہیں، ماڈرن وارفیئر کے تمام فرنٹس پر دشمنوں کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں تو یہ آئل ریفائنری کونسی بڑی بات ہے؟ لیکن افسوس یہ ہے کہ آپ غلامی کا طوق پہن چکے ہیں۔ اور جو آپکے آقا ہیں وہ کبھی بھی نہیں چاہیں گے کہ آپ اس غلامی سے باہر نکلیں۔ لہذا تالیاں بجائیں! تالیاں! کبھی سعودی عرب کے لیئے، کبھی ایران کے لیئے، کبھی چین کے لیئے، کبھی روس کے لیئے، اور کبھی امریکہ، برطانیہ، اور یورپی ممالک کے لیئے جو بہت بہترین کھیل رہے ہیں۔

آصف زرداری کون؟ مرد حر، مسٹر ٹین پرسنٹ یا کچھ اور؟

آصف زرداری پاکستان پیپلز پارٹی کے کوچیئرمین اور پاکستان کے سابق صدر ہیں۔

لیکن ہم شاید وہ واحد نسل ہیں جو کہ آصف علی زرداری کے بارے میں لطیفے اور گالیاں سنتے ہوئے بڑے ہوئے ہیں۔

وقت کی کسوٹی سب سے شفاف کسوٹی ہوتی ہے

اس سے بڑا منصف کوئی نہیں ہوتا۔

ہم سب غلطیاں کرتے ہیں۔

۔ کبھی کبھی تاریخی غلطیاں بھی کرتے ہیں

لیکن وقت ہماری غلطیوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

ہم وقت کی گرد سے پاکباز بن کر ابھر آتے ہیں۔

پاکستان کے سیاسی افق پر آصف زرداری ایک ایسا کردار ہے جو سب سے زیادہ برا گردانا جاتا ہے۔

جسے اتنا برا کہا گیا کہ پاکستان کی تاریخ میں اس سے زیادہ بدتعریفی کسی اور کی نہیں ہوئی۔

۔ لیکن جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا سچ تھا اور کیا فسانہ۔

مجھے معلوم ہے کہ شاید میں وہ پہلا شخص ہوں جو اس دو دھاری تلوار کے ساتھ کھیلنے جا رہا ہوں جس میں ہر دو صورتوں میں ہی نقصان ہے۔

لیکن تاریخ کا درست کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔

چاہے اس کی خاطر کچھ بھی قیمت چکانی پڑے۔

زرداری قبیلہ کی تاریخ

۔ زرداری قبیلہ سندھی بلوچ جاٹ قبیلہ ہے ایک اندازہ کے مطابق 160,000 نفوس پر مشتمل ہے۔

مصدقہ سندھی تاریخ

کے مطابق یہ قبیلہ تقریباً تین صدیاں پہلے بلوچستان سے ہجرت کر کے اس علاقہ میں آباد ہوا۔

پیشہ

کے اعتبار سے شتربانی کے پیشہ سے وابسطہ ہے ۔ تاریخی اعتبار سے بھی اونٹ کی اصل قیمت اور پہچان کرنے میں زرداری قبیلہ کے لوگ اپنی مثال آپ ہیں ۔ اکثر تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ اس قبیلہ کے افراد چونکے صحراء لوگ ہیں اسی وجہ سے اونٹ کے ساتھ انکا رشتہ فطری ہے۔

زرداری قبیلہ کی ملکیت

میں ہزاروں ایکڑ زرعی رقبہ بھی موجود ہے جو کہ تالوکہ سکرنڈ ڈسٹرکٹ سے نواب شاہ تک پھیلا ہوا ہے. خاص طور پر فتو حل زرداری اور بالو جا قبہ اسی قبیلہ کی ملکیتی علاقہ ہیں.

سجاول خان زرداری

جو کہ حاجی حسین ذرداری کے والد اور حاکم علی زرداری کے دادا اور آصف علی زرداری کے پردادا تھے وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اس خطہ کی تاریخ میں اہم ترین کردار ادا کیا.

1871 میں جب تیسرے پیر صاحب پگاڑو سید حزب اللہ شاہ نے انگریز قانون کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو یہ سجاول خان زرداری ہی تھے جنہوں نے دیگر قبائل کے ساتھ مل کر انگریزوں کو نواب شاہ کی دہلیز پار نہیں کرنے دی

سجاول خان زرداری با قاعدہ عملی سیاست سے وابسطہ بھی تھے.

. بے شک حر خون آزاد خون ہوتا ہے

یہ بے باکی بلوچ قبائل کا خاصہ ہے.

خواہ وہ قبائل سندھ میں آباد ہو گئے ہوں یا آج تک بلوچستان میں آباد ہوں.

یہی وجہ ہے کہ آج تک انہیں محکومی کی بیڑیوں میں جکڑا نہیں جا سکا.

گو کہ بعد کے انگریز تاریخ دانوں نے اپنے اپنے مسائل ونظریات کی بنیاد پر نتائج اخذ کیئے ہیں.

لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جن مقاصد کے حصول کے لیئے زرداری قبیلہ نے علم بغاوت تھاما تھا وہ کامیاب رہا.

گو کہ اس وقت انہیں ڈاکو اور باغی لکھا گیا ہے. یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ آزادی کے پروانے باغی ہی تصور کیئے جاتے ہیں.

انگریز کی مجبوری بن گیا تھا کہ وہ زرداری قبیلہ کے سرداروں سے دوستی کرے اور اچھے تعلقات استوار کرے. جو کہ اس نے بعد کے آنے والے ادوار میں کیا. آج پانچویں نسل کے زرداری نہ صرف بہت زیادہ پڑھے لکھے ہیں بلکہ پوری دنیا میں بہت اہم عہدوں پر فائز بھی ہیں.

حاکم علی زرداری

1930 میں نواب شاہ سندھ میں محمد حسین زرداری کے ہاں پیدا ہوئے.

زرداری قبیلہ کے سردار کی حیثیت سے زمہ داریاں تادم مرگ ادا کیں.

1960 میں با قاعدہ طور پر سیاست میں قدم رکھا.

1965 کے لوکل باڈیز الیکشن میں محترمہ فاطمہ جناح کا ساتھ دیا. اس کے نتیجہ میں محترمہ فاطمہ جناح بڑے واضح فرق کے ساتھ نواب شاہ سے کامیاب ہوئیں . حاکم علی زرداری صاحب نواب شاہ کے ڈسٹرکٹ ناظم منتخب ہوئے.

میر پور خاص کے ڈپٹی میئر بنے.

حاکم علی زرداری مرحوم پہلے عوامی نیشنل پارٹی کے ساتھ وابسطہ تھے . آپ عوامی نیشنل پارٹی ANP کے مرکزی نائب صدر اور سندھ کے

صدر تھے.

1970 میں پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی ممبران میں سے تھے.

یہاں میں یہ عرض کرتا چلوں کہ ایک غلط تاثر دیا جاتا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو نے حاکم علی زرداری کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بادشاہ بنا دیا جبکہ اس دن سے پہلے حاکم علی زرداری صاحب کو کوئی نہیں جانتا تھا . یہ بالکل درست نہیں

. گو کہ نواب شاہ اور میرپور خاص کی سیاست سے نکل کر قومی سیاست میں قدم رکھنا 1973 کے عام انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ کی بدولت ہی تھا. لیکن یہ کہہ دینا کہ پہلے کچھ بھی نہیں اور بعد میں سب کچھ بن جانا زرداری خاندان کے ساتھ تاریخ دان کا ظلم ہے.

دوران اقتدار حاکم علی زرداری نے اقتدار کو چھوڑ دیا.

نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی میں چلے گئے . بہت سے لوگ یہاں بھی غلط کہتے ہیں کہ ذوالفقار علی بھٹو نے پارٹی سے نکال دیا تھا.

دراصل حاکم علی زرداری ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے بلوچستان آپریشن کے شدید مخالف تھے . اسی مخالفت کے باعث آپ نیپاکستان پیپلز پارٹی چھوڑ دی.

لیکن 1980 میں جب کہ مارشل لاء کا دور تھا آپ نے پاکستان پیپلز پارٹی دوبارہ جوائن کر لی

. بینظیر بھٹو نے اپنی کتاب Daughter of Destiny مقدر کی بیٹی میں لکھا ہے کہ

"زرداری خاندان نے بھی مارشل لاء میں سختیاں جھیلیں تھیں. ایک فوجی عدالت نے سات سال حاکم علی زرداری پر سیاست میں حصہ لینے پر پابندی لگا دی تھی . فوجی حکومت نے ان کی آباء زمین کا پانی بند کر دیا جسکی وجہ سے سینکڑوں ایکڑ پر کھڑی فصلیں تباہ ہوگئیں" .

حاکم علی زرداری نے 1985 کے غیر جماعتی انتخابات میں بھی حصہ لیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے.

1988 کے عام انتخابات میں دوسری مرتبہ کامیاب ہوئے. بینظیر بھٹو نے انہیں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کا سربراہ مقرر کیا.

1990 میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن میں حصہ لیا لیکن ناکام رہے.

1993 کے انتخابات میں رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے.

اس کے بعد آپ نے عملی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی.

حاکم علی زرداری سندھ کے پہلے جاگیردار تھے جنہوں نے کراچی میں تعمیرات کے شعبہ میں سرمایہ کاری کی.

اسی سرمایہ کاری کے ضمن میں کراچی کا مشہور و معروف بمبینو سینما آپ کی ملکیت و تعمیرات میں آیا.

آپ نے دو شادیاں کیں اور دونوں ہی معروف گھرانوں میں ہوئیں . پہلی شادی حسن علی آفندی سندھ مدرسۃ الاسلام کے بانی کی نواسی ڈاکٹر زرین آراء زرداری جبکہ دوسری زیڈ اے بخاری معروف شاعر, ادیب , آل انڈیا ریڈیو, ریڈیو پاکستان, اور بی بی سی اردو سروس کے بانی کی سب سے چھوٹی بیٹی بلقیس سلطانہ زرداری عرف ٹمی بخاری کے ساتھ ہوء.

آپ کا ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں ۔ بیٹا آصف علی زرداری اور بیٹیاں فریال تالپور اور عزرا پیچوہو آج بھی عملی سیاست میں ہیں ۔ جبکہ فوزیہ زرداری سیاست سے باہر ہیں ۔ آپ کا ایک لے پالک بیٹا اویس مظفر ٹپی بھی ہے جسے آصف علی زرداری اپنا سگا بھائی ہی گردانتے ہیں۔

آپ کی وفات 24 مء2011 کو اکیاسی 81 سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد ہوئی اور آپ کو 25 مء2011 کو زرداری ہاؤس نواب شاہ میں سپردخاک کیا گیا۔

زرداری قبیلہ کے سربراہ کی حیثیت سے آپ کو رئیس کا لقب دیا جاتا تھا جو آپ کے بعد اب آپ کے بیٹے آصف زرداری کو باقاعدہ طور پر عطا ہوا ہے۔

آصف زرداری اور بچپن

بچپن تو سب کا معصوم ہوتا ہے

26 ۔ جولائی ء1955 کو کراچی شہر میں آنکھ کھولنے والے آصف زرداری کے بارے میں کون جانتا تھا کہ تاریخ میں انمٹ نقوش اسکے منتظر ہیں۔

گوکہ وال اسٹریٹ جنرل کے صحافی صاحب ظاہر ہے The Wall Street Journal وال اسٹریٹ جنرل سے تعلق رکھتے ہیں اور انکے الفاظ خواہ درست یا غلط تمام دنیا میں حرف کل سمجھے جاتے ہیں۔

نے تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس شخص کو ہم حاکم علی زرداری کا بیٹا اور پاکستان کی سیاست میں اہم ترین شخص پچھلے کئی سالوں سے مانتے چلے آ رہے ہیں وہ صرف کچھ عرصہ کے لیئے کراچی گرائمر سکول گیا اور وہاں سے سینٹ پیٹرکس ہائی سکول سے نکالا گیا ۔ نکالے جانے کے بعد تمام عمر انپڑھ رہا۔

گوکہ آج اس بات سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اس وقت کیا ہوا تھا؟ کیونکہ آج ایک کامیاب زندگی زرداری صاحب کی ملکیت ہے۔

لیکن جو لوگ پاکستان کے سسٹم کو جانتے ہیں وہ یہ سوچ کر بتائیں کہ اگر بچہ نالائق ہے اور سکول سے نکالا گیا ہے تو پھر سکول کو سینما اکو پمنٹ جوکہ اس دور میں جب کہ خبریں بھی سینما پر ہی دکھائی جاتی تھیں بطور تحفہ دینے کی ضرورت کیونکر پیش آئی۔

جی ہاں 1972 میں سینٹ پیٹرکس ہائی سکول کو سینما اس وقت بمبینو سینما کے مالک اور آصف علی زرداری کے والد محترم حاکم علی زرداری نے بطور تحفہ دیا۔

یہ سینٹ پیٹرکس ہائی سکول وہ ہی ہے جہاں ایل کے ایڈوانی, محمد خان جونیجو , شوکت عزیز, سابق صدر پرویز مشرف اور دیگر اہم ترین سیاسی, سماجی, وکاروباری شخصیات بھی زیر تعلیم رہیں۔

آصف زرداری صاحب پر بمبینو سینما کی ٹکٹس بلیک کرنے کا الزام تو آپ نے بارہا سنا ہوگا لیکن شاید یہ ہماری معاشرتی کمزوری ہے کہ ہم منفیت پر زیادہ اور مثبتیت پر کم ہی دھیان دیتے ہیں۔

یہ ہی وجہ ہے کہ
فلمساز سجاد کی اردو فلم
"منزل دور نہیں"
میں ہیرو حنیف اور ہیروئن صوفیہ کے ساتھ بطور چائلڈ اسٹار کام کرنے والے. اور فلم
"سالگرہ"
میں چاکلیٹ ہیرو وحید مراد کے بچپن کا بطور چائلڈ اسٹار کردار ادا کرنے والے آصف علی زرداری کے پیچھے کا چھپا ہوا احساس اور معصوم بچپن نظر نہیں آتا.
کیڈٹ کالج پٹارو
میں داخلہ آپ کے مستقبل کی چاہت کو ظاہر کرتا ہے. لیکن جیسے میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ
آزاد لوگ مقید نہیں کیئے جا سکتے.
بجا طور پر آصف زرداری کا مزاج ڈسپلن والا تھا ہی نہیں. لہذا لندن سکول آف بزنس سٹڈیز سے ایجوکیشن میں ڈگری حاصل کرنے روانہ ہوئے.
زرداری صاحب کو شروع سے ہی پولو اور باکسنگ کا شوق تھا . زرداری کے اثر ورسوخ کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ زرداری کی ٹیم کا نام
"زرداری فور"
تھا.
آصف علی زرداری پاکستان کی تاریخ کے پہلے منتخب صدر ہیں جنہوں نے صدارت کی معینہ مدت یعنی پانچ سال کرسی صدارت پر براجمان رہ کر گزارے
. دوسری جانب زرداری صاحب انسانی تاریخ کے وہ پہلے اور شائد واحد شخص ہوں جن کی بیگم شادی کے ایک سال بعد 1988 میں وزیر اعظم بنیں.
آصف علی زرداری اور بینظیر بھٹو کی شادی.
آج بھی بہت سے لوگ حیات ہیں جنہیں کراچی کی تاریخ کی سب سے عالیشان شادی دیکھنے کا موقع ملا.
لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ یہ شادی لو و اور اریج دونوں طرح کی تھی.
تھریسا مے
1976 میں تھریسا مے کو اس وقت کے آکسفرڈ یونین کے صدر فلپ سے کنزرویٹو ایسوسی ایشن میٹنگ میں متعارف کروانے والی بینظیر

بھٹو شہید تھیں.
اس ابتدائی ملاقات نے تھریسا مے اور فلپ کے تعلقات کو 1980 رشتہ ازدواج میں تبدیل کر دیا اور یہ رشتہ آج بھی قائم ہے.
تھریسا مے اس وقت ایک عام لڑکی تھی جس نے اپنے اوپر کیئے گئے احسان کو یاد رکھا اور بینظیر بھٹو کو اس احسان کا عمدہ بدل دینے کی جستجو جاری رکھی.
تھریسا مے اور فلپ نے مل کر بینظیر کے لیئے نواب شاہ کے رئیس آصف علی زرداری کو تلاش لیا.
آج تک کوئی بھی قلم کار یہ جرأت نہیں کر سکا کہ وہ یہ اقرار کر سکے کہ پہلی مرتبہ جب آصف زرداری نے بینظیر بھٹو کو دیکھا تو وہ دل دے بیٹھے.
ظاہر ہے قلم کار لکھتا بھی کیسے.
اسے تو ظالم, جابر, اور ولن کا کردار آصف زرداری کے سر تھوپنا تھا.
اور دوسرا ہر شخص کو اس شادی کے پیچھے سازش دیکھنی تھی.
سازش سے جان چھٹتی تو محبت نظر آتی.
تھریسا مے نے ٹمی بخاری, آصف زرداری کی سوتیلی والدہ کو راضی کیا اور انہیں بینظیر بھٹو کی والدہ بیگم نصرت بھٹو کے پاس بھیجا. اور شادی خانہ آبادی 1987 میں طے پا گئی
تھریسا مے اور فلپ اپنے دیگر دوستوں کے ساتھ شادی کی تقریب میں شریک بھی ہوئے
. قارئین کی معلومات کے لیئے کہتا چلوں کہ یہ وہی تھریسا مے ہیں جو برطانیہ کی وزیراعظم رہی ہیں.

آصف زرداری کا سیاسی سفرنامہ
آصف زرداری ایک ناکام شخصیت تو ہو سکتے ہیں لیکن جس کی کمر انہوں نے تھپکی ہے وہ ایک کامیاب انسان بن کر ابھرا ہے.
عملی سیاست میں پہلا قدم
1983 میں نوابشاہ کی ڈسٹرکٹ کونسل کی نشست کا انتخاب لڑ کر کیا . گو کہ یہ الیکشن آپ ہار گئے لیکن ہمت تھی جو دراصل آپ نے نہیں ہاری.
1985 کے غیر جماعتی انتخابات میں کاغذات نامزدگی جمع کروائے لیکن بعد میں واپس لے لیئے. وجوہات چاہے کچھ بھی ہوں اس وقت یہ ایک اچھا فیصلہ تھا کیونکہ حاکم علی زرداری بھی الیکشن میں حصہ لے رہے تھے. گو کہ وہ الیکشن ہار گئے. لیکن انکے لیئے دوبارہ کھڑے ہونا آسان تھا. ان کے لیئے بہت مشکل.
اسی عرصہ میں وزیراعلی سندھ غوث علی شاہ کی کابینہ کے وزیر کوڑل شاہ نے آصف علی زرداری کو مشورہ دیا کہ وہ پراپرٹی بزنس میں آ جائیں.

آپ نے مشورہ مان لیا.
کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پراپرٹی بزنس میں ناکامی آپکا مقدر رہی. لیکن بحریہ ٹاؤن اور ملک ریاض کے کاروبار کی وسعت اس بات کو غلط ثابت کرنے کے لیئے کافی ہے.
18 دسمبر 1987 کے روز ہونے والی بینظیر بھٹو کے ساتھ شادی نے ایک دم آپ کو سیاست کی بلندی عطا کر دی.
کم و بیش ایک لاکھ کے مجمع جب ککری گراؤنڈ لیاری میں محترمہ کے نعروں کا جواب دے رہی تھیں عین اسی وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس خوبرو نوجوان کی داہنے ہاتھ پر موجودگی شاید پاکستان کی سیاسی تاریخ کا اہم ترین موقع تھا.
کیونکہ اس واقعہ کے صرف ایک سال کے اندر اندر پاکستان کے سیاسی حالات نے یکسر کروٹ لے لی.
17 اگست 1988 کو جنرل ضیاء الحق کا طیارہ حادثہ کا شکار ہو گیا.
4 دسمبر 1988 کو بینظیر بھٹو اسلامی دنیا کی پہلی اور پاکستان کی واحد خاتون وزیراعظم بن گئیں.
آصف علی زرداری سیاست سے دور رہنا چاہتے تھے. لیکن سیاست آصف زرداری سے دور نہیں رہنا چاہتی تھی.
1988 الیکشن میں آپ نے ظاہراً بالکل حصہ نہیں لیا لیکن دراصل آپ محترمہ بینظیر بھٹو اور عام کارکن کے درمیان پل کا کردار ادا کرتے رہے.
ظاہر ہے جو عوام میں بیٹھے گا وہ ہی عوام کے کام بھی کرے گا. یہی مقبولیت مخالفین کو ہضم نہ ہو پاۓ. ایسی سازش رچی گ ۓ جس کے اثرات سے آصف زرداری کی شخصیت باہر ہی نہیں نکل پاۓ. شاید انہیں کچھ فرق بھی نہیں پڑتا.
غلام مصطفیٰ جتوۓ اپنی حتی الامکان مخاصمت کا اظہار کرنا چاہتے تھے.
بینظیر حکومت کا تختہ الٹا جا چکا تھا. انہوں نے اگست 1990 میں نگران وزیراعظم کا قلمدان سمبھالتے ہی آصف علی زرداری کو
"مسٹر ٹین پرسنٹ"
کا لقب عطا کر دیا. یاد رہے کہ یہ الزام آۓ جے آۓ کے سرخیلوں نے لگایا تھا جن کے بارے میں آنے والے دنوں میں پردہ اٹھاؤں گا.
اس الزام کو آج چھبیس سال بعد بھی ثابت نہیں کیا جا سکا.
لیکن یہ الفاظ اس کے بعد آصف علی زرداری کی زندگی سے نہیں نکل سکے.
اس کے بعد 10 اکتوبر 1990 کو آصف زرداری گرفتار ہو گئے.
گرفتاری کے باوجود الیکشن لڑا اور کامیاب رہے.
سوال یہ ہے کہ اگر اتنے ہی کرپٹ تھے جتنا برا کہا گیا تو اس وقت الیکشن کیوں جیت گئے؟
جب کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے دیگر کۓ بڑے بڑے نام الیکشن ہار گئے؟
ابھی کئی ایک سوالات اور بھی آپ کے سامنے رکھ کر کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں. فی الحال تاریخی واقعات کی طرف بڑھتے ہیں.

25 مارچ 1991 کو سنگاپور ایئر لائن کا طیارہ 117 ہائی جیک ہوا.

ہائی جیکرز نے دیگر کئی مطالبات کیئے جن میں سے زرداری صاحب کی رہائی کا مطالبہ بھی تھا. سنگاپور کمانڈوز نے کاروائی کی . اور تمام ہائی جیکرز کو ہلاک کرنے کے بعد طیارہ بازیاب کروالیا.

آصف علی زرداری کا اس واقعہ سے کوئی تعلق قومی و بین الاقوامی طور پر منظر عام پر نہیں آیا.

یہاں ہم آصف زرداری کے جیل میں رویہ کا احاطہ کرتے چلیں.

آصف زرداری نے جیل جاتے ہی جیل اصلاحات کا مطالبہ کردیا.

جس کے لیئے بھوک ہڑتال بھی کی . جیل کے قیدیوں پر ہزاروں احسانات کیئے.

جو لوگ جیل گئے ہیں وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ جیل کے اندر کیئے جانے والے احسانات کی کیا قدر و قیمت ہوتی ہے.

ہزاروں قیدی جن کے پاس جرمانے ادا کرنے کے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے جیل طویل ہو چکی تھی ان کے نہ صرف جرمانے ادا کروائے بلکہ ہر ممکن امداد بھی فراہم کی.

یہ رویہ صرف اسی دور کے لیئے خاص نہیں تھا.

بلکہ بعد میں بھی جب جب آپ جیل گئے آپ نے احسانات کیئے اور جیل کے بعد احسانات کا عمدہ اور بہترین بدلہ بھی دیا.

یہی وجہ ہے کہ

اڈیالہ جیل کی دیواریں ہوں یا صدارتی محل کی راہداریاں آپ کی یاری نبھانے کی گواہیاں ببانگ دہل دیتی پھرتی ہیں.

کوئی محبت کرنے والا ہوگا جس نے بین الاقوامی توجہ کے حصول کے لیئے جہاں دیگر مطالبات پیش کیئے وہاں یہ مطالبہ بھی کر ڈالا.

1993 فروری میں عدالتی حکم پر رہائی مل گئی.

مارچ 1993 میں 18 رکنی کیئر ٹیکر گورنمنٹ میں پہلی مرتبہ بطور وزیر قلمدان سمبھالا.

بینظیر بھٹو کے بطور وزیر اعظم قلمدان سمبھالتے ہی آپ وفاقی حکومت میں بطور وفاقی وزیر برائے انوسٹمنٹ بنے.

اسی دور میں آپ IB اور FIA کے سربراہ بھی بنے.

فروری 1994 میں آپ نے ملی کارنامہ سرانجام دیا. عراق کویت بارڈر پر صدام حسین کی فوج نے تین پاکستانیوں کو گرفتار کر لیا.

اسی دور میں عراق میں دوائیوں اور دیگر اشیاء خوردونوش کی شدید کمی تھی.

آپ دوائیوں کا تحفہ لے کر صدام حسین سے ملاقات کے لیئے گئے. کمال یہ تھا کہ آپ نے مطالبہ رکھا بھی نہیں اور صدام حسین نے پاکستانیوں کو رہائی دے دی.

مارچ 1994 میں آپ پر بینک فراڈ کے تمام الزامات ختم کر دیئے گئے اور عدالت نے آپ کو باعزت بری کر دیا.

اپریل 1994 میں آپ ایک بار پھر الزامات کی بوچھاڑ کی زد میں تھے. اب کی بار آپ پر

"de facto Prime Minister "

یعنی وزیراعظم کے اختیارات استعمال کرنے کے الزامات تھے.

آپ نے نہ صرف سختی سے ان الزامات کی تردید کی بلکہ اس کے بعد کچھ عرصہ منظر سے غائب بھی ہو گئے.

مارچ 1995 میں آپ کو ایک نئے ادارہ

" Environment Protection Council" کونسل برائے تحفظ ماحولیات کا چیئرمین بنا دیا گیا.

اسی اثناء میں نصرت بھٹو اور بینظیر بھٹو کے درمیان میر مرتضی بھٹو کو نوازنے کے معاملہ پر چپقلش شدت اختیار کر گئی.

ظاہراً تو یہ ایک گھریلو معاملہ تھا لیکن چونکہ پاکستان پیپلز پارٹی اس دور میں ایک گھر کی ہی حیثیت رکھتی تھی تو یہ معاملہ پارٹی کے بڑوں کے درمیان آ گیا. یہاں آصف علی زرداری نے اپنی بیگم بینظیر بھٹو کے مئوقف کا ساتھ دیا جس پر محترمہ نے زرداری صاحب کا اعلانیہ شکریہ بھی ادا کیا.

یہ چپقلش عروج پر تھی کہ کراچی کی سڑکوں پر بھٹو خون بہتا ہوا ہر چشم سرخ نے پھٹتے جگر کے ساتھ دیکھا.

مخالفین فائدہ اٹھا چکے تھے . میر مرتضی بھٹو کو ستمبر 1996 کو اپنے سات ساتھیوں سمیت پولیس مقابلہ میں شہید کر دیا گیا.

نصرت بھٹو نے میر مرتضی بھٹو شہید کے جنازہ پر بینظیر بھٹو اور آصف علی زرداری کو اس قتل کا زمہ دار ٹھہرا دیا.

پاکستان کے تمام بڑے اخبارات نے بھی زرداری صاحب کو ہی ملوث ٹھہرایا.

وجہ یہ بتائی جا رہی تھی کہ چونکہ مرتضی بھٹو پاکستان پیپلز پارٹی سے الگ ہونا چاہتے تھے اس وجہ سے انہیں راستہ سے ہٹا دیا گیا.

جبکہ آج اگر ہم دیکھیں تو اس سازش کے پیچھے مفاد کسی اور کا حل ہوا ہوتا دکھائی دیتا ہے.

فاروق لغاری نے اس واقعہ کے صرف سات ہفتوں بعد حکومت کا تختہ الٹ دیا.

اگر مان بھی لیا جائے کہ مرتضی بھٹو الگ پارٹی بنانا چاہتے تھے تو کیا کوئی تبصرہ کرنا پسند کرے گا کہ وہ پارٹی غنوی بھٹو کی الگ سیاسی جماعت سے کتنا اچھا رزلٹ دے پاتی ؟

در حقیقت المرتضی کو ایک دہشت گرد گروہ کے طور پر دیکھا جانے لگا تھا

. اور یہ بالکل وہی دور تھا جب اس وقت کی مہاجر قومی موومنٹ کو نکیل ڈالنے کی کوشش ہو چکی تھی.

ایسی صورتحال میں بینظیر بھٹو صاحبہ چاہتی تھیں کہ ہتھیار کی بجائے ووٹ کی طاقت سے عوام کے دل جیتے جائیں . گفتگو کے تمام دروازے کھلے تھے . اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن میں فقط یہ ہی لکھوں گا کہ

اس قتل کا فائدہ کس کو ہوا؟

زرداری صاحب کو ؟ جو اس واقعہ کے سات ہفتہ بعد گرفتار ہو کر جیل میں تھے؟ یا انہیں جنہوں نے نیک نامی کے پہاڑ سر کیئے؟ جواب آپ

تلاش کیجیئے . میں آگے بڑھتا ہوں .

نومبر 1996 میں بھٹو حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور آصف زرداری صاحب کو گرفتار کر لیا گیا .

1997 میں جبکہ آپ جیل کی سلاخوں کے پیچھے تھے . آپ پر منی لانڈرنگ سے لے کر , منشیات اسمگلنگ تک تقریباً سبھی الزامات موجود تھے . آپ پر عالم بلوچ وفاقی سیکریٹری سائنس وٹیکنالوجی کے قتل کا مقدمہ حیدرآباد میں درج ہوا . اسی مقدمہ میں آپ کے والد کو بھی نامزد کیا گیا . دیگر مقدمات کی طرح آپ اس میں بھی کئی سال بعد باعزت بری ہوئے .

مارچ 1997 میں زرداری صاحب نے جیل کی سلاخوں کے پیچھے سے سینٹ کا الیکشن جیت لیا . انہیں سخت سکیورٹی حصار میں کراچی سے اسلام آباد حلف برداری کے لیئے لایا گیا .

جنوری 1998 میں New York Times میں ایک رپورٹ شائع ہوئی جس نے کہا کہ

زرداری صاحب اور انکے پارٹنر نے Dassault Aviation جو کہ ایک فرانسیسی فوجی فرم ہے سے 4 ارب ڈالر کے معاہدہ کے عوض 200 ملین ڈالر کی kick back کک بیک یعنی کمیشن لی ہیں .

اس رپورٹ نے مزید کہا کہ پانچ پانچ ملین ڈالر کی دو کمیشنیں ایک سونے کے تاجر سے لی ہیں جن کے عوض اسے سونے کی تجارت پر اجارہ دار " Monopoly " دی جانی ہے .

اسی رپورٹ نے یہ بھی کہا تھا کہ بھٹو فیملی نے 1.5 ارب ڈالر کے کک بیکس یعنی کمیشن مختلف حکومتی معاہدوں کی مد میں وصول کیئے ہیں .

اس رپورٹ پر سٹی بنک پریشر میں رہا اور 9 نومبر 1999 کو زرداری صاحب کی کیس ہسٹری کو امریکی سینٹ نے بنکنگ نقائص قرار دیتے ہوئے خارج کر دیا .

بالکل اسی طرح جسطرح Exact کمپنی اور بول ٹی وی کے معاملات آپ کی نظر سے گزر رہے ہیں . شعیب شیخ صاحب بھی جعلی ڈگریوں کے کیس میں کلین چٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے . اس سب پر پھر کبھی گفتگو کریں گے . ابھی آگے بڑھتے ہیں اور طویل موضوع کو اختتام کی طرف لے کر جاتے ہیں .

یاد رہے کہ اسی اثناء میں ایک جانب .

آصف زرداری صاحب اور انکے 18 دیگر ساتھیوں کو مرتضی بھٹو قتل کیس میں ملزم نامزد کر دیا گیا . جبکہ دوسری جانب سٹی بنک نے زرداری صاحب کے اکاؤنٹس کو منجمد بھی کر دیا .

جولائی 1998ء سوئٹزرلینڈ حکومت کے مہیا کردہ کاغزات کی بدولت آپ پر منی لانڈرنگ کیس بنا دیا گیا .

یہ ہی وہ کیس تھا جس کی پاداش میں وزیراعظم کی قربانی بھی کی گئ ء .

سوس حکومت نے آپ کو ملزم نامزد بھی کیا .

سوس عدالت نے چھ ماہ سزا اور پچاس ہزار ڈالر کا جرمانہ عائد کیا. ساتھ ہی گیارہ ملین ڈالر پاکستان کو واپس کرنے کی ہدایت بھی دی.

اپریل 1999 میں بینظیر بھٹو صاحبہ اور آصف علی زرداری صاحب کو سوئٹزرلینڈ کی ایک کمپنی کے ساتھ مل کر کسٹم ڈیوٹی کی مد میں خرد برد کرنے کے الزام میں 8.6 ملین ڈالر کا جرمانہ اور پانچ سال قید کی سزا سنائی گئی.

بینظیر بھٹو صاحبہ کی جلاوطنی اور زرداری صاحب کے پابند سلاسل ہونے کی وجہ سے یکطرفہ سزا پر عمل درآمد نہ ہو سکا.

مئی ء1999 میں آپ پر جیل میں قاتلانہ حملہ ہوا.

نومبر 2004 میں آپ کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا.

کچھ لوگ الزام لگاتے ہیں کہ یہ رہائی در پردہ ڈیل کا حصہ تھی. اور آصف زرداری کے ڈیل پر کاربند نہ رہنے کی وجہ سے 21 دسمبر 2004 میں ایک مرتبہ پھر ایک قتل کے مقدمہ میں گرفتا کر لیا گیا.

گو کہ اگلے ہی روز ضمانت پر رہائی مل گئی. لیکن پرویز مشرف نہیں چاہتے تھے کہ آپ پاکستان میں نظر آئیں. لہٰذا آپ دبئی چلے گئے.

اپریل 2005 میں آپ نے بھرپور انداز میں پاکستان کے سیاسی افق پر دوبارہ نمودار ہونے کی کوشش کی اور لاہور ایئرپورٹ آمد پر ریلی کی قیادت کرنا تھی لیکن پولیس نے ایئرپورٹ سے سیدھا بلاول ہاؤس پہنچا دیا. آپ کی نقل وحمل محدود کر دی گئی. اور مئی ء2005 کو آپ دبئی واپس روانہ ہو گئے.

جون 2005 میں آپ کو ہارٹ اٹیک ہو گیا اور آپ دبئی سے امریکہ اپنی اینجو پلاسٹی کروانے کے لیئے روانہ ہو گئے.

آپ کی پاکستان آمد کا راستہ روکنے کے لیئے موثر اقدامات ہونا لازمی تھے.

ستمبر 2005 میں آپ بیماری کی وجہ سے عدالت میں کرپشن کیس میں پیش نہ ہو سکے. اور جنوری 2006 میں عدالت نے آپ کے ریڈ وارنٹ جاری کر دیئے.

بینظیر بھٹو نے ستمبر 2007 میں وطن واپسی کا اعلان کر دیا. اس وقت آپ بوجہ علاج امریکہ میں مقیم تھے. کراچی واپسی کی ریلی میں بم دھماکہ ہو گیا اور الزام پاکستان کے سکیورٹی اداروں پر دھر دیا گیا.

"It was not done by militants"

اس کے ساتھ ہی ساتھ بھٹو صاحبہ نے چیف انویسٹیگیشن افسر کی تبدیلی کا مطالبہ بھی کر دیا. وجہ یہ تھی کہ افسر پر الزام تھا کہ اس نے 1999 میں آصف علی زرداری پر جیل میں قاتلانہ حملہ کیا تھا اور تشدد کیا تھا.

ابھی یہ سب کچھ جاری تھا اور حکومت پر زبردست پریشر تھا کہ حکومت نے اپنے اوپر سے دباؤ کم کرنے کے لیئے اکتوبر 2007 میں National Reconciliation Ordinance المعروف NRO لاگو کر دیا.

اس آرڈیننس کے طفیل زرداری صاحب پر قائم قومی و بین الاقوامی مقدمات سمیت دیگر کء لوگوں پر قائم سیاسی نوعیت کے ریفرنسز ردی کی

ٹوکری میں ڈال دیئے گئے.

صدام حسین کے ساتھ چلنے والے oil for food پروگرام میں 2 ملین ڈالر کک بیک لینے کا الزام اکتوبر 2005 میں منظر عام پر آیا . لیکن NRO کے فوائد یہ ہوئے کہ نومبر 2007 میں سوس حکومت نے 60 ملین ڈالر کی رقم واپس کردی اور دیگر جتنی بھی تحقیقات جاری تھیں سب بند ہو گئیں.

گویا زرداری صاحب ایک مرتبہ پھر فینکس کی طرح ابھرنے کو تیار تھے.

برطانوی تاجر مرتضی بخاری کی ٹانگ پر بم باندھ کر 8 لاکھ ڈالر اینٹھنے کا الزام.,

سٹیل مل کے سابق چیئرمین سجاد حسین کیقتل کا الزام,

سندھ ہاءکورٹ کے ایک جج جسٹس نظام احمد کے قتل کا الزام,

منشیات اسمگلنگ کا الزام,

سوئس کمپنی SGS کوٹیکنا سے کک بیک لینے کا الزام,

دوبئ کے ARY گولڈ کمپنی سے کمیشن لینے کا الزام,

ہیلی کاپٹروں کی خریداری,

پولش ٹریکٹروں کی خریداری,

فرانسیسی معراج طیاروں کی خریداری میں کمیشن لینے,

برطانیہ میں راک وڈ اسٹیٹ خریدنے سوئس بنکوں کے زریعہ سے منی لانڈرنگ کرنے,

چھ شوگر ملوں کے حصص خریدنے کے الزامات,

برطانیہ میں نو,

امریکہ میں نو,
بیلجیئم اور فرانس میں کئی پراجیکٹس میں مختلف ناموں سے سرمایہ کاری کرنے

, اپنی دولت چھپانے کے لیئے سمندر پار کوئی چوبیس فرنٹ کمپنیاں کھولنے

اور تقریباً چودہ سال پابند سلاسل رہنے کے بعد 2004 میں تمام الزامات سے بریت حاصل ہوئی.

باقی ماندہ الزامات میں NRO کا فائدہ لینے کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یا تو الزامات بے بنیاد تھے جن میں سے ایک بھی ثابت نہیں ہو سکا یا پھر ہمارے ادارے اور ان میں بیٹھے لوگ بالکل ہی غیر فعال ہیں.؟

جب آپ سسٹم کے ساتھ مزاق کرتے ہیں تو سسٹم آپ کا مزاق بنا دیتا ہے.
اگلی مرتبہ جب کسی پر الزام لگائیں تو ہوم ورک اتنا مظبوط کریں کہ لوگ بچ نہ سکیں.

یہاں تک کہ پاکستانی سسٹم کی پیچیدگیوں کا فائدہ بھی نہ اٹھا سکیں.

یا نظام پر اتنی محنت کریں کہ خواہ چپڑاسی ہو یا وزیر اعظم, کوئی بھی کسی دوسرے کے ساتھ ظلم نہ کر سکے.

جہاں تک آصف زرداری کا تعلق ہے تو وقت کے گرداب سے نتھرنے کے بعد انہیں کیا معلوم تھا کہ ہما انکے سر پر بیٹھنے والا ہے. گو کہ محترمہ بینظیر بھٹو کی شہادت کا صدمہ انکے لیئے بالکل بھی چھوٹی بات نہیں تھی لیکن یہ وہ وقت تھا جب لوگوں نے کہنا شروع کر دیا تھا

"پاکستان نہ کھپے" یعنی پاکستان نہیں بچے گا!

ایسے میں مسٹر ٹین پرسنٹ نے مسٹر ہنڈرڈ پرسنٹ بنتے ہوئے 27 دسمبر 2007 کو تاریخ ساز الفاظ کہے

"پاکستان کھپے" یعنی" پاکستان زندہ باد"

اس سے آگے کی کہانی شاید اتنی ہی طویل ہو لیکن انشاء اللہ سناؤں گا ضرور. یہاں صرف ایک آخری بات کہہ کر اجازت چاہوں گا کہ آڈیٹر جنرل پاکستان کے مطابق غلام اسحاق خان نے بینظیر بھٹو اور آصف علی زرداری پر کرپشن کے انیس ریفرنس دائر کیئے جن میں سے ایک بھی ثابت نہیں ہو سکا. بلاوجہ اتنی ساری محنت صرف کی . ایک ریفرنس پر محنت کر لیتے جو ثابت بھی ہوتا تو شاید تاریخ آج سے بہت مختلف ہوتی.

داستان حسرت تاریخ سنائے گی؟

(یہ تحریر دو ہزار سولہ میں اس وقت لکھی تھی جب نواز شریف سو فیصد اختیارات کے ساتھ مکمل طاقت میں تھے۔کرداروں کے نام بدل کر آج بھی تحریر اپنی جگہ پر موجود ہے اور شاید ہمیشہ رہے)

داستان حسرت تاریخ سناءے گی؟

دکھ تب ہوتا ہے جب پاکستان پر کم وبیش چالیس سال حکمرانی کرنے والے بھی نظام کی خرابی کا رونا روتے دکھاءدیتے ہیں۔آپ حکمران تھے تو آپ نے نظام کو ٹھیک کرنا تھانا۔کہیں نہ کہیں ذمہ دار آپ بھی ہیں۔لیکن شاید مجھ سمیت بہت سے کمزور و بے بس پاکستانی اس حقیقت کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی آپ کا نام نہیں لے سکتے کیونکہ اس سے نیشنل سکیورٹی پر حرف آتا ہے۔قانون سب کے لیے برابر ہونا چاہیے اور نظام بھی۔نہ کہ مشرف و عاصم کے لیے کچھ اور معیار اور عام پاکستانی کے لیے کچھ اور۔

طاقتور کو مزید طاقتور بنانے میں ہم سب حصہ دار ہیں۔

جبکہ ریاست میں نظام کو خودکار اور طاقتور ترین ہونا چاہیے۔خواہ نظام عدل ہو یا نظام حکومت، ریاست میں سب کو برابر کے حقوق حاصل ہونے چاہیں۔ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو ترقی کے برابری کی سطح پر مواقع فراہم کرے۔یہ تب ہی ممکن ہے جبکہ من مانے نظام اور فیصلوں کی زبردستی عملداری کی بجائے خودکار انداز میں برابری کی بنیاد پر حقوق بہم مہیا کیئے جائیں۔
آج جن درختوں کو کاٹنے پر ہم اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہے ہیں وہ اسی فرسودہ نظام کا شاخصانہ ہے۔جس کی آبیاری ہر طاقتور نے اپنے من مانے انداز میں کی ہے۔آج ریاست اتنی غیر متوازن ہے کہ تاریخ میں اسکی مثال ملنا مشکل ہے۔یہ ہی وجہ ہے کہ کبھی مذہبی جنونیت کے نام پر اور کبھی انتہاء پسندی کا ٹھپہ اپنا کر چند ناعاقبت اندیش عناصر اپنے مزموم مقاصد کے حصول کی سعی میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں اور ریاستی ادارے اپنے آقاءوں کی جانب فرط حیرت سے تکتے ہی دکھائی دیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ چلن کب تک چلے گا؟

نہ تو نواز شریف صاحب نے سدا مسند حکمرانی پر براجمان رہنا ہے اور نہ ہی انکے بعد آنے والوں نے۔منوں مٹی کے نیچے سونے والے کئی ایک ہمیشہ رہنے کے دعویدار تو تھے لیکن وقت نے حقیقت کا پردہ ہمیشہ چاک کیا ہے۔

اگر ایسے چلے گا تو مشکل سے ہی چلے گا۔اسے نوشتہ دیوار ہی سمجھیں یا داستان حسرت

جب اربوں روپے کے منصوبہ جات کی گردان الاپی جاتی ہے اور عوام کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں آتی تو یقین جانیے بے حس و حرکت جگر میں بھی خون کے آنسو دریا کی روانی کی مانند بہہ نکلتے ہیں۔آپ تو عطر و کمخواب کی چادر اوڑھنے والے طاقتور لوگ ہیں جناب۔آپ کو کیا پتہ کہ بھوک و افلاس کے کیا دکھ ہیں۔بجلی مہیا کر چکنے کے دعویدار کیا جانیں کہ بیس بیس گھنٹے پچاس ڈگری سینٹی گریڈ کی تپتی گرمی میں بھوک و پیاس سے بلکتے بچوں کا دکھ کیا ہوتا ہے۔

داستان حسرت تو یہ ہے کہ غریب عام پاکستانی کے لیے مفت تمام تر سہولیات موجود ہوں لیکن داستان حسرت تو داستان حسرت ہی ہوتی ہے شاید۔

اب تو آپ کے اپنے لوگ بھی آپ کے خلاف بول اٹھے ہیں لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ کچھ فرق نہیں پڑے گا۔کیونکہ آپ حکمران ہیں نا۔ لیکن یاد رکھیں کہ چالیس پچاس سال بعد جب حمزہ شہباز،مریم نواز، بلاول،آصفہ، بختاور اور دیگر کے پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں تاریخ کی کتابوں میں آپ کا نام پڑھیں گے اور اپنے اردگرد پچھلی انارکی و ناانصافی دیکھیں گے تو یقیناً آپ کو بہادر شاہ ظفر کی اولاد کی طرح ہی یاد کریں گے اور لوگ انکا مذاق اڑایا کریں گے کہ یہ وہ ہیں جن کے بڑوں نے ان کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔
ٹھیک ہے آپ کی دولت اور طاقت آج ماؤنٹ ایورسٹ کو منہ چڑا رہی ہے۔لیکن کیا یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے؟ کیا ریاست بہاولپور کی تاریخ سے آپ ناواقف ہیں؟
چالیس ممالک کے اتحاد کا تحفہ آپ کی جانب سے پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کی صورت میں عوام کو تو آپ دے ہی چکے ہیں لیکن افسوس در افسوس ہے کہ عالمی منڈی میں قیمت نیچے کو اور آپ کی حکومت میں اوپر کو گامزن ہے۔
چین نے قرضہ دیا اور آپ نے پلوں اور سڑکوں کے امبار لگانا شروع کر دیے۔آپ تو ایک منفرد مخلوق ان پر سفر کرنے والی بھی درآمد کر لیں گے۔لیکن آپ کے اپنے بچوں کا کیا؟ آج تو حالات و واقعات و معاملات پر آپ کی گرفت مظبوط ہے لیکن ساٹھ سال بعد آپ تاریخ میں ایک مردہ انسان کے طور پر لکھے جائیں گے۔اگر نہیں یقین تو آج نویں یا دسویں جماعت کے طالب علم سے پوچھ کر دیکھ لیں کہ اسکندر مرزا کون تھا؟ جی ہاں۔جس طرح پاکستانیوں نے اس سے بدلہ لیا ہے ہم بھی آپ سے بدلہ لیں گے۔آپ کے نام کو اپنی تاریخ سے حذف کر کے۔کیونکہ یہ ہمارا اختیار ہے۔ہم عوام ہیں۔بس اسٹینڈ پر کھڑا عام آدمی۔جو سلوک آپ نے نظام کے ساتھ کیا ہم آپ کے ساتھ کریں گے۔شاید میں نہیں ہوں گا۔یہ تحریر بھی نہیں ہوگی۔لیکن آپ کی آل اولاد اس بے رحم مکافات عمل سے یقیناً گزرے گی۔شاید یہ ہی وہ حقیقت ہے جس کا آپ کو ادراک نہیں۔کیونکہ آپ آج طاقتور ہیں۔

محبت ومحنت کا سفر جاری رہے گا: کیپٹن ریٹائرڈ مبشر احمد فاروقی مرحوم

محبت ومحنت کا سفر جاری رہے گا : کیپٹن ریٹائرڈ مبشر احمد فاروقی مرحوم کے ساتھ خصوصی گفتگو

(آدمی وہ ہے جو اپنے محسنوں کو ہمیشہ یادرکھتا ہے۔ میری یہ صحافتی کاوش بین الاقوامی خبر رساں ادارے نے شائع کی۔ آج کیپٹن ریٹائرڈ مبشر احمد فاروقی صاحب منوں مٹی کے نیچے جا سوئے لیکن انکی ظاہری حیات میں کی گئی یہ کاوش خادم کی جانب سے اپنے محسن کے لیئے ایک خراج عقیدت ہے۔ یہاں سیاسی معاملات اوران سے وابسطہ دیگر سینکڑوں کہانیاں حذف کر کے صرف وہ انٹرویو جو شائع ہوا من وعن پیش خدمت ہے۔)

مبشر احمد فاروقی ایک ریٹائرڈ آرمی افسر ہیں۔ مختلف آرمی افسران کے لیئے استاد کا درجہ رکھتے ہیں. آپ پاکستان فیڈریشن چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز کے چیئرمین اسٹینڈنگ کمیٹی برائے منصوبہ بندی, لوکل گورنمنٹ, اور تعمیرات ہیں. اس کے ساتھ ہی ساتھ۔ آپ لاہور چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز کے چیئرمین اسٹینڈنگ کمیٹی برائے منصوبہ بندی اور تعمیرات بھی ہیں. آپ بین الاقوامی امداد باہمی فاؤنڈیشن برائے ایشیا اور پیسفک کے نائب صدر ہیں.

آپ فاؤنڈر سیکریٹری جنرل ہیں امداد باہمی کی تعمیرات کی تنظیم پنجاب, پاکستان کے. آپ نظریاتی اعتبار سے پاکستان مسلم لیگ ن سے عرصہ دراز سے وابسطہ ہیں . ایک سینئر سیاسی کارکن کی حیثیت سے ہمیشہ غیر متزلزل رہے ہیں . اسی وجہ سے آپ پاکستان مسلم لیگ ن میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں.

انٹرویو کے دوران کیپٹن ایم اے فاروقی کا کہنا تھا کہ : بڑھتی ہوئی آبادی کو گھر فراہم کرنے کے لئے دنیا میں کسی بھی ملک کی حکومت کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک امداد باہمی کی تنظیموں اور پراوئیٹ ڈویلپر کے ساتھ مل کر کام نہیں کرتے.

باعزت چھت ہر ذی روح کا بنیادی حق ہے۔

امداد باہمی ہی آج کے مہنگائی سے بھرپور دور میں مشکل کو حل کرنے کی طاقت رکھتی ہے.

انہوں نے کہا کہ میں آپکے ادارہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ میں اپنے خیالات آپ کے زریعہ سے تمام دنیا تک پہنچا سکوں.

اپنے موقف کا اظہار کرتے ہوئے انکا کہنا تھا کہ ہم جس برق رفتاری سے کام کر رہی ہے اس کی مثال پاکستان کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں ملتی. اس کا واضع ثبوت لوگوں میں بڑھتی خوشحالی. کم ہوتی غربت. اور کم ہوتی بے روزگاری کی شرح ہے.

آپ جس بھی سیکٹر کو اٹھا لیجیئے آپ کو اس سیکٹر میں ماضی کے مقابلہ میں زیادہ تیزی سے ترقی اور بہتری ہوتی نظر آئے گی.

جہاں تک مہنگائی کا تعلق ہے تو میں یہ برملا کہنا چاہوں گا کہ میں نے بہت سی میٹنگز میں یہ مسئلہ اٹھایا ہے.

خواہ وزیر اعظم پاکستان میرے قائد محترم نواز شریف صاحب ہوں یا کوئی بھی حکومتی عہدیدار ہو . سب اس معاملہ کو حل کرنے میں انتہائی سنجیدہ ہیں.

لیکن میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ. حکومت جن منصوبوں کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتی ہے ان کے راستہ میں اس زبردست انداز میں رخنہ ڈالا جاتا ہے. حیلوں بہانوں سے روڑے اٹکائے جاتے ہیں. کہ اس اہم ترین مسئلہ کا حل ناممکن نظر آنے لگ جاتا ہے.

پاک چین اقتصادی راہداری جیسا منصوبہ ہو یا اورنج لائن ٹرین جیسا جدید ترین منصوبہ, دشمنان ملک وملت ہر منصوبہ کی مخالفت برائے مخالفت کرتے ہیں ۔ اس کے نتیجہ میں منصوبے التواء کا شکار ہو جاتے ہیں. اس التواء کا غریب عوام کو دوہرا نقصان ہوتا ہے.
ایک تو سہولیات کے استعمال اور فراہمی میں تاخیر کی صورت میں. اور دوسرا منصوبہ کے اخراجات کے بڑھ جانے کی صورت میں. دیکھنا اس امر کو ہے کہ حکومت اپنے محدود وسائل کو کس طرح عوام کی فلاح کے لیئے استعمال کر سکتی ہے.
جن منصوبوں کو شروع کیا جا چکا ہے انکی تکمیل کے بعد ہی کسی نئے منصوبہ کی طرف بڑھا جا سکتا ہے.
مخالفین کو چاہئے کہ عوام کی فلاح میں حکومت کا ساتھ دیں
, کیونکہ حکومت عوامی نمائندوں سے بنی ہے. عوام کی ووٹ کی طاقت کا احترام کیا جانا چاہئے. نہ کہ میں نہ مانوں کے فارمولہ پر عمل پیرا رہنا چاہئے. اسی میں قوم وملت کی بھلاء ہے. حکومت کو آراء دینا اپوزیشن کا حق ہے. ان آراء کو سننا اور عملی جامہ پہنانا حکومت کا فرض ہے.
معاملات کو اسی طرح بہتر انداز میں چلنا چاہئے ۔ نہ کہ جلسہ جلسہ جلوس جلوس کھیل کر اپنا اور قوم کا قیمتی وقت برباد کرنا چاہئے.۔
سوال: پاکستان مسلم لیگ ن کو مشکلات کا سامنا ہے۔کیا کہیں گے اس بارے میں؟
مبشر احمد فاروقی: چند ناعاقبت اندیش اور سازشی عناصر ہر وقت حالات کو خراب کرنے کے درپے رہتے ہیں. میں نہیں سمجھتا کہ یہ لوگ کبھی کامیاب ہو سکیں گے. اور اللہ نہ کرے کہ عوام کے درمیان کبھی کوء خلش ہو. ہمارے ترقیاتی منصوبہ جات بہتر انداز میں چل رہے ہیں۔
مستقبل میں ان میں مزید بہتری کی توقع ہے۔
میں یہ وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ بجلی کے منصوبے اور گیس کے جن منصوبوں پر کام جاری ہے اور جلد ان پر بڑی پیش رفت متوقع ہے ان کی مدد سے خوشحالی کے دور کا آغاز ہوگا. انشاء اللہ جو وعدے عوام کے ساتھ کیئے گئے ہیں وہ پورے ہوں گے۔ محبت ومحنت کا سفر جاری رہے گا.۔
سوال: ردالفساد کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ پاکستان آرمی کے کردار کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں؟
مبشر احمد فاروقی: دہشت گردی کے خلاف جنگ دراصل ہماری نہیں تھی. ہم پر مسلط کر دی گ ء. ہم نے اپنے ہمسایہ مما لک کی مدد کی۔ کوشش کی لیکن انکی لڑاء ہمارے گلے آ گئی ہے۔ ایسا ہمارے ساتھ غلط ہوا ہے. اکثر لوگ اکیلے امریکہ کو اس تمام معاملہ کا زمہ دار گردانتے ہیں۔
جو کہ میری نظر میں درست نہیں ہے. دوسرے بہت سے محرکات بھی شامل حال ہیں. جس انداز میں پاکستان آرمی نے ردالفساد کو لڑا ہے دنیا کی کوئی اور فوج اس کی سکت نہیں رکھتی.
عسکری ماہرین یہ بات تسلیم کریں گے کہ نہ نظر آنے والا دشمن ظاہری دشمن سے ک ء گنا زیادہ خطرناک ہوتا ہے. یوگنڈا, صومالیہ, اور نائجیریا کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں. آج بھی بہت سے مما لک کی عسکری قیادت ہم سے گوریلا جنگجوؤں کے خلاف لڑنا سیکھنے آتی ہے۔

یہ ہماری آرمی کی پیشہ ورانہ قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے.
مبشر احمد فاروقی: پاکستان آرمی جو کہ سرحدوں کی حفاظت پر مامور تھی اسے گلی محلوں میں اتر کر لڑنا پڑا. آج آپکو کوء کمین گاہ نظر نہیں آتی.
یہ ہمارے جوانوں کی قابلیت کا ہی ثمر ہے کہ جہنم کے کتے جہنم میں تو بھونکتے ہوں گے, پاک سرزمین ان کے ناپاک قدموں سے پاک ہو چکی ہے.
جو چند ایک چھپے بیٹھے ہیں وہ بھی بہت جلد جہنم واصل ہوں گے۔ انشاء اللہ. پاکستان آرمی مکمل طور پر پرعظم اور غیر متزلزل حکمت عملی پر کاربند ہے. میں بھی اسی نظریہ کا حامی ہوں۔
جہنم کے کتوں اور انکے سہولت کاروں کو انکی اصل جگہ پر ہی ہونا چاہئے.
پوری پاکستانی قوم آج یک زبان ہے کہ پاکستان آرمی بہت اچھا کام کررہی ہے۔ تو یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ۔آرمی کے جوانوں کی حوصلہ افزاءکریں۔ جہاں کہیں ممکن ہوا انکے شانہ بشانہ ببانگ دہل کھڑے نظر بھی آئیں. اس کے ساتھ ہی ساتھ عوام سے بہتر سہولت کاروں کی نشاندہی کوء اور نہیں کرسکتا.
عوام اس اہم کام کو سرانجام دیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں.
پولیسنگ کا کام آرمی کا نہیں۔لیکن چونکہ یہاں دہشت گرد نظر سے اوجھل ہے تو یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ پاک فوج کا بھرپور ساتھ دیں۔ تاکہ ہمارے بچے محفوظ رہ سکیں.
سوال: کیا آپکو لگتا ہے کہ مما لک کے درمیان ہونے والی تجارت باہمی مشکلات اور آپسی مسائل کا حل ہے؟
مبشر احمد فاروقی: جی ہاں! یہ ہی تو واحد راستہ ہے. بلاشبہ مسائل کا حل بھی تجارت ہی میں پنہا ہے. یہ انبیاء کا پیشہ بھی رہا ہے۔چیمبرز کی ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ لوگ تجارت کے زریعہ سے خوشحال ہوں۔اس کے ساتھ ساتھ عوامی رابطوں میں فروغ کے باعث بھی۔
مما لک کے درمیان رابطہ کے فقدان کا مسئلہ بھی جنم نہیں لے پاتا. پاکستان ایک بہت بڑی اور اچھی مارکیٹ ہے۔اس ہی لیئے مختلف مما لک ہم سے تجارت کرنا چاہتے ہیں. ہم بھی ہر ممکن سہولت فراہم کرنے کا عزم رکھتے ہیں.۔
لاہور پولیس کی بہترین حکمت عملی نے پنجاب یونیورسٹی میں فساد روک لیا (ایم اے فاروقی)
لاہور پولیس کی عمدہ کارکردگی قابل ستائش ہے . یوں تو پنجاب یونیورسٹی کے اندر طلباء تنظیمیں آپس میں الجھتی رہتی ہیں. لیکن پچھلے چند دن سے پنجاب یونیورسٹی میں دو طلباء تنظیموں میں الجھاؤ خطرناک حد تک بڑھ گیا تھا. اور کسی بڑے نقصان کا باعث بن سکتا تھا.
لیکن مجھے لاہور پولیس کے افسران کی کارکردگی دیکھ کر مسرت ہوئی. جنہوں نے نہ صرف بروقت کارواء کی بلکہ تمام میسر وسائل کو فوری طور پر بروئے کار لاتے ہوئے. لاہور شہر کو ایک بڑے سانحہ سے بچالیا. جس پر CCPO لاہور محمد امین وینس DIG , آپریشن ڈاکٹر حیدر اشرف SP , اقبال ٹاؤن رانا عمر فاروق اور دیگر پولیس افسران کی بہترین حکمت عملی اور کارکردگی قابل ستائش ہے.
لاہور پولیس کے افسران نے نہ صرف فساد روک لیا ہے بلکہ مستقبل میں تدارک کی حکمت عملی بھی ترتیب دے لی ہے جس پر تمام افسران کی

کا کردگی قابل ستائش ہے.

ان خیالات کا اظہار کوآرڈینیٹر اقبال ٹاؤن ڈویژن CCPL ایم اے فاروقی نے اگورا نیوز کے ساتھ گفتگو میں کیئے.

انکا مزید کہنا تھا کہ اس امر پر زور دینے کی ضرورت ہے کہ سیاسی پارٹیاں اپنی اپنی طلباء تنظیموں کو ہدایات جاری کریں کہ پنجاب یونیورسٹی تعلیمی درسگاہ ہے جہاں صرف علم کی روشنی حاصل کرنے والے طلباء کی گنجائش ہے. فساد پھیلانے والوں کی یہاں کوئی جگہ نہیں.

سیاسی جماعتوں کی پشت پناہی کے بغیر طلباء کے لیئے اسطرح کے انتہاء اقدامات ناممکن ہیں. طلباء تنظیموں کے لیڈران کا اشتعال انگیز رویہ قابل مزمت ہے. طلباء کے والدین اپنی خون پسینہ کی کماء اپنے بچوں کے روشن مستقبل پر خرچ کرتے ہیں. نہ کہ غیر مہذب حرکات کی ادائیگی کے لیئے. بچوں کو بھی چاہیئے کہ اپنے والدین کی خون پسینہ کی کمائی اسطرح برباد نہ کریں. میں ایک مرتبہ پھر CCPO لاہور محمد امین وینس DIG , آپریشن ڈاکٹر حیدر اشرف, اور SP اقبال ٹاؤن رانا عمر فاروق اور لاہور پولیس کے دیگر افسران کی عمدہ حکمت عملی کی داد دیتا ہوں.

بے شک اچھا کام کرنے والے پولیس افسران کی بھرپور حاصلہ افزاء کی جانی چاہیئے.

ایک شخص موئرخ کی نظر میں۔۔۔

زرداری صاحب اس شخص کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب یہ اقتدار میں ہوتا ہے تو گلا پکڑتا ہے اور جب مشکل میں ہوتا ہے تو پیر۔

خبر رساں ادارہ تسنیم: وہ جمیعت علماء پاکستان کے پاس ٹکٹ کے لئے گیا۔ علامہ شاہ احمد نورانی صاحب نے جماعت میں شامل کرنے سے انکار کردیا۔ پھر غلام مصطفٰی کھر صاحب کے آگے پیچھے پھرا کہ پیپلز پارٹی میں جگہ بن جائے لیکن دال تھی کہ گل ہی نہیں رہی تھی۔ تحریک استقلال ایک ن ء پارٹی بنانے کا مشورہ آیا اور ساتھ ہی آج خلائی مخلوق کہہ کر پکارے جانے والوں نے وسیع تر قومی مفاد میں بھرپور مدد کی۔ یہ صاحب خود اس پارٹی کے جنرل سیکریٹری کی حیثیت سے پہلی مرتبہ الیکشن میں کامیابی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن کنگز پارٹی جونیجو کی تھی لہذا جونیجو صاحب کے ساتھ خود کو نتھی کرلیا۔ یوں مسلم لیگ میں شمولیت ممکن ہوئی اور ساتھ ہی پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کی مالیات کی وزارت بھی میسر آ ء۔ مسلم لیگ میں شامل ہوتے ہی اسوقت کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق کے ساتھ تعلقات استوار کیے اور پنجاب کی وزارت اعلٰی کا قلمدان سنبھال لیا۔ جنرل صاحب کے طیارہ کو حادثہ پیش آگیا اور یوں پاکستان میں پاپولرا پرائیزنگ کا گلہ دبانے کے لیئے آئی جے آئی بنائی۔ آئی جے آئی کا سکہ نہ چل سکا اور یوں پاکستان مسلم لیگ (ن) وجود میں آئی۔۔۔ اس کے بعد کی کہانی سے سب واقف ہیں۔

افسوس اس وقت ہوتا ہے کہ جب ان کے کارکن دوسروں کو لوٹا کہتے ہیں اور سیاسی کارکنوں کو انکلیڈر کی پارسائی پر درس دیتے پائے جاتے ہیں۔ اس حمام میں سب ننگے ہیں۔ سب نے ہی ماضی میں بہت کچھ ایسا کیا ہے جو کہ نا قابل بیان ہے۔ کیا عارفہ صدیقی اور کیا ریما، ریشم، طاقت اور اقتدار کے حصول کے لیئے کس کس کو کس کس طریقہ سے استعمال نہیں کیا گیا۔ ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے گئے کہ انسانیت آج بھی شرمندہ ہے۔ آج وہ شخص حساب دے رہا ہے۔ عنقریب مکافات عمل بھی بھگتے گا۔ لیکن اس حساب کتاب کا الزام انہی پر لگا رہا ہے جنہوں نے اسے تراشا ہے۔ زرداری صاحب اس شخص کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب یہ اقتدار میں ہوتا ہے تو گلا پکڑتا ہے اور جب مشکل میں ہوتا ہے تو پیر۔ میری کوئی ذاتی مخالفت نہیں۔ ہاں دو ایک ملاقاتیں ضرور ہیں لیکن یہ قابل فخر امر نہیں۔ قابل فخر بات یہ ہے کہ جس نظام پر ہم یقین رکھتے ہیں اور جس نظام کو بطور پاکستانی میں پھلتا پھولتا اور ہر ظالم کے خلاف مظلوم کی آواز بنتا دیکھنا چاہتا ہوں وہ اپنی جڑیں مظبوط کر رہا ہے۔ خدا کرے کہ یہ تسلسل قائم رہے۔ اور ہاں اگر اس شخص نے جس کے بارے میں تذکرہ کیا اس نے کچھ نہیں کیا اور بقول اس کے اس سے انتقام لیا جا رہا ہے تو جناب آپ نے بھی تو ای عرصہ تک اس نظام کو مفلوج کیئے رکھا۔ آپ نے اس ملک وقوم کے ساتھ اور ہماری آنے والی نسلوں کے ساتھ اتنا بڑا ظلم کیا کہ اس کا اندازہ آپکو خود بھی نہیں۔ میں نے دو سال پہلے اپنے ایک کالم میں لکھا تھا کہ ہم اپنے ساتھ کیئے جانے والے ظلم کا بدلہ تاریخ میں لیں گے کیونکہ ہم کمزور اور آپ طاقتور ہیں۔

اگر آپ بے قصور ہیں تو انصاف سے گھبراتے کیوں ہیں۔ لیکن اگر آپ مجرم ٹھرے جو کہ آپ ہیں تو اگر آپ غیر تمند ہوتے تو ایک غیر تمند کی طرح منہ چھپا لیتے لیکن جناب آپ تو آج بھی برطانیہ کی ڈاوننگ اسٹریٹ پر اقتدار کی بھیک مانگتے پائے جا رہے ہیں۔ یہ فیصلہ تو تاریخ کرے گی کہ کیا ہوتا ہے لیکن راقم نے تاریخ سے یہ سبق ضرور سیکھا ہے کہ جو لوگ اپنا ضمیر بیچ دیتے ہیں اور اصول کی بجائے مفادیت کو فوقیت دیتے ہیں ان کو ہمیشہ نشان عبرت بنا دیا جاتا ہے۔

ادویات کو برانڈ نیم کی بجائے سالٹ نیم سے فروخت کیا جائے

ڈاکٹر صاحبان کو ادویات کو کمپنی نیم کے بجائے سالٹ بیسڈ نسخہ تحریر کرنے کا پابند کیا جائے اور ادویات کی پیکنگ اور ادویات کے نام سالٹ بیسڈ ہو جانے چاہیئں۔ نہ صرف ادویات سستی ہو جائیں گی بلکہ لوگ ادویات کو بغیر نسخہ اور ڈاکٹر کی ہدایت کے بغیر نہیں استعمال کر پائیں گے۔

مثال سے وضاحت کر دیتا ہوں

برطانیہ کے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ کی ایک ریسرچ تحقیق کار ڈاکٹر ملیسا سمار کی اہم تحقیق آن لائن جریدے ''ہیومن ریپروڈکشن'' میں شائع کی گئی جس میں پیراسٹامول، جسے ہمارے ہاں پیناڈول کے نام سے بھی فروخت کیا جاتا ہے، کے بارے میں تفصیلی تحقیق کی گئی اور مردوں کو بانجھ بنانے میں اس کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی۔ چونکہ میرا مطمع نظر بانجھ پن سے متعلق تحقیق کو زیر بحث لانا نہیں لہذا میں مدعے کی بات سمجھا کر اجازت لیتا ہوں۔

اس دوا کو ہمارے ہاں درد یا بخار سے نجات کے لئے ہر کوئی استعمال کرتا نظر آتا ہے لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس دوا کی کیمیائی ترکیب 2NO9H8C ہے۔ جبکہ کیمسٹ اسے acetaminophen کے نام سے بھی جانتے ہیں۔ جبکہ پوری دنیا میں یہ پیراسٹامول، پیناڈول، کالپول، ٹائیلینول، اور دیگر تقریباً تین سو مختلف برانڈز کے نام سے فروخت کی جارہی ہے جبکہ صرف چین ایک واحد ایسا ملک ہے جہاں اسیٹامینوفین کے نام سے ہی فروخت ہورہی ہے۔ درحقیقت چین ہی وہ ملک ہے جس کا ماڈل جزوی طور پر فولو کرنے کی جانب میں نشاندہی کررہا ہوں۔ کلی طور پر کیوں نہیں؟ ہر سسٹم کے اپنے کچھ نقائص ہیں اور یہ نقائص چین کے مکمل نظام میں بھی ہیں۔ اس پر گفتگو کسی اور تحریر کی زینت بناو?ں گا۔

ویسے بھی ابتدائی طور پر ہم اتنا چھوٹا سا ہی کام کرلیں تو بہت زیادہ ہے۔ پورا سسٹم اڈاپٹ کرنے میں شاید ہمیں ایک صدی لگ جائے۔ بہرحال۔ پاکستان میں پیناڈول کی اجارہ داری ہے اور باقی کسی بھی برانڈ کی رسائی نہیں۔ اور چونکہ دوا کی اصلیت کے بجائے اس کے برانڈ نام پر زور دیا جاتا ہے تو جو کوئی بھی سستی دوا کی فروخت کی کوشش کرتا ہے وہ کاروبار سے باہر ہو جاتا ہے کیونکہ آپ کو اگر پیناڈول سے آرام آتا ہے تو دو سے چار گھنٹے تک آپ کو صرف پیناڈول سے ہی آرام محسوس ہوگا کسی اور نام کی دوا سے نہی کیونکہ آپ اپنے دماغ کو تیار کر چکے ہوتے ہیں کہ صرف اس سے ہی علاج ممکن ہے جبکہ یہ بھی عرض کردوں کہ جو اجزاء اس دوا میں موجود ہیں

یہ تمام اجزاء ہماری خوراک میں بھی شامل ہیں۔لیکن ہمیں کبھی ترغیب نہیں دی جاتی کہ ہم سر درد یا بخار کی صورت میں کچھ اچھا کھائیں۔ کیوں؟ کیونکہ اچھا کھانا تین چار سو میں پڑ سکتا ہے جبکہ ایک گولی تو ایک روپے کی ہی ہے شاید۔لیکن رکیئے۔دوائی کے سائڈ ایفیکٹس بھی ہیں۔ان کو سمجھنے کے لئے یہ جان لیں کہ یہ ہی دوائی معمولی بخار سے کینسر جیسے مرض تک میں دیگر دواو ?ں کے ساتھ استعمال کروائی جاتی ہے کیونکہ دراصل دوائی کا نام نہیں اس کی کیمیائی ترکیب ہے جو کام کرتی ہے۔راقم مسعود چوہدری کوئی کیمسٹ یا ڈاکٹر تو نہیں جو حتمی بات تحریر کر سکے لیکن تحقیق سے کچھ معاملات عیاں ہیں جو پیش کیے اور کر رہا ہوں۔2011 میں امریکہ میں سرکاری طور پر ایک کیمپین چلائی گئی جس کی تحریر تھی

Acetaminophen can cause serious liver damage if more than directed is ”
“used۔

یعنی اسیٹا مینوفین (یعنی پیناڈول اور دیگر) کا بتائی گئی مقدار سے زیادہ استعمال جگر کو تباہ کر دیتا ہے۔

اس کیمپین کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔وجہ؟ کیونکہ کسی کو پتہ ہی نہیں تھا کہ اسیٹا مینوفین کس بلا کا نام ہے کیونکہ وہاں بھی پاکستان کی طرح برانڈز بک رہے ہیں نہ کہ دوائی۔یہ ضرور ہے کہ امریکہ میں 325 ملی گرام سے زائد کے استعمال کو ممنوع قرار دیا جا چکا ہے۔

یہ بھی عرض کر دوں کہ اس دوا کا استعمال الکوحول یعنی شراب نوشی کے درمیان استعمال کی صورت میں جگر کو عام حالات سے کئی گنا زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔صرف ایک سال 2011 میں بیلجئم میں 56000 ایسے جگر کے کینسر کے مریض سامنے آئے جنہوں نے اسیٹا مینوفین کو الکوحل کے استعمال کے دوران استعمال کیا۔

اس کے سائڈ ایفیکٹس پر ایک الگ سے تحریر لکھی جا سکتی ہے۔یہ صرف ایک عام سی دوا پر مختصر ترین گفتگو تھی۔ہر دوا پر اسی طرح کی سینکڑوں تحاریر با آسانی ممکن ہیں۔

جناب ہمارے ہاں تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔جس دوائی کو دنیا میں جگہ نہیں ملتی اور وہ مضر صحت بھی گردان دی جائے اسے بھی چند سیکنڈوں میں عوام میں دے دیا جاتا ہے۔وجہ؟ صرف کمپنی کا نام دیکھا جاتا ہے اور کچھ نہیں جبکہ لائسنس کا اجراء اور سمپل ٹیسٹ کیمیکل فارمولا کا ہونا

چاہیے نہ کہ کمپنی لوگو کا۔اس کے ساتھ ہی ساتھ ادویات کی مقدار کا تعین بھی انتہائی ضروری ہے۔اکثر اوقات ڈاکٹر صاحبان کو چند ملی گرام کی کسی فارمولہ میں ضرورت ہوتی ہے لیکن دوا کی عدم دستیابی کے باعث وہ زیادہ ماہیت کی مالک دوا کی شمولیت فارمولہ میں کر دیتے ہیں جس سے لاتعداد نقصانات ہوتے ہیں۔عام سی غیر اینٹی بائیوٹک کے رونے ہی نہیں ختم ہو سکتے،یقین مانیئے مکمل اینٹی بائیوٹک کے استعمال پر ہونے والے نقصانات کی گفتگو غیر اینٹی بائیوٹک کی گفتگو سے کئی گنا طویل ہے۔ابتداء کے طور پر یہاں سے شروع کیا جا سکتا ہے کہ

ڈاکٹر صاحبان کو ادویات کو کمپنی نیم کے بجائے سالٹ بیسڈ نسخہ تحریر کرنے کا پابند کیا جائے اور تمام نظام اسی کے مطابق ترتیب دیا جائے۔دوا کی مالیت کا تعین بھی اسی سالٹ بیس پر کیا جائے۔یقین مانیے بہت سی ادویات جن کا سالٹ اور کام بالکل ایک ہی ہے ان کی مالیت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔چھوٹے بھائی کالم نگار وقار اسلم نے بتایا کہ اسے لیووفلوکسیسین Cravit کے نام سے اسے دی گئی جس کی قیمت leflox سے تین گنا ہے جبکہ صرف کمپنیوں کے نام کا فرق ہے اور یہ بھیڑ چال جاری ہے مریض مہنگے داموں دوا لینے پر مجبور ہیں۔

ایک مختصر تحریر

جس کہ ساتھ اپنی ماں کی دعا ہوتی ہے

اس بیٹے کیساتھ رب کی رضا ہوتی ہے

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک لڑکا ہوا کرتا تھا، اپنے ہم عُمر لڑکوں کی طرح شرارتی اور چھوٹی موٹی غلطیاں کرنے والا۔ مگر ایک دن شاید غلطی اور شرارت ایسی کر بیٹھا کہ اُسکی ماں کو طیش آ گیا، غصے سے بھری ماں نے لڑکے کو کہا؛ چل بھاگ اِدھر سے، اللہ تجھے حرم شریف کا اِمام بنائے۔ یہ بات بتاتے ہوئے شیخ صاحب پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے، ذرا ڈھارس بندھی تو رُندھی ہوئی آواز میں بولے؛

اے اُمت اِسلام، دیکھ لو وہ شرارتی لڑکا میں کھڑا ہوا ہوں تمہارے سامنے

"اِمام حرم عبدالرحمٰن السدیس"۔

تمام دوست دعا کریں کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب کریم رؤف الرحیم صل اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کے طفیل میری والدہ محترمہ کو صحت والی دراز عمر عطا فرمائے اور جن بھائیوں کے لیئے انکی ماں دعا کرنے والی نہیں انکے لیئے بھی اسی طرح دعائیں کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔۔۔۔۔۔

آئینہ دیکھ کر خوش ہیں میری آنکھیں بے حد

میرے چہرے میں میری ماں کی مشابہت بھی ہے

ایک غیر سیاسی تحریر

ایک دن مُلا نصیر الدین اپنے گدھے کو گھر کی چھت پر لے گئے جب نیچے اتارنے لگے تو گدھا نیچے اترنے سے مانع ہو گیا.
جتنے جتن کیئے گدھا نیچے اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا آخر کار ملا تھک ہار کر خود نیچے آ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ گدھا خود کسی طرح سے نیچے آ جا؟

کچھ دیر گزرنے کے بعد ملا نے دیکھا کہ گدھا چھت کو لاتوں سے توڑنے کی کوشش کر رہا ہے.

ملا پریشان ہو گئے کہ چھت تو بہت نازک ہے اتنی مضبوط نہیں کہ اس کی لاتوں کو سہہ سکے دوبارہ اوپر بھاگ کر گئے اور گدھے کو نیچے لانے کی کوشش کی لیکن گدھا اپنی ضد پر اٹا ہوا تھا اور چھت کو توڑنے میں لگا ہوا تھا ملا آخری کوشش کرتے ہو؟ اسے دوبارہ دھکا دے کر سیڑھیوں کی طرف لانے لگے کہ گدھے نے ملا کو لات ماری اور ملا نیچے گر گئے اور پھر چھت کو توڑنے لگا بالآخر چھت ٹوٹ گئی اور گدھا چھت سمیت زمین پر آ گرا.

ملا کافی دیر تک اس واقعہ پر غور کرتے رہے اور پھر خود سے کہا کہ کبھی بھی گدھے کو مقام بالا پر نہیں لے جانا چاہئیے ایک تو وہ خود کا نقصان کرتا ہے دوسرا خود اس مقام کو بھی خراب کرتا ہے اور تیسرا اوپر لے جانے والے کو بھی نقصان پہنچاتا ہے.

ہم لوگ نااہل گدھوں کو مقام بلند پر بٹھاتے ہیں اور انہیں بڑے بڑے القابات دیتے ہیں پھر یہ گدھے ہم کو ہی نیچے پھینک دیتے ہیں اور اس منصب کو بھی خراب کرتے ہیں۔

عالمی یوم سرطان، پاکستان اور ہم

تحریر و تحقیق: مسعود چوہدری

عالمی یوم سرطان جسے بین الاقوامی طور پر World Cancer Day کے نام سے بھی جانا جاتا ہے آج کے روز یعنی 4 فروری کو منایا جاتا ہے۔ جنیوا میں 1933 میں یونین فار انٹرنیشنل کینسر کنٹرول UICC کا قیام عمل میں آیا تاکہ عالمی سطح پر سرطان کے تدارک کی کوششوں کو تیز کیا جاسکے۔ پاکستان میں قائم چھ ادارے جن میں کینسر پیشنٹس ویلفیئر سوسائیٹی (CPSW) NIMRA، چلڈرن کینسر فاؤنڈیشن پاکستان ٹرسٹ، گرین ہل سائنس کالج مظفر آباد، پاکستان اٹامک انرجی کمیشن (PAEC)، شوکت خانم میموریل کینسر ہسپتال اور ریسرچ سینٹر، اور چلڈرن ہسپتال لاہور اینڈ پیڈ ریاٹرک پیلی ایٹو کیئر گروپ شامل ہیں یونین فار انٹرنیشنل کینسر کنٹرول UICC سے نہ صرف وابسطہ ہیں بلکہ بین الاقوامی طور پر سرطان کے تدارک کے لیئے کی جانے والی کوششوں کا حصہ بھی ہیں۔

عالمی یوم سرطان کا اجراء 4 فروری 2000 کو پیرس میں World Summit Against Cancer for the New Millenium سے ہوا جہاں پیرس چارٹر کو تمام اقوام عالم نے قبول کیا۔ پیرس چارٹر سرطان کے علاج کو دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ بیماری کی روک تھام، مریضوں کو فراہم کردہ خدمات و سہولیات کو اپگریڈ کرنے، رائے عامہ کی حساسیت کو سمجھتے ہوئے اسے جدید علاج کے لیئے ہموار کرنے، جدید تحقیق کو فروغ دینے، اور عالمی برادری کو سرطان جیسے موذی مرض کے خلاف متحرک کرنے جیسے مقاصد کو فروغ دینے پر زور دیتا ہے۔

پیرس چارٹر کا آرٹیکل 10 کہتا ہے کہ:

چونکہ سرطان کسی سرحد کو نہیں مانتا اور انفرادی مملکت اکیلے ہی اس ناسور کا تدارک نہیں کرسکتی لہذا ایک نئے باہمی تعاون پر مبنی ریسرچ، علاج، تدارک، اور وکالت کو قائم کیا جانا چاہیے۔

2018 میں عالمی یوم سرطان کے لیئے I Can We Can ''ہم کرسکتے ہیں، میں کرسکتا ہوں'' کا نعرہ اپنایا گیا ہے۔ یہ نعرہ اس لیئے اپنایا گیا ہے تاکہ تمام عالم پر یہ بات واضع کی جاسکے کہ انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر ہم بطور انسان ہی ہیں جنہیں اس جان لیوا ناسور سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے۔ یہ نعرہ ہمیں احساس دلاتا ہے کہ ایک دوسرے کے لیئے اپنا اپنا حصہ ادا کرنے کا فائدہ آخر کار ہمیں خود ہی پہنچنے والا ہے لہذا کیوں نہ ایک دوسرے کے لیے سہارا بنا جائے اور انسانیت کے مشترکہ دشمن کو مل کر شکست دی جائے۔ یاد رکھیں! سرطان کسی نہ کسی صورت میں ہم سب پر ہی اپنا اثر چھوڑتا ہے اور روز آخر اگر دیکھا جائے تو ہم سب ہی کسی نہ کسی طرح اس سے متاثر ہوتے ہیں تو جب یہ ہم سب کا ہی مسئلہ ہے تو کیوں نہ مل کر ہی اس کے خلاف ایک قالب ایک جان کی صورت میں کھڑا ہو جایا جائے۔ عالمی یوم سرطان ہمارے لیئے ایک موقع فراہم کرتا ہے کہ اس بات پر روشنی ڈالے کہ ہم کیا کچھ کررہے ہیں اور ہم سب مل کر کیا کچھ کرسکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ دن ہمیں یہ موقع بھی فراہم کرتا ہے کہ سرطان کے تدارک کی ہر سطح پر کی جانے والی کوششوں کا حصہ بنیں اور ہم خود سے ایک وعدہ کریں اور اس وعدہ کی پاسداری میں لگ جائیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اتنا اہم کیوں ہے؟ اور راقم الحروف اس پر اتنا زور کیوں دے رہا ہے؟ اعداد وشمار کبھی جھوٹ نہیں بولتے اور اگر ہم چاہیں بھی تو مسلمہ حقیقت سے کنارہ نہیں کر سکتے۔ عالمی ادارہ صحت WHO کے مہیا کردہ اعداد وشمار کے مطابق صرف اس سال میں پوری دنیا میں مختلف طرح کے سرطان سے 80 لاکھ انسان اس دنیا فانی سے کوچ کر جائیں گے اور یہ تعداد 2030 تک ایک کروڑ بتیس لاکھ نفوس سالانہ تک پہنچ جائے گی۔ جبکہ اگر پاکستان کی بات کی جائے تو اس سال 1 لاکھ 48 ہزار افراد میں سرطان کی تشخیص کی گئی ہے۔ یہ تعداد پہلے سے زیر علاج پاکستانیوں کے علاوہ ہے۔ جبکہ ہر سال اوسط ایک لاکھ پاکستانی مختلف طرح کے سرطان کا علاج نہ مل سکنے کی وجہ سے اس جہان فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔

گو کہ بہت سی ایسی اموات بھی ہیں جو کہ مختلف وجوہات کی بناء پر عالمی ادارہ کے اعداد وشمار کا حصہ نہیں بن پاتیں لیکن اس کے باوجود ہمارے پاس سب سے مستند ذرائع میں سے ایک بہرحال عالمی ادارہ کے فراہم کردہ اعداد وشمار ہی ہیں۔ ورلڈ کینسر رپورٹ کے مطابق اس وقت پاکستان میں 1 کروڑ افراد سرطان کے مرض سے جنگ لڑ رہے ہیں جن کی تعداد 2020 میں 1 کروڑ 60 لاکھ ہو جائے گی جن میں سے تقریباً 80 لاکھ زندگی کی جنگ ہار جائیں گے۔ عالمی ادارہ کے مہیا کردہ اعداد وشمار کا بغور جائزہ لینے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ پاکستان میں ہر 100 میں سے 12 نفوس 75 سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی سرطان کا شکار ہو جانے کے خطرہ سے دوچار ہیں جبکہ یہ تعداد 75 سال کی عمر کے بعد بڑھ کر ہر 100 میں سے 68 افراد ہو جاتی ہے۔

یونین فار انٹرنیشنل کینسر کنٹرول UICC کی جاری کردہ معلومات کے مطابق اس سال تک سرطان کی 200 مختلف اقسام اب تک دریافت کی جا چکی ہیں اور انتہائی حیران کن بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک قسم بھی ایسی نہیں ہے جس کی کوئی ایک وجہ ہو۔ یہ سب ہی multifactorial ہیں۔ جب آپ کا مقابلہ اس طرح کی بیماری سے پڑ سکتا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں کہ مریض کو اکیلا اس دلدل میں دھکیلنے کی بجائے ہم سب ہی مل کر اس کا مقابلہ کریں اور اپنے اپنے حصہ کا کام کریں۔ میں یہ تو نہیں جانتا کہ ہم بطور ایک انسانی نسل اس فعل میں کتنا کامیاب ہو سکیں گے لیکن یہ ضرور جانتا ہوں کہ تمام لاعلاج قرار دیئے جانے والے سرطان کا شکار مریضوں میں سے 60% ایسے ہوتے ہیں جن کی اگر تشخیص بروقت ہو جائے تو انہیں موت کے منہ میں جانے سے بچایا جا سکتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بیان کردہ اعداد وشمار بالکل بھی ایسے نہیں ہیں جن کی بنیاد پر کسی ایک ادارہ یا حکومت کو مورد الزام ٹھہرا دیا جائے بلکہ بروقت درست معلومات اور تشخیص ہم سب کے لیئے ہی ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ جی ہاں! میں یہ ہی کہہ رہا ہوں کہ ہمارا عام آدمی سرطان کے ہاتھوں بے بس ہے لیکن اس کی اس بے بسی کے کہیں نہ کہیں ہم سب بھی ذمہ دار ہیں۔ اس موضوع پر اور بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور پاکستان میں مخدوش ترین صورتحال پر تنقید کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملائے جا سکتے ہیں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سرطان کے مہنگے ترین تشخیص و علاج نے اسے ایک صنعت کا درجہ پچھلے کئی سالوں سے دے رکھا لیکن میں تمام تر مشکل اور ناقابل ہضم گفتگو کو بالائے طاق رکھ کر صرف اس ایک بات پر ہی اکتفا کروں گا کہ: آئیں مل کر اپنے اپنے حصہ کا کام کریں اور صرف اپنی نسلوں کی خاطر مل کر سرطان کا مقابلہ کریں! اگر ایسا نہیں کریں گے تو بہت جلد یہ ہمارے دروازے پر کھڑا ہوگا اور جب ہمارے اپنے ہم سے جدا ہو جائیں گے تو ہم بھی

بے بسی و بے حسی کا رونا رو رہے ہوں گے۔

تجزیہ|امریکہ بہادر کے اشاروں پر ناچتا بے چارہ افغانستان

چالیس سال کے شوقیہ جنگ وجدل، ساٹھ لاکھ افغانوں کے بیگھر کرنے، تین نسلوں کے مستقبل کے برباد ہونے، لاکھوں بیگناہوں کے خون ناحق کی بلی چڑہانے اور سولہ سال کی مہم جوئی کے بعد بھی آج امریکہ بہادر خطہ میں ایک نئے کھیل کی ابتدائی کی تیاری کر رہا ہے۔ اگر ابھی بھی افغان سمجھتے ہیں کہ امریکہ بہادر انہیں کوئی فائدہ دے سکتا ہے تو معذرت کے ساتھ وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔

15 فروری 2018 تاریخ اشاعت

خبر رساں ادارہ تسنیم: آج یہ بات روز روشن کی مانند عیاں ہوگئی ہے کہ اسلام آباد دھرنے کو افغانستان کے صدر اشرف غنی کے پاکستان مخالف حالیہ بیانات کی وجہ سے نقصان ہوا ہے۔ محسود اور وزیر قبائل کے تین مطالبات جن کا تسلیم کیا جانا نزدیک تھا، صرف اشرف غنی کے بیانات نے انہیں دو مطالبات پر معاہدہ کی صورت میں اختتام پذیر ہونے پر مجبور کر دیا۔ لیکن اس افغانی تپلی بادشاہ کا پشتون قوم کے دکھ پر تلملا اٹھنا اور انتہائی سمجھداری کے ساتھ افغان، پشتون، اور پاکستانی قبائلی کے فرق کو ختم کر دینا بلا سبب نہیں تھا۔ اس تمام معاملہ پر اگر چند دن پہلے قلم اٹھاتا تو پاکستان میں موجود ہمارے پشتون بھائیوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اب جبکہ ہمارے قبائلی عمائدین اور حکومت وقت کے درمیان معاہدہ طے پا گیا ہے تو چند اہم حقائق آپ کے گوش گزار کیے دیتا ہوں۔

تفصیلات میں جانے سے اشرف غنی جنہیں مغربی دنیا فلسفی بادشاہ کے نام سے بھی جانتی ہے، انکا مختصر تعارف انتہائی ضروری ہے۔ جناب افغانستان کے صوبہ لوگر میں 19 مئی 1949 میں احمد زئی قبیلہ میں پیدا ہوئے۔ لیک اوکسو یگ ہائی سکول امریکہ سے 1969 میں گریجویٹ ہوئے۔ امریکہ یونیورسٹی بیروت سے 1973 میں بیچلرز کیا۔ اور پھر کولمبیا یونیورسٹی امریکہ سے 1977 میں ماسٹرز اور 1983 میں پی ایچ ڈی مکمل کی۔ کولمبیا یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران ہی اپنی بیگم رولا ایف سادہ جنکا عوامی طور پر شکریہ الیکشن مہم 2014 کے دوران اشرف غنی صاحب نے آبدیدہ ہوکر شکریہ ادا کیا اور افغانی نام بی بی گل سے پکارا، سے ملاقات ہوئی جو کہ ایک امریکی لبنانی عیسائی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ آج ٹائم میگزین کے مطابق دنیا کی سو سب سے زیادہ اثر ورسوخ رکھنے والی خواتین کی فہرست میں شامل ہیں۔ ان کی ایک بیٹی مریم غنی بروکلین امریکہ میں آرٹسٹ ہیں جبکہ بیٹا طارق ایک امریکی لابنگ فرم کے ساتھ وابسطہ ہے۔ اشرف غنی نے بہت سی امریکی جامعات میں تدریس کی جن میں یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، برکلے، اور جان ہاپکنس یونیورسٹی شامل ہیں۔ آپ 1991 میں ورلڈ بنک کے ساتھ منسلک ہوئے اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں جو ایک بار منسلک ہوگیا وہ تاحیات منسلک رہا خواہ وہ دنیا میں کسی بھی اور جگہ گیا اور کسی بھی حکومت کے لیے کام کیا وہ ورلڈ بنک کے ساتھ منسلک بہر حال رہا۔ ظاہرا تو عہدہ چھوڑ دیا جاتا ہے لیکن خاموش تعلق قائم رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چوبیس سال بعد آپ افغانستان واپس لوٹے اور یکم فروری 2002 کو حامد کرزئی کے چیف ایڈوائیزر تعینات کر دیئے گئے۔

وزیرِخزانہ بن جانے کے بعد کا کیریئر تمام لوگ ہی جانتے ہیں۔میں بیان کردہ معلومات کی روشنی میں یہ بات انتہائی وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ مغربی طاقتوں کا ایک معمولی پیادہ ہی ہے۔

اشرف غنی ایک ایسا پتلی بادشاہ ہے جس کے پاس طاقت تو پورے ملک پر حکمرانی کرنے کی ہے لیکن جسے امریکہ بہادر یہ بتانا بھی گوارا نہیں کرتا کہ تمام مخالفین کے ساتھ معاملات کیسے طے کیے جا رہے ہیں۔اس بات کے ثبوت کے طور پر صرف ایک واقعہ بیان کیے دیتا ہوں تا کہ میرے موقف کی تائید ہو سکے۔

11 اکتوبر 2017 کو ایک خبر پاکستانی اخبارات کی زینت بنی کہ افغانستان نے یکطرفہ طور پر Pakistan - Afghanistan Transit Trade Coordination Authority (APTTCA) کی میٹنگ کینسل کر دی ہے۔اس معاملہ پر پاکستان میں افغانستان کے سفیر عمر زاخیلوال نے 16 اکتوبر 2017 کو ایک ٹی وی انٹرویو میں کہا کہ مجھے یہ بات آپ سے معلوم ہو رہی ہے اور میں کوشش کرتا ہوں اور ان مذاکرات کو شروع کروا دیتے ہیں۔لیکن تا حال یہ نہیں ہو سکی۔باوجود اس کے کہ یہ افغانستان کے فائدہ میں تھی اور معاملات طے پانے کے نزدیک تھے لیکن اس معاملہ پر پاکستان آج تک افغانستان کا انتظار کر رہا ہے۔چونکہ امریکہ بہادر کی جانب سے جواب نہیں آیا لہٰذا پاکستان کو بھی کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔جبکہ دوسری جانب امریکہ پاکستان کے ساتھ افغانستان سے متعلق ہر معاملہ میں نہ صرف گفت وشنید کر رہا ہے بلکہ پاکستان سے اپنے مفادات حاصل بھی کر رہا ہے۔

اب بات کرتے ہیں حال اور مستقبل کے امریکی ارادوں کی اور اس تناظر میں افغانستان کے استعمال کیے جانے کی؟

امریکہ کو افغانستان میں سولہ سال ہو چکے ہیں۔اس عرصہ میں اس نے ایک کھرب ڈالر سے زیادہ کے اخراجات برداشت کیے ہیں جبکہ سی آئی اے کی منشیات اور اسلحہ کی فروخت کی کمائی اور اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔جبکہ افغانستان کو فتح کرنے کے شوق میں امریکی مہیا کردہ اعداد وشمار کے مطابق 2350 امریکی فوجی اپنی قیمتی جانیں گنوا چکے ہیں جبکہ 20092 زخمی ہوئے ہیں۔جبکہ طالبان کی جانب سے مہیا کردہ اعداد وشمار اس سے کہیں زیادہ ہیں۔اگر ہم امریکی مہیا کردہ اعداد وشمار پر ہی اکتفا کر لیں پھر بھی یہ اعداد وشمار کسی طور بھی ایک کامیاب مہم کے نظر نہیں آتے۔یہی وجہ ہے کہ اب امریکہ جیسے تیسے کر کیا افغانستان سے نکلنا چاہتا ہے۔خواہ اس کی بٹھائی ہوئی پتلیاں اپنی بادشاہت قائم رکھیں لیکن اس کا نقصان کم از کم ہو جائے۔کیونکہ جس پوست کی فصل کے لیے وہ یہاں آیا تھا اب وہ اس کے اپنے ملک میں بھی بڑے وسیع پیمانہ پر اگائی جا سکتی ہے۔بہت سے قارئین کو یہ جملہ کافی سخت لگ سکتا ہے لیکن مافیا کا حقیقی مقصد تو یہ ہی تھا۔یہ ہی وجہ ہے۔اس پر بہت سا کلام پہلے ہی ہو چکا ہے اور اگر قارئین کو تفصیلات درکار ہوں گی تو راقم الحروف بہم مہیا کر دے گا۔

لیکن دوسری جانب وہ تین کام کر کے جانا چاہتا ہے۔

نمبر ایک کہ ایسے نکلا جائے کہ بدنامی ویتنام کی جنگ کے مقابلے میں انتہائی کم ہو۔افغانستان میں عسکری سربراہان کی کانفرنس اور حالیہ امریکی نئ عسکری حکمت عملی اسی ہدف کی جانب ایک قدم ہے۔ پاکستان اس معاملہ میں ایک انتہائی اہم شراکت دار ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستانی سپہ سالار جنرل قمر جاوید باجوہ نے ایران، ترکی اور دیگر دوستوں سے مشاورت کے بعد 'باہمی و مسلسل طریقہ' کا نظریہ پیش کیا۔گو کہ اہم فیصلہ جات افغانستان کی بجائے امریکہ کے وائٹ ہاؤس اور پینٹاگون میں ہوتے ہیں لہذا کانفرنس کسی اعلامیہ کے بغیر ہی اختتام پذیر ہوگئی۔میرا ذاتی خیال ہے کہ امریکہ کو جنرل باجوہ کی تجویز بالکل پسند نہیں آئے گی کیونکہ انہوں نے پورے خطہ کے امن کی بات کی ہے جبکہ امریکی اہداف اس کے بالکل برعکس ہیں۔

دوسرا یہ کہ جنگجو جیت کی خوشی میں امریکہ پر ہی نہ چڑھ دوڑیں بلکہ آپس میں اس حد تک الجھے رہیں کہ امریکہ کے مفادات بھی حاصل ہوتے رہیں اور اسکا نقصان بھی نہ ہو۔صرف اس مقصد کی خاطر افغانستان کو تین لڑاکا گروہوں کے درمیان چھوڑا جانا طے کیا گیا ہے۔داعش، طالبان، اور حکومتی افواج۔حکومتی افواج کی امریکہ ظاہری طور پر خود سربراہی کرے گا اور لڑنے مرنے کے لیے افغان عوام کو چارے کے طور پر استعمال کرے گا۔جبکہ داعش کی پس پردہ رہ کر حمایت کی جائے گی اور ظاہر یہ ہی کیا جائے گا کہ اس کے خلاف جنگ لڑی جا رہی ہے۔جیسا کہ امریکہ پہلے بھی ایسا کرتا آیا ہے۔یہ ہی وجہ ہے کہ ڈونلڈ ٹرمپ نے طالبان کے ساتھ مذاکرات کو شجر ممنوعہ قرار دے دیا ہے۔باوجود اس کے کہ فلسفی بادشاہ نے اپنی پہلی تقریر میں اپنے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا تھا کہ انکا مقصد تمام مسلح گروہوں کو مذاکرات کی میز پر لانا ہے۔اس وقت وہ چورن بک رہا تھا تو استعمال کیے گیے الفاظ کا مطمع نظر بھی کچھ اور تھا جبکہ آج چونکہ پالیسی میں واضح تبدیلی موجود ہے لہذا آج گفتگو کا مبداء ان مقاصد سے بالکل مختلف ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ دو گروہوں کے تصادم کی صورت میں بھی امریکہ کے مقاصد مکمل طور پر حاصل نہیں ہوں گے کیونکہ امریکہ یہ کھیل پہلے ہی شمالی اتحاد اور طالبان کی لڑائی کی صورت میں افغانستان میں کھیل چکا ہے اور اس کھیل کے تمام پہلو آج سب جانتے ہیں لہذا اسے کھیلا جانا انتہائی دشوار ہے۔اس وجہ سے کھیل کے مہرے بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ مقاصد بھرپور انداز میں حاصل کیے جا سکیں۔جو لوگ افغانستان کو جانتے ہیں وہ یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ یہاں بڑے مسلح گروہوں کو ہمیشہ سے چھوٹے مسلح گروہوں کی حمایت حاصل ہوتی ہے تاکہ علاقہ پر کنٹرول برقرار رکھنے میں آسانی ہو۔داعش کا افغانستان میں بڑھتا ہوا اثر و رسوخ اور سی آئی اے کی امداد دونوں اسی نئ صف بندی کی جانب دلالت کر رہے ہیں۔ظاہر ہے کہ اس صورتحال میں طالبان کے پاس بہت جلد اسلحہ کی کمی ہو جائے گی کیونکہ اسے اسلحہ دو مخالفین کے درمیان استعمال کرنا ہوگا اور اسلحہ کا سب سے بڑا بیوپاری تو خود امریکہ ہی ہے۔لہذا اس صورت میں سب سے زیادہ فائدہ

امریکہ کو ہی ہوگا۔

تیسرا اور سب سے اہم کام خطہ پر اپنا تسلط قائم رکھنا ہے۔ اس ضمن میں ہی حالیہ چند دنوں میں اشرف غنی کو پشتون قومیت کی یاد نے آلیا ہے۔ پاکستان اور ایران کے پشتونوں کو قومیت کی آگ کا لبادہ اوڑھا کر یہ بھیڑیے چاہتے ہیں کہ وہ ہی کھیل دوبارہ کھیلا جائے جو طاغوت نے خلافت عثمانیہ، عرب ریاستوں اور دیگر میں کھیلا گیا تھا اور اتنے ٹکڑے کیے گئے کہ آج پورا خطہ ہی آپسی انارکی کا شکار ہے۔ اس صورت کی ہی ایک کڑی اشرف غنی کے حالیہ بیان ہیں۔ پاکستان کے پشتون بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس سب بیان بازی کے پیچھے کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے اور یہ ہی وجہ ہے کہ لاپتہ افراد کے مطالبہ سے دست بردار ہو کر انہوں نے اپنے اسلام آباد دھرنے کو مختصر کر کے ایک واضع پیغام اشرف غنی کے لیئے بھیج دیا ہے جبکہ دوسری جانب ایران میں موجود پشتون بھی اس بڑھتے ہوئے پشتون ازم سے بالکل واقف ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ یہ ناکام رہیں گے اور نہ تو پاکستان اور نہ ہی ایران میں دہائیوں سے موجود پشتون بھائی ان بھیڑیوں کے منہ کا تر نوالہ بنیں گے لیکن اس تمام صورتحال میں نقصان بے چارے افغانستان کا ہوگا۔ امریکہ اپنے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہر حد تک جائے گا۔ امریکہ اس خطہ میں اپنے ایجنٹ تو پیدا کر ہی رہا ہے لیکن وہ یہ بھی جان گیا ہے کہ پشتو بولنے والے کہیں نہ کہیں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کے درد میں شریک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ بس اسی بات کا وہ فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ اب تک تو افغانستان امریکہ بہادر کے اشارے پر ناچتا ہی آیا ہے لیکن ان الفاظ کو بانگ دہل ہر خاص و عام کے گوش گزار کرنے کا مقصد یہ ہی ہے کہ اپنی طاقت اور کمزوری کو پہچانیں اور اپنے دوست اور دشمن کو بھی۔

پاکستان میں ماحولیاتی تبدیلی کا ذمہ دار ادارہ تحفظ ماحولیات ہے؟

ہمارے ہاں ہمیشہ سے یہ روایت قائم رہی ہے کہ کبھی ذمہ دار کا تعین نہیں کیا جاتا اور اگر کوئی حقائق کی روشنی میں ذمہ دار کا تعن کرنے کی جسارت کر ہی لے تو نہ تو ذمہ دار کا احتساب کیا جاتا ہے اور نہ ہی کوئی کاروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

04 جولائی 2018 - تاریخ اشاعت

خبر رساں ادارہ تسنیم: ہمارے ہاں ہمیشہ سے یہ روایت قائم رہی ہے کہ کبھی ذمہ دار کا تعین نہیں کیا جاتا اور اگر کوئی حقائق کی روشنی میں ذمہ دار کا تعن کرنے کی جسارت کر ہی لے تو نہ تو ذمہ دار کا احتساب کیا جاتا ہے اور نہ ہی کوئی کاروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ نتائج تو ظاہر ہے کہ بے حس و بے اختیار عام آدمی کو ہی بھگتنا پڑتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہمیشہ کی طرح اس تحریر پر بھی کچھ ایکشن نہیں ہونے والا لیکن جو راقم کی قومی ذمہ داری ہے ادا کر رہا ہے۔

کل بروز منگل لاہور اور اسکے گرد و نواح کے لوگوں نے پاکستان کی تاریخ کی ایک دن میں چوتھی سب سے زیادہ بارش کا ریکارڈ قائم ہوتا دیکھا۔ بارش کے پانی نے شاید ہی کوئی گلی یا محلّہ ہوگا جسے اپنی آغوش میں نہیں سمولیا۔ ہم میں سے شاید ہی کوئی خوش نصیب ہوگا جسے اس شدید بارش نے اثر انداز نہیں کیا۔ ادارہ تحفظ ماحولیات کو ذمہ دار کیوں مانتا ہوں؟ اس سوال کے جواب سے پہلے آپ چند ضروری حقائق جان لیں۔

انیس سو اکسٹھ سے انیس سو نوے تک لاہور میں جولائی کے مہینہ میں اوسط بارش دو سو دو ملی میٹر ہوئی جبکہ پورے سال میں ہونے والی بارش کی اوسط چھ سو انتیس ملی میٹر رہی۔ انیس سو نوے سے دو ہزار تین تک سالانہ اوسط چھ سو چالیس ملی میٹر کے لگ بھگ رہی جبکہ دو ہزار تین میں تین سو ستتر، دو ہزار پانچ میں چار سو چھبیس، دو ہزار چھ میں چھ سو چھ، دو ہزار سات میں پانچ سو اکتیس، سو ہزار آٹھ میں آٹھ سو، دو ہزار نو میں تین سو اٹھارہ، دو ہزار دس میں سات سو گیارہ، دو ہزار گیارہ میں ایک ہزار چار سو انتالیس، دو ہزار بارہ میں پانچ سو ستتر، اور دو ہزار تیرہ میں گیارہ سو پندرہ ملی لیٹر بارش ریکارڈ کی گئی۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ گزشتہ چوبیس گھنٹوں کے درمیان ہونے والی بارش دو سو اٹھارہ ملی میٹر ریکارڈ کی گئی جو کہ تقریباً گیارہ سالوں میں ہونے والی بارش سے زیادہ ہے۔ یعنی آسان الفاظ میں قارئین کے سمجھنے کے لیئے کہوں تو ایک دن میں اتنی بارش ہوئی جتنی ماضی کے کچھ سالوں میں پورے پورے سال میں ریکارڈ کی گئی۔

لاہور شہر میں بڑھتے ہوئے درجہ حرارت سے تو ہم سب ہی بخوبی واقف ہیں۔نوے کی دہائی تک سرد ترین موسم منفی دو اعشاریہ دو ڈگری سینٹی گریڈ تک جاتا تھا جبکہ گرم ترین دن اڑتالیس ڈگری سینٹی گریڈ تک رہتا تھا۔جبکہ اوسط درجہ حرارت گرمیوں میں تیس ڈگری سینٹی گریڈ اور سردیوں میں اٹھارہ ڈگری سینٹی گریڈ تک رہتا تھا۔اب آج کی صورتحال ملاحظہ فرمالیں۔اکتیس دسمبر دو ہزار اٹھارہ اس سال لاہور کا سرد ترین یوم تھا جس میں کم ترین درجہ حرارت پانچ ڈگری سینٹی گریڈ کو چھو سکا تھا۔اوسط سرد درجہ حرارت چوبیس ڈگری سینٹی گریڈ اور اوسط گرم درجہ حرارت بیالیس ڈگری سینٹی گریڈ رہا۔یعنی آسان الفاظ میں بات کروں تو ہمیں پورا سال دس سے بارہ ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت زیادہ گرمی کا سامنہ کرنا پڑ رہا ہے انیس سو نوے کے مقابلہ میں۔

اب لاہور شہر کی فضائی آلودگی کا بھی احاطہ کر لیتے ہیں۔جناب والا پاکستان ایئر کوالٹی انیشیٹو کی جاری کردہ دو ہزار سترہ کی رپورٹ کے مطابق دو ہزار سترہ میں صرف دو دن کے فضائی موسم کو انسانی صحت کے لیئے اچھا جبکہ چھتیس دن کے فضائی ماحول کو انسانی صحت کے لیئے انتہائی مضر قرار دیا جبکہ مجموعی طور اس رپورٹ کا خلاصہ بیان کروں تو یہ رپورٹ کہتی ہے کہ لاہور کے رہائشی مضر صحت آب و ہوا کے بین الاقوامی معیار سے نو گنا زیادہ ماحولیاتی آلودگی میں زندہ رہ رہے ہیں۔

انتہائی اختصار کے ساتھ مسئلہ کی نشاندہی کرنے کے بعد اب آتے ہیں ادارہ تحفظ ماحولیات کے کردار اور کارکردگی کی طرف۔کیا واقعی ادارہ تحفظ ماحولیات اس تمام کا ذمہ دار ہے؟ اس بات میں تو کوئی دو رائے نہیں ہوسکتی کہ ادارہ تحفظ ماحولیات کے کام کرنے کا مقصد نہ صرف ماحولیاتی آلودگی کو روکنا ہے بلکہ ایک عام پاکستانی یہ ہی سمجھتا ہے کہ جو بھی چیز ہمارے ماحول کے لیئے نقصان دہ ہے اس کی ذمہ داری اس ادارہ کے نازک کندھوں پر ہے! لیکن ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔مال روڈ پر بارش کے باعث گڑھا پڑ گیا۔کیوں؟ جناب یہ گڑھا اورنج لائن کے زیر زمین بنائے جانے والے اسٹیشن کے قریب پڑا۔ہیوی مشینری نے دن رات تھرتھراہٹ پیدا کی جن کی وجہ سے زمین دھنستی چلی گئی اور اس کے اوپر سڑک اپنی جگہ اس وقت تک قائم رہی جب تک کہ اس پر پانی کا دباؤ نہیں آیا۔پانی کے دباؤ نے پہلے ایک سوراخ کیا اور پھر سطح زمین جہاں تک جاسکتی تھی نیچے دھنس گئی اور ایک گڑھا ساری دنیا کے سامنے آ گیا۔لیکن اس اورنج لائن کی تعمیر سے بہت پہلے ایک میٹرو بس لاہور میں چلائی گئی اور اس کے لیئے جاپان کی ایک ایجنسی جائیکا نے ادارہ تحفظ ماحولیات کی مدد سے ایک ماحولیاتی اسٹڈی مکمل کی۔اس اسٹڈی کے منظر عام پر آنے سے پہلے پہلے ہی ادارہ تحفظ ماحولیات کے دائرہ اختیار سے ارتعاش کی صورت میں پیدا ہونے والی مشکلات اور زیر زمین تبدیلیوں کے بروقت تدارک کے اختیارات کو واپس لے کر لوکل گورنمنٹ کے حوالہ کر دیا گیا اور وہاں سے دو سال بعد یہ اختیار ایک ڈی اے کو ٹرانسفر کر دیا گیا۔اور ایل ڈی اے کے احد چیمہ والی کہانی سے تو سب واقف ہی ہیں۔لہذا آج اس کا اور اسطرح کے دیگر واقعات کا کوئی ذمہ دار ہی نہیں لیکن میری گفتگو کا حاصل یہ بالکل بھی نہیں۔

لاہور میں اس وقت ایک ہزار ایک سوستر کے لگ بھگ مختلف مٹیریل تیار کرنے کے بڑے کارخانے کام کررہے ہیں جبکہ چھوٹے کارخانوں کی تعداد لاکوں میں نہ سہی ہزاروں میں ضرور ہے۔آپ کوسن کر حیرانی ضرور ہوگی کہ ان تمام کو مانیٹر کرنے کے لیئے کل پانچ انسپکٹر موجود ہیں جن میں سے ایک ریٹائرمنٹ کے متلاشی ہیں جبکہ ایک انسپکٹر کو دو اسسٹنٹ کی سہولت دستیاب ہے۔گو کہ کل طلب آٹھ انسپکٹرز کی ہے اور دیگر عملہ کی طلب بھی عرصہ دراز سے سرد خانہ کی نظر ہوئے پڑے ہیں۔تمام اضلاع کا یہ ہی حال ہے اور دوسری جانب فنڈز کی عدم دستیابی کا نوحہ اپنی جگہ پر قائم ہے۔یعنی نہ تو ماحولیات اور نہ ہی محکمہ تحفظ ماحولیات حکومتی ترجیح کا حصہ نہیں ہے۔

دوسری جانب جہاں احتساب اور جواب دہی کا کوئی پرسان حال ہی نہیں وہاں کرپشن کا ہونا ایک عمومی سی بات ہے۔تحقیقی رپورٹ کسی دوسرے دن شائع کروں گا جس میں محکمہ کے افراد کو رشوت لیتے دیکھا جاسکے گا لیکن یہاں ایک معاملہ نہیں جمیع معاملہ زیر بحث ہے۔

لاہور شہر جسے کبھی باغات کا شہر کہا جاتا تھا آج پوری محنت کے بعد بھی چند ایک درخت دکھائی دیتے ہیں لیکن درخت کاٹنے والوں کا ہاتھ روکنے کے ذمہ داران تو کم نفری کا رونا رو رہے تھے، ہر فیکٹری ٹائر بطور ایندھن استعمال کر رہی ہے لیکن مجال ہے کہ کسی فیکٹری کے خلاف کوئی کاروائی عمل میں آئی ہو، گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں ہو یا فیکٹریوں کی جانب سے زہریلے فضلہ کا اخراج، محکمہ تحفظ ماحولیات کے اہلکاروں کو شاید کچھ نظر ہی نہیں آتا۔اور اس پر المیہ یہ ہے کہ کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہے کہ جو یہ سوال ہی کر سکے۔جس طرح شہر میں راہزنی کا ذمہ دار پولیس کو ٹھرایا جاتا ہے کہ شہریوں کے تحفظ کی ذمہ دار پولیس ہوا کرتی ہے اسی طرح محکمہ تحفظ ماحولیات ہمارے ماحول کے تحفظ کی ضامن ہے لہذا ماحولیاتی آلودگی، سموگ، اور غیر فطری ماحولیاتی تبدیلیوں سے شہریوں کو محفوظ رکھنے اور بروقت خطرات سے آگاہ کرنے کا ذمہ دار بھی محکمہ تحفظ ماحولیات ہی ہے۔اب اگر آپ کام نہیں کر سکتے تو گھر جائیں اور اگر کوئی رکاوٹ ہے تو عوام آپ کے ساتھ ہے لیکن آپ عوام کو اعتماد میں لے کر اپنے ہاتھ اور ماحول کو محفوظ بنائیں۔یہ ہی آپکا قومی اور ملی فریضہ بھی ہے اور آپکی تنخواہ کا اصل مقصد بھی۔لیکن اگر آپ صرف ہاتھ پر ہاتھ دھر کر افسر شاہی کے مزے بغیر کام کیئے لوٹنا چاہتے ہیں تو ڈریں اس وقت سے جب آپ کو عوام کے سامنے جواب دہ ہونا پڑ جائے اور عدالتی فیصلہ سے پہلے عوامی فیصلہ آپکا استقبال کر رہا ہو۔مثالیں آپکے سامنے ہیں شاید آپ اس نوشتہ دیوار کو سمجھیں۔

پانچ تصویروں اور ایک خبر کا نوحہ۔۔۔۔۔۔!

آزادی ان لوگوں کے لیے ایک لفظ سے زیادہ کچھ نہیں جن کو یہ وراثت میں ملی ہے لیکن اگر آزادی کی قیمت پوچھنی ہے تو اس ماں سے پوچھو جس نے اپنے سات میں سے چھ بیٹے وطن کی مٹی پر قربان کر دیے اور ساتویں کو بنا سنوار کر دشمن کے سامنے یہ حکم دیتے ہوئے بھیجتی ہے کہ "جا بیٹا! وطن کی مٹی پر اپنے لہو سے انسانی تاریخ کا سب سے متبرک لفظ 'آزادی' لکھ دے"۔

16 مئی 2018-تاریخ اشاعت

خبر رساں ادارہ تسنیم: اس میں کوئی دو رائے ہی نہیں کہ آزادی ہر محکوم و مجبور کی منزل ہے۔لیکن آج میں آزادی کی اہمیت پر زمین و آسمان کے قلابے ملانے کے بجائے کچھ غیر اہم سطحی باتیں کرنا چاہوں گا۔غیر اہم اس وجہ سے کہ ان باتوں کا پیش منظر آپ سب جانتے ہیں لیکن ایک نادیدہ قوت آپ کو اس پر لب کشائی سے روکے رکھتی ہے۔چونکہ آپ نے اس تحریر کو پڑھنے کے بعد خود کو یہ احساس دلانا شروع کر دینا ہے کہ ہم کتنے بے بس ہیں اور اختیارات ہم سے کتنے دور ہیں لہذا یہ تحریر شاید تاریخ کی غیر اہم ترین تحریر ہے لیکن نمرود کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرنے والی ہدہد کی مانند راقم بھی اپنا انسانی فریضہ ادا کرنا چاہتا ہے۔

لیکن آپ پہلے تصاویر دیکھ لیں:

یہ ایک تصویر ہے جس میں ایک فلسطینی بچہ ایک ہاتھ میں دودھ کا فیڈر اور ایک ہاتھ میں پتھر لیے مستعد کھڑا ہے!

فلسطینی بچہ اسرائیلی فوجی کے سامنے تن تنہا کھڑا ہے۔اس کے ہاتھ سے کچھ اوپر اس کا پھینکا ہوا پتھر دیکھا جا سکتا ہے۔جبکہ اسرائیلی فوجی کی بندوق کا نشانہ بھی بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

یہ نیچے تصویر فادی ابوالصلاح کی ہے جو کہ اسرائیلی فوجی بمباری کے نتیجہ میں اپنی دونوں ٹانگیں کھو بیٹھا تھا۔غزہ کی آخری سرحد پر اسرائیلی ناجائز فوجی قبضہ کے خلاف مصلح مزاحمت کرتے ہوئے۔

یہ فادی ابوالصلاح کی کفن میں لپٹی لاش ہے۔اسرائیلی فوج پر سنگ باری کرنے کے جرم میں اسے ابدی نیند سلا دیا گیا۔شہادت کا درجہ قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے۔اللہ اس کی قربانی قبول کرے۔

ایک فلسطینی بہن اسرائیلی فوج کی جانب سے کی جانے والی بمباری کے جواب میں پتھر پھینک رہی ہے۔

یہ تھیں پانچ تصاویر اور خبر یہ ہے کہ جس وقت راقم یہ تحریر لکھ رہا ہے اب تک اسرائیلی فوج کی فائرنگ سے صرف اس واقعہ میں 62 فلسطینی شہید جبکہ 2700 سے زائد زخمی ہوگئے ہیں۔ یہ فلسطینی احتجاج امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے حکم پر تل ابیب سے امریکی سفارتخانہ گزشتہ دنوں بیت المقدس منتقل کر دینے کے بعد شروع ہوئے ہیں۔

یہاں سوال یہ ہے کہ انہیں کیا مسئلہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کو تیار ہوگئے ہیں۔ جناب والا سفارت خانہ بیت المقدس منتقل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ باضابطہ طور پر یہ تسلیم کر چکا ہے کہ بیت المقدس اسرائیل کا حصہ ہے فلسطین کا نہیں۔ یہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ جس طرح تل ابیب جو کہ اب تک اسرائیل کا دارالحکومت ہے اس کی بجائے بیت المقدس کو تل ابیب کا درجہ دیا جانا طے ہے یعنی دارالحکومت کا۔

دل اس وقت خون کے آنسو رو رہا ہے اور ہاتھ اس تحریر پر ساتھ نہیں دے پا رہے۔ ہماری مذہبی وملی اساس دشمن کے قبضہ میں ہے۔ ایک ارب سے زائد مسلمان، دنیا کے امیر ترین لوگ مسلمان، اسرائیل کی ناجائز ریاست کے گرد ہا گرد ریاستیں مسلمان، دنیا میں سب سے زیادہ جنگجو پہچانے جانے والے مسلمان، دنیا کی بہترین افواج کے حامل ممالک مسلمان، دنیا کی طاقتور شخصیات مسلمان، اور حالت زار یہ کہ قبلہ اول بیت المقدس طاغوت کے نرغے میں۔

شرم نہیں آتی! ڈوب کے نہیں مر جاتے وہ جنھوں نے امریکی خاتون اول میلانیا ٹرمپ کی ایک مسکراہٹ پر کروڑوں روپے عطیہ کر دیے لیکن فلسطین کے لیے ایک روپیہ ان کی جیب سے نہ نکل سکا۔

شرم آتی ہے مجھے انہیں اپنا رہنما کہتے ہوئے جنہیں امریکی خاتون اول کے گردے کی رسولی کی فکر تو ہے لیکن مسلمان بیٹیوں کی لٹتی عصمتوں کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں۔

یہ دودھ پیتا بچہ جس نے اپنے ایک ہاتھ میں پتھر پکڑا ہوا ہے اور اپنی قومی ہمیت کے تحفظ کے لیے سینہ تانے کھڑا ہے! کیا اس بے غیرت و بے حس سربراہ مملکت سے زیادہ قابل عزت وتکریم نہیں جو اپنے قومی وقار کو بالائے طاق رکھ کر چند ٹکوں کی خاطر ملت کا سودا کر چکے ہیں اور جن کی موجودگی میں ہماری مائیں، بہنیں، بیٹیاں، خوف محسوس کرتی ہیں۔

ڈوب مرنے کا مقام ہے ان تمام ممالک کے سربراہان کے لیے جو خود کو تعلیم یافتہ اور انسانی حقوق کا علمبردار تو گردانتے ہیں لیکن انہیں عرصہ دراز سے جاری انسانی حقوق کا قتل عام کبھی نظر ہی نہیں آیا۔

پورے فلسطین کی نہیں صرف غزہ کے علاقہ کی بات کر لیتے ہیں۔ پچانوے فیصد پانی پینے کے قابل نہیں، صرف چار گھنٹے بجلی میسر ہے، پینتالیس فیصد لوگ بے روزگار ہیں، چھیالیس فیصد بچے امراض کا شکار ہیں، پچاس فیصد بچوں میں زندہ رہنے کی خواہش ہی ختم ہو چکی ہے، لیکن اس کے باوجود بیس لاکھ لوگ نقل مکانی کو ترک کر چکے ہیں، کیوں؟ جناب والا! وطن کی مٹی!۔ کیا یہ انسانی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ نہیں۔ پورے فلسطین کے حالات اس سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔

موئرخ نوٹ کر لے: کل کے روز جبکہ بیت المقدس میں سفارتخانہ کا افتتاح ہوا۔ یہ وہ تاریخ ہے جس دن بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔

انتہائی افسوس ان سب مسلمانوں کی رہبری کے دعویداروں پر ہے کہ جو آج بھی یہ سمجھتے ہیں کہ طاغوت سے مذاکرات کے ذریعہ فلسطین آزاد کروالیں گے۔ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں آپ۔ ایک فلسطینی نوجوان سے جب میری گفتگو ہوئی اور میں نے سوال کیا کہ میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟ اسکا جواب تھا" مجھے اسلحہ دیں تاکہ میں بیس پچیس اسرائیلی مار کر فلسطین کی متبرک زمین کو اپنے لہو سے تر کر سکوں"۔ میں ایسا نہیں کر سکتا! میرے پاس وسائل نہیں۔ ہوتے بھی تو میں پر امن حل پر زور دیتا۔ لیکن جس کسمپرسی میں فلسطینی مائیں، بہنیں، بیٹیاں ایک سپر پاور کے ایک ناجائز بچہ کے سامنے مدمقابل ہیں، میں ہر اس مسلمان سے جو اپنا کردار بڑا یا چھوٹا، کم یا زیادہ، ادا کر سکتا ہے اپنا کردار ادا کرنے کی اپیل کرتا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ بہت دیر ہو جائے۔

بلند حوصلہ فلسطینی بہن بھائی بہت مشکل میں ہیں اور ان کے وسائل انتہائی محدود۔ ان کے پہاڑ جیسے حوصلوں کو سلام لیکن یہ ہمارا فرض ہے کہ ان کے حوصلوں کو ٹوٹنے نہ دیں تاکہ اسرائیل کے ناپاک ارادوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار ہمیشہ قائم رہے۔ یاد رکھیں! اگر یہ حوصلوں کی دیوار گر گئی تو نہ کوئی عرب اور نہ ہی عجم کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ آدھے مسلمان ممالک میں تو پہلے ہی اپنے ایجنٹوں کی مدد سے آگ لگائی جا چکی ہے۔ باقی ماندہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ اس سے آگے میرا قلم خاموش ہے۔

میری قومی زبان اردو ہے!

تحریر و تحقیق: مسعود چوہدری۔۔۔بیان و کلام

زبان صرف رابطہ کا زریعہ ہی نہیں بلکہ ایک قوم کی پہچان بھی ہوتی ہے۔جس قوم کو تاریخ کے اوراق میں گمنامی کا سفر طے کرنا ہو وہ کچھ اور کیے بنا صرف اپنی قومی زبان پر فخر کرنا چھوڑ دے۔ پہلے پہل زبان متروک ہوگی، پھر مخدوش ہوگی، پھر فراموش ہوگی، اور اس کے بعد مدفون ہو جائے گی۔اس تدفین کے ساتھ ہی اس قوم کا تعارف بھی منوں مٹی تلے جا سوئے گا۔

زندہ قومیں اپنی قومی شناخت پر فخر کیا کرتی ہیں اور میں یہ بات فخر سے کہہ رہا ہوں کہ میری قومی زبان اردو میری قومی شناخت ہے۔ظاہر ہے کہ یہ بلاسبب نہیں ہے۔میں اگر اپنی قومی زبان کی خاصیتیں گنوانا شروع کروں تو شاید یہ تحریر کم پڑ جائے لیکن یہاں میں وہ چند ایک انتہائی ضروری باتیں کیئے دیتا ہوں تاکہ آپ بھی فخر سے کہہ سکیں کہ 'میری قومی زبان اردو ہے!'

اردو ملک پاکستان کی قومی زبان کی حیثیت سے ملک کے طول و عرض میں تو سمجھی جاتی ہی ہے لیکن یہ تمام پاکستانیوں کے رابطہ کی زبان بھی ہے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی کونہ میں موجود ہیں۔ایک تحقیق کے مطابق پاکستانی وہ واحد قوم ہے جسکا فرد دنیا کے ہر خطہ پر اپنے قدموں کی چھاپ رکھتا ہے لہٰذا میں یہ کہنے پر حق بجانب ہوں کہ یہ دنیا کی وہ واحد زبان ہے جو ہر کونہ میں اپنی چھاپ رکھتی ہے۔

یہ بھارت کی بائیس اوفیشل زبانوں میں سے ایک بھی ہے جبکہ اسے بھارت کی ریاستوں مقبوضہ جموں و کشمیر، تلنگنہ، اتر پردیش، بہار، جھاڑکھنڈ، اور دارالحکومت دہلی کی اوفیشل زبان ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔جبکہ متحدہ عرب امارات، گھانا، سرینیم، اور ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوبیگو (ویسٹ انڈیز) میں سرکاری اور عوامی سطح پر ایک بڑی تعداد کے درمیان بولی اور سمجھی جاتی ہے۔جبکہ برطانیہ، سعودی عرب، کینیڈا، جرمنی، آسٹریلیا، ناروے، سپین، امریکہ، اور بنگلہ دیش میں لاکھوں کی تعداد میں افراد اس خوبصورت اور میٹھی زبان کے ساتھ وابسطہ ہیں۔کولمبیا یونیورسٹی پریس کی شائع کردہ ایک تحقیق کے مطابق اردو، انگیزی اور مینڈرین (چینی) زبان کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے۔ یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ بھارت میں سنسکرت کے ایک مشکل زبان ہونے کے باعث استعمال کردہ ہندی زبان کو بمشکل ہی اردو سے جدا کیا جاسکتا ہے۔لیکن اسکے باوجود ہم ہندی کی الگ پہچان کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے بولنے والوں کو ایک الگ گروہ ہی رہنے دیتے ہیں اور اردو میں شمولیت کا درجہ نہیں دیتے۔

یہاں میں ایک وضاحت کرنا انتہائی ضروری سمجھتا ہوں کہ بہت سے لوگ الزام لگاتے ہیں کہ صرف 7.56% لوگ پاکستان میں اردو بولتے ہیں اور باقی ماندہ افراد دیگر زبانوں سے وابسطہ ہیں۔ جناب والا یہ سراسر غلط اور میری قومی زبان کے ساتھ ناانصافی ہے۔جبکہ درست معلومات یہ ہے کہ پاکستان کے کم و بیش سات فیصد افراد کی پہلی زبان اردو ہے اور باقی ماندہ تمام ملک کی دوسری زبان اردو ہے جبکہ انکی پہلی زبان پنجابی، پشتو، سندھی، بلوچی، براہوی وغیرہ میں سے ایک ہے۔اسکا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ پاکستان میں صرف ایک اقلیت کی رابطہ کی زبان اردو ہے۔ یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ انگریزی صرف ایک فیصد سے بھی کم افراد کی پہلی اور دوسری زبان ہے۔

جب قوم ایک ایسے خطہ ہائے ارضی پر بستی ہو جہاں ہر ساٹھ کلومیٹر کے بعد زبان کا ایک الگ لہجہ سننے کو ملے اور اس سے کچھ دور جانے کے بعد افراد اپنی پہلی زبان کی الگ شناخت کو تسلیم کیے جانے لیے سر بکف ہوں تو جناب ایک قومیت کے دھارے میں باندھے رکھنے کے لیے اور اپنا پیغام ملک کے طول و عرض تک پہنچانے کے لیے میری قومی زبان ہی کا سہارا لیا جاتا ہے۔

اسی تناظر میں عالمی طور پر مہیا کردہ معلومات کو بھی دیکھا جانا چاہیے۔ یہ کہنا کہ پوری دنیا میں فقط ایک کروڑ لوگ اردو کے ساتھ جڑے ہیں، بالکل غلط ہے۔ یہ ایک کروڑ افراد کی پہلی زبان تو ہو سکتی ہے لیکن تمام دنیا میں اردو بولنے اور سمجھنے والوں کی اصل تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ یہ مسئلہ اس وجہ سے بھی ہے کہ ہم غلام در غلام رہنا چاہتے ہیں اور ہمارے ناعاقبت اندیش اپنی قومی زبان پر فخر کرنے کی بجائے اُس زبان پر فخر کرنا چاہتے ہیں جس سے انہیں سب سے زیادہ مفادات کے حصول کا یقین ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل مینڈ ریرین (چینی) زبان سیکھنے اور سکھانے کا سلسلہ چل نکلا ہے۔ کسی زمانے میں یعنی

1838 میں بھی یہ ہی کیا گیا تھا جسکی غلامی سے ہم آج تک نہیں نکل سکے۔ الطاف حسین حالی اپنی کتاب 'حیات جاوید' میں لکھتے ہیں کہ 'خود گورنمنٹ اس بات کو تسلیم کر چکی ہے کہ ہندوستان کی قومی زبان اردو ہے۔ اور اس بناء پر 1835 میں سرکاری دفتروں اور عدالتوں کی زبان اردو قرار دی گئی'۔ جبکہ ڈاکٹر سید عبداللہ اپنی کتاب 'پاکستان میں اردو کا مسئلہ' کے صفحہ 6 پر 1838 کے لارڈ میکالے کا ایک نوٹ تحریر کرتے ہیں کہ

"we must at present, do our best to form a class of persons in blood and colour, but English in taste, in opinions, in morals, and intellect."

ترجمہ: اس وقت ہمیں انتہائی کوشش کرنی چاہیے کہ ہم ایسے لوگ تیار کریں جو نسل اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں لیکن ذوق، خیالات، اخلاقیات، اور جملہ ذہنی میلانات کے لحاظ سے انگریز ہوں۔

اس کے ساتھ ہی انگریزی کو ہندوستان کی سرکاری، دفتروں، اور عدالتوں کی زبان قرار دے دیا گیا اور وہ نوے فیصد جو اس فیصلہ سے پہلے تک خواندہ تھے بیک جنبش قلم ناخواندہ، جاہل، اور گنوار یعنی 'بلڈی انڈین' گردان دیے گئے۔

1928 میں سر راس مسعود نے جامعہ خواتین پونا میں جلسہ تقسیم اسناد سے خطاب کرتے ہوئے کہا' کوئی قوم اپنی تہذیب و تمدن کی عزت اس وقت تک نہیں کر سکتی جب تک وہ اس زبان کی عزت نہ کرے جس میں وہ تہذیب و تمدن محفوظ ہے' چوہدری احمد خان (علیگ) اپنی کتاب 'اردو سرکاری زبان' کے صفحہ 25 پر فرماتے ہیں کہ ' آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ ڈھاکہ میں 30 دسمبر 1906 کو مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کے تاسیسی اجلاس میں 'اردو زبان اور فارسی رسم الخط کی حفاظت' کو مسلم لیگ کے منشور میں شامل کیا گیا۔

آیئے اب قائد کے چند فرمودات اردو کے بارے میں دیکھتے ہیں۔ میرے پیارے قائداعظم نے اپنے خط مورخہ 13 فروری 1941 بنام جناب محمد مسلم سیکریٹری بزم ادب لائل پور (اب فیصل آباد) میں فرمایا: ''اردو ہماری قومی زبان ہے''۔ نومبر 1941 میں قائد

اعظم نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اپنی تقریر کے دوران کانگرس کو مخاطب کر کے کہا: ''مجھے پاکستان میں اسلامی تاریخ کی روشنی میں اپنی روایات، اپنی ثقافت، اور اپنی زبان اردو برقرار رکھتے ہوئے زندگی گزارنے دو''۔ 18' جنوری 1941 کو شائع ہونے والے روزنامہ انقلاب میں شائع قائداعظم کے ایک بیان کا اقتباس ہے کہ: ''میں مسلمان ہند سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ افسران مردم شماری کی ہندوستان کے ہر گوشہ میں ہر طرح کی مدد کریں۔ نسل اور فرقہ کے متعلق ہر مسلمان جواب میں 'مسلم' لکھے۔ مادری زبان اردو بتلانا چاہیے''۔ قائد کی اس اپیل پر

1941 کی مردم شماری نے ثابت کر دیا کہ مسلمانان برصغیر کی بڑی تعداد کی مادری زبان اردو ہے۔ یوں قائد کو پاکستان کا مقدمہ لڑتے ہوئے ایک اور نقطہ مل گیا کہ مادری زبان کی بنیاد پر بھی مسلمانان برصغیر کی شناخت ایک ہی ہے۔ میں قربان جاؤں اپنے پیارے قائداعظم محمد علی جناح کی فہم و فراست کے کہ جنہوں نے اس وقت وہ سبق پڑھایا جو آج پاکستان بننے کے سات دہائیوں بعد بھی ہمارے حکمران طبقہ کے دماغوں میں نہیں بیٹھ رہا۔ قائداعظم نے 1942 میں کتاب '' پاکستان 'مسلم انڈیا'' کے دیباچہ میں تحریر کیا ''جہاں تک زبان کا تعلق ہے 'پاکستان کی سرکاری زبان اردو، فارسی رسم الخط میں ہوگی''۔

مولوی عبدالحق کے مضمون 'قائداعظم اور اردو' میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا چلوں تاکہ قارئین کرام کے اذہان میں کوئی خلفشار باقی نہ رہے۔

1946 میں اینگلو عربک کالج دہلی میں قائداعظم نے تقریر فرمائی۔ تقریر سے پہلے کالج میں شب کے کھانے کی دعوت تھی جس میں کئی اور افراد کے علاوہ مولوی عبدالحق بھی مدعو تھے۔ کھانے کے بعد قائداعظم نے مولوی صاحب کو بتایا کہ انہوں نے سب سے پہلی اردو کی تقریر کئی سال پہلے بنگال کے ایک مقام پر کی جہاں ہزاروں کے مجمع میں کم و بیش پانچ سو افراد انگریزی اور تقریبا ڈیڑھ ہزار لوگ اردو سمجھتے تھے۔ سر عزیز الحق (جو اس موقع پر قائداعظم کیساتھ تھے) نے قائداعظم سے کہا؛ آپ انگریزی میں تقریر کریں میں اس کا بنگالی میں ترجمہ کر دوں گا۔ قائداعظم فرماتے ہیں کہ 'میں نے انکا مشورہ نہ مانا اور اردو میں تقریر کی۔ اس کے بعد قائداعظم نے ہنس کر مولوی عبدالحق سے کہا: ''میری اردو ٹانگے والے کی اردو ہے''۔ 1946' میں قائداعظم نے دارالسلام حیدر آباد دکن میں ایک لاکھ کے مجمع سے پینتالیس منٹ تک اردو میں خطاب کیا اور بہت صاف اور اچھی اردو میں تقریر کی۔ مولوی عبدالحق بھی سامعین میں شامل تھے۔ اگلے روز ایک صاحب کے ہاں دعوت پر مولوی عبدالحق نے قائداعظم کی تقریر کی تعریف کی اور کہا: 'آپ نے ایسی اچھی تقریر کی۔ مجھے اسکی ہرگز توقع نہ تھی۔' قائداعظم نے جواب دیا' آپ اردو کے استاد (ماسٹر) ہیں'۔ مولوی صاحب نے قائداعظم سے کہا "اب آپ کبھی یہ نہ کہیے گا کہ میری اردو ٹانگے والے کی اردو ہے"۔ یہ سن کر قائداعظم مسکرائے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے 22 اپریل 1950 کو کراچی میں منعقد ہونے والی بزم اقبال کی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: "وہ زبان جو قرآن پاک اور آسمانی صحیفوں کا ترجمہ کر سکتی ہے، جو علم و فن کے موضوعات پر بحث کر سکتی ہے، جو غالب، سرسید، حالی و اقبال کے خیالات و جزبات کو بخوبی ادا کر سکتی ہے، کیا وہ دفتروں کی معمولی مثلوں کے مطالب ادا نہیں کر سکتی؟ جو اس سے انکار کرتا ہے، وہ قومی زبان کی توہین کرتا ہے۔ یاد رکھیئے! اگر ہم نے اردو کی قدر نہ کی اور اس کو وہ

درجہ نہ دیا جس کی وہ مستحق ہے تو پاکستان کے استحکام میں خلل واقع ہو جائے گا"۔

کیا تاریخ نے بنگلہ دیش کی صورت میں یہ ثابت نہیں کیا؟ کر دیا۔ اب بھی ہم پاکستان کی بقاء کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ کہیں بلوچ سپرٹسٹ، کہیں سندھو دیش کا نعرہ، اور اب تو پشتونستان کے مطالبہ کو ہوا دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ خدارا اس نہ تھمنے والے طوفان کی تباہ کاریوں کو سمجھیں۔ بھارت میں 179 زبانیں اور 544 بولیاں ہیں جو ہندی سے بالکل مختلف ہیں۔ ہندی کے خلاف مظاہرے بھی ہوئے لیکن ہندی کو دفتری زبان بنا دیا گیا۔ چین نے ہم سے دو سال بعد 1949 آزادی حاصل کی۔ انگریزی کے تسلط سے باہر نکلا اور مینڈریری (چینی) زبان پر فخر کیا۔ آج ہم اپنے بچوں کو اس زبان کی اہمیت سمجھاتے نہیں تھک رہے۔ انڈونیشیاء میں 200 سے زائد زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن قومی زبان جاوانی پر فخر کرتے ہوئے اسے دفتری و سرکاری زبان کے طور پر اہمیت دی گئی۔ آج انڈونیشیاء ترقی میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے۔ اسطرح کی بہت سی دیگر مثالیں اور بھی دی جا سکتی ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہمیں یہ موقع ملے کہ ہم کہہ سکیں کہ 'میرے پیارے پاکستان کی سرکاری و دفتری زبان بھی اردو ہے'۔ میری معصوم سی خواہش تو یہ بھی ہے کہ جب میرا صدر، وزیراعظم، وزیر، مشیر، سفیر، اور مندوب کسی ہم منصب سے ملاقات کرے یا اندرون و بیرون ملک کسی اجتماع سے خطاب کرے تو وہ اردو کو اپنی پہچان کے طور پر متعارف کرواتے ہوئے فخر کے ساتھ کہے 'میری قومی زبان اردو ہے!'۔

میرے محترم اور مخلص ترین بھائیوں میں سے ایک صدر تحریک نفاذ اردو پاکستان جناب محترم عزیز ظفر آزاد مرحوم و مغفور نے خادم کے ساتھ دوران غیر رسمی گفتگو کہا تھا کہ ''مجھے اس سے کچھ غرض نہیں کہ آپ اردو کو کس طبقہ کی زبان سمجھتے ہیں۔ میں تو اردو کو ہر طبقہ کی زبان سمجھتا ہوں کیونکہ میرے لیئے اردو کا ہر وہ لہجہ قابل قبول ہے جو عام فہم ترین ہے۔ یہ اردو کی خوبصورتی ہے کہ آپ جس بھی زبان کا جو بھی لفظ اس میں فٹ کرنا چاہیں بلا تردد استعمال کر سکتے ہیں۔ کریں! مجھے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ لیکن مجھے اس سے فرق ضرور پڑتا ہے کہ آپ مجھ سے میری پہچان چھین کر مجھے اغیار کی پہچان کو اپنانے کا درس دیتے ہیں۔''

ہم بطور پاکستانی کبھی بھی عزیز ظفر آزاد مرحوم کی خدمات کو فراموش نہیں کر سکیں گے۔ اللہ رب العزت میرے پیارے بھائی کو اپنا قرب خاص نصیب فرمائے! آمین۔

ریڈیو: ایک دم توڑتی روایت

تحریر و تحقیق: مسعود چوہدری ۔۔بیان وکلام

آج 13 فروری ہے عالمی یوم ریڈیو۔اس دن کو منانے کی باقاعدہ منظوری اقوام متحدہ کے ادرہ برائے تعلیم وثقافت UNESCO نے 3 نومبر 2011 کو اپنے چھتیسویں سالانہ اجلاس میں دی۔جبکہ 14 جنوری 2013 کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اپنے سرسٹھویں اجلاس میں یونیسکو کے فیصلہ کی توثیق کردی۔اس دن کو منانے کی تجویز سپین ریڈیو اکیڈمی کے صدر نے UNESCO کے ڈائریکٹر جنرل کے نام 2008 میں ایک خط لکھ کردی تھی۔اس خط کی تائید میں انہیں 48 ممالک کی براڈکاسٹنگ ایسوسی ایشنز کی تحریری حمایت بھی حاصل تھی جبکہ جب UNESCO نے تمام ممبران سے رائے لی تو 91 فیصد نے اس دن کو منانے کی اہمیت کے حق میں رائے دی۔اس کے بعد ہر سال 13 فروری کو عالمی یوم ریڈیو کے طور پر منایا جانے لگا۔یاد رہے کہ 13 فروری 1946 کو اقوام متحدہ کے ریڈیو اسٹیشن نے باقاعدہ اپنی نشریات کا آغاز کیا تھا اور اسی دن کی مناسبت سے ڈائیریکٹر جنرل یونیسکو نے عالمی یوم ریڈیو منانے کی تجویز پیش کی جسے کثرت رائے سے منظور کرلیا گیا۔

اقوام متحدہ اس دن کو منانے کے مقاصد کی وضاحت کے طور پر یہ جملہ تحریر کرتا ہے کہ:

The objectives of the Day will be to raise greater awareness among the public and the media of the importance of radio; to encourage decision makers to establish and provide access to information through radio; as well as to enhance networking and international cooperation among broadcasters.

ریڈیو دنیا میں زیادہ ترین لوگوں تک معلومات پہنچانے کا سب سے سستا ذریعہ گردانا جاتا ہے۔یہ رابطہ کا ایک انتہائی طاقتور ذریعہ بھی ہے۔لیکن وقت کی گرد نے جہاں دیگر ذرائع آگاہی کو مشکلات کا شکار کررکھا ہے وہاں ہی ریڈیو کو بھی وہ مقام حاصل نہیں رہا جو کسی زمانہ میں حاصل تھا۔آج یہ بات سب جانتے ہیں کہ تار کے بغیر معلومات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کا تصور Essay on Magnetism (1784) میں جارج ایڈمز نے پیش کیا جبکہ اس نظریہ پر اپنے اپنے طور پر کام کرنے والوں میں لوئی گلوانی (1791) پیٹر سیمیول منک (1835) جوزف ہینری (1842) سیمیول ایلفر ڈ ویلری (1852) ایڈون ہوسٹن، ایلہو تھومسن، تھامس ایڈیسن (1875) اور ڈیوڈ ایڈورڈ ہگیز (1878) شامل تھے۔جبکہ اس معاملہ میں پہلی بڑی کامیابی جیمز میکسویل کے اس فارمولہ سے 1864 میں گردانی جاتی ہے جس کی مدد سے انہوں نے واضع کیا کہ کسطرح برقی مقناطیسی لہروں کو آزاد فضا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جاسکتا ہے۔اس وقت جب ہگیز نے برقی مقناطیسی لہروں کی پانچ سو قدم تک سنائی دے سکنے کی خوشخبری عوام کو سنائی تھی تو اخبارات نے پہلے صفحہ پر بڑی بڑی سرخیوں سے اس کام کو سراہا تھا۔

یہ سفر جاری رہا لیکن 1894 وہ سال تھا جب ریڈیو درحقیقت پیدا ہوگیا۔ گو کہ اولیور لاج، جگدیش جندرا بوس، ایلیکزینڈر راسٹیفنو وچ پوپو نے امتیازی کام کیئے لیکن گلیلمو مارکونی بغیر تار کے ریڈیائی لہروں پر منحصر ٹیلیگراف سسٹم کو پیٹنٹ کروانے میں کامیاب ہوگئے اور اس کے بعد یہ ایجاد کمرشل بنیادوں پر فروخت کے لیئے پیش کردی گئی۔ گو کہ آج کا ریڈیو اس ریڈیو سے بہت زیادہ جدید ہے اور ریڈیائی لہروں کا استعمال اس دن کی بنسبت کئی گنا زیادہ ہو رہا ہے لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس زیادتی نے نہ صرف انسان کو ایکدوسرے سے دور کردیا ہے بلکہ آج ہم اسطرح سے فائدہ بھی نہیں اٹھا پا رہے جسطرح سے پچھلی صدی کے لوگوں نے اٹھایا۔ گو کہ کہا جاتا ہے کہ آج کی تیز رفتار ترقی ہر خاص وعام تک پہنچ گئی ہے اس کے باوجود بھی آج دنیا میں ایک ارب کے لگ بھگ لوگ ایسے ہیں جن تک ریڈیائی لہروں کے زریعہ سے بھی معلومات نہیں پہنچ سکیں۔ یعنی اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ آج بھی انسان کا انسان سے رابطہ کا خلاء موجود ہے جسے پر کرنے کی ضرورت موجود ہے۔

پاکستان کی تاریخ سے مصطفیٰ علی ہمدانی کے 13 اور 14 اگست 1947 کی درمیانی شب کہے گئے الفاظ ''السلام علیکم! پاکستان براڈ کاسٹنگ سروس، ہم لاہور سے بول رہے ہیں۔ تیرہ اور چودہ اگست 1947 کی درمیانی رات، بارہ بجے ہیں۔ طلوع صبح آزادی۔'' کبھی بھی فراموش نہیں کیئے جاسکتے۔ انہیں الفاظ کے ساتھ ہی پاکستان براڈ کاسٹنگ کمپنی کا وجود عمل میں آگیا جو آگے چل کر ریڈیو پاکستان ہو گیا۔ ریڈیو پاکستان نے اپنے نشریاتی سفر کا آغاز صرف تین میڈیم ویوز ٹرانسمیٹرز کے ساتھ کیا جو لاہور، پشاور اور ڈھاکہ میں نصب تھے۔ نشریاتی سفر کے آغاز کے وقت عملے کی تعداد انتہائی کم اور آلات انتہائی پرانے تھے۔ ریڈیو پاکستان کے پروگراموں کی سماعت میں اس وقت وسعت پیدا ہوئی جب 1948 میں کراچی اور راولپنڈی میں نئے ریڈیو اسٹیشنوں کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بعد کراچی میں 1950 میں نئے براڈ کاسٹنگ ہاؤس کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بعد 1951 میں حیدرآباد اور 1956 میں کوئٹہ میں نئے ریڈیو اسٹیشن قائم کیئے گئے۔ 1970 میں اسلام آباد میں ٹریننگ سینٹر اور ملتان میں ریڈیو سٹیشن قائم کیا گیا۔ 1974 اور 75 میں خیرپور اور بھاولپور میں 1977 میں گلگت اور سکردو میں ریڈیو سٹیشن قائم ہوئے۔ 1981 میں تربت اور 1982 میں ڈیرہ اسماعیل خان، خضدار اور فیصل آباد میں ریڈیو سٹیشن قائم ہوئے۔ ان ریڈیو اسٹیشنوں کے قیام نے ریڈیو پاکستان کو ایک انتہائی مؤثر ذریعہ ابلاغ بنا دیا۔ پاکستان میں نشریات کی دنیا میں طویل عرصے تک ریڈیو پاکستان کی ہی حکمرانی رہی۔ ماضی میں ریڈیو کا دوسرا نام ریڈیو پاکستان ہی تھا کیونکہ یہ صرف ریڈیو پاکستان ہی تھا جو ملک بھر میں نشریاتی خدمات انجام دیتا تھا۔ ایف ایم 93 پر پورے پاکستان میں ریڈیو پاکستان اپنی نشریات پیش کر رہا ہے۔ دستیاب معلومات کے مطابق اس وقت ایف ایم 93 کے پورے ملک میں 22 سٹیشن ہیں۔

پاکستان میں 1994 میں تجرباتی بنیادوں پر پہلے ایف ایم ریڈیو ایف ایم گولڈ نے نشریات کا آغاز کیا جس کی نشریات صبح سات بجے سے دن 1 بجے تک ہوتی تھی۔ تجرباتی نشریات کی کامیابی کے بعد 1996 میں پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن نے ایف ایم 101 کی باقاعدہ نشریات کا آغاز کردیا۔ پورے پاکستان میں اس وقت 143 ایف ایم چینل کام کر رہے ہیں۔

ریڈیو کا سنہری دور وہ تھا جب ریڈیو حقیقی معنوں میں تقریباً ہر خاندان کا فرد ہوا کرتا تھا۔ بیوٹی فل، مرفی یا فلپس کمپنیوں کے ریڈیو 1950 کے عشرے میں ڈرائنگ رومز کی زینت ہوا کرتے تھے اور انہیں گھر میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ پورا خاندان اس پر اپنے پسندیدہ پروگرام سنا کرتا تھا۔ جس میں ڈرامہ، موسیقی اور ریڈیو شوز شامل تھے۔ یہ وہ دور تھا جب ریڈیو پر پروگرام کرنے والے فنکارو صداکار سامعین میں بہت مقبول ہوا کرتے تھے اور ہر ریڈیو اسٹیشن کو روزانہ ہزاروں کی تعداد میں سامعین کے خطوط موصول ہوا کرتے تھے۔ ریڈیو ایک استاد یا رہنما کی طرح لوگوں کی تربیت کیا کرتا تھا اور سامعین ریڈیو کے ذریعے دی جانے والی تربیت پر ایک طالب علم کی طرح عمل کیا کرتے تھے۔ ریڈیو نے عوام کی ذہنی نشوونما اور اخلاقی تربیت میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ریڈیو تفریح کا بھی بہت بڑا ذریعہ تھا۔ پاکستان کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے گلوکار، موسیقار، سازکار، شاعر اور مصنفین ریڈیو پاکستان کے ساتھ وابستہ رہے اور ملک میں ثقافتی ترقی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ وہ سامعین جو 1950 اور 1960 کے عشروں میں کرکٹ کمنٹریز سنا کرتے تھے وہ عمر قریشی اور جمشید مارکر کی کمنٹریز کو یاد کرتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ انگریزی کمنٹری سامعین کو کھیل میں ہونے والی پیش رفت کو سمجھنے میں مدد دیتی تھی۔ کرکٹ کی اصطلاحات جیسا کہ گگلی، ہاؤزیٹ وغیرہ مانوس اصطلاحات بن گئیں اور عمر قریشی کا انداز کرکٹ کمنٹری میں معیار تسلیم کیا گیا۔ حالانکہ ریڈیو سیٹ کی تعداد بہت زیادہ نہ تھی اور ریڈیو بڑی تعداد میں دستیاب نہ تھے لیکن اس کے باوجود ریڈیو پر نشر ہونے والا پیغام پل بھر میں ملک کے طول وعرض میں پھیل جاتا تھا۔ دکانوں پر سکور بورڈ آویزاں کر دیئے جاتے تھے اور ان بورڈز پر تازہ ترین سکور درج کیا جاتا تھا۔ اگر ہاکی کے کھیل کی کمنٹری کی بات کی جائے تو ایس ایم نقی کو اردو کمنٹری کا باوا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اور یہ واحد اردو کمنٹیٹر ہیں جنہیں پاکستان کے ہاکی کے سنہری دور کے دوران قومی ہاکی ٹیم تک رسائی حاصل تھی۔ ان دنوں مرد خبروں اور حالات حاضرہ کے پروگرام زیادہ سنتے تھے اور خواتین ڈرامہ اور موسیقی کے پروگرام جبکہ نوجوان سکول براڈ کاسٹ، بچوں کی دنیا، زیادہ ذوق وشوق سے سنتے تھے اور بڑی تعداد میں لوگ مباحثوں، تقریری مقابلوں، مشاعروں، بیت بازی اور ڈراموں میں شرکت کرتے تھے۔ ریڈیو نے پاکستان میں فلم اور آرٹ کو فروغ دینے والے ادارے کی ذمہ داری سنبھالی ہوئی تھی۔ ٹی وی اور فلم کے اکثر مقبول فنکاروں نے اپنے فنی سفر کا آغاز ریڈیو سے کیا۔ انہیں ملک میں ایسا کوئی ادارہ یا اکیڈمی میسر نہ تھی جہاں سے وہ فنی تربیت حاصل کر سکتے۔ لہٰذا انہیں ریڈیو پر ہی انحصار کرنا پڑا اور اس طرح جو کردار وہ ریڈیو ڈراموں میں ادا کرتے گئے وہی ان کی تربیت کا ذریعہ بنے۔

پھر کیا ہوا؟ شاید ہمیں ترقی نے آلیا۔ آج ہماری نوجوان نسل کے پاس لامحدود و لامتناہی آپشنز موجود ہیں۔ سینکڑوں ریڈیو اسٹیشنز ہزاروں طرز کی معلومات فراہم کر رہے ہیں لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خاندانوں کے درمیان وہ محبت اور خلوص جس کا سبب ریڈیو بنتا تھا اب نہیں رہا۔ ہم نے اپنی روایات کو بھلا دیا۔ اب ہم نہیں جانتے کہ بیٹی کس گانے پر اپنے مستقبل کے تانے بن رہی ہے اور بیٹا کس کی تربیت میں نشوونما پا رہا ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ریڈیو ختم ہو گیا یا ختم ہو جائے گا کیونکہ جو کام ریڈیو پاکستان کیا کرتا تھا اب بہت سے مختلف ادارے وہی کام انتہائی شدومد کے ساتھ کر رہے ہیں لیکن کمرشل ازم کا ایک مسئلہ پیسہ بنانا بھی ہوتا ہے۔ براڈ کاسٹنگ کے دوران سامع کو اپنی طرف مائل رکھنے کی تگ ودو نے پروگراموں کے معیار کو اس حد تک گرا دیا ہے کہ اب فحش گوئی اور سرحد پار سے درآمدی موسیقی

جس میں جزبات کو ابھارنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے اس تواتر کے ساتھ پیش کیئے جا رہے ہیں کہ گننا بھی ممکن نہیں رہا۔ ظاہر ہے جو بکتا ہے وہ ہی بنایا جاتا ہے اور وہ ہی پیش بھی کیا جاتا ہے۔ یہ بک رہا ہے۔ لیکن بک تو اور بھی بہت کچھ سکتا ہے لیکن اتنا وقت کس کے پاس ہے کہ ایک ایک پہلو پر کام کیا جائے۔ یہ بحث تو ایک طرف ہے کہ ہمارا موسیقار اور ڈرامہ نگار اس تمام دوڑ دھوپ میں بے روزگار ہو کر رہ گیا ہے لیکن معاشرتی اقدار اور روایات دم توڑتی جا رہی ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے بڑوں کے پاس تو ان چھوٹے چھوٹے مسائل کے بارے میں سوچنے کا وقت ہی نہیں ہے۔ عالمی یوم ریڈیو ہمیں ایک موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم صرف ایک روز کے لیئے ہی سہی اپنے خاندان کے ساتھ انہیں روایات کا مزہ دوبالا کریں جنہیں ہم نے چکا چوند تیز رفتار ترقی کی نظر کر دیا ہے۔ وگرنہ یہ روایت بھی دیگر کئی روایات کی مانند دم توڑ جائے گی اور ہمیں خبر تک نہ ہوگی۔

چند اشعار حصول برکت کے لیئے

مصر کے فاضل علامہ شرف الدین طنوبیؒ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

یا عاشقا نعل الحبیب و ما رآی

تمثالھا ھنیت بالتمثال

ترجمہ: اے عاشق حبیبِ خدا، تجھے نعلِ حبیب صل اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے نقشِ پاک مبارک ہو

ضعہ علی خدیک ثم علی الحشا

وعلیہ والی الشمک المتول

ترجمہ: (اے عاشق) اسے اپنے رخسار پر رکھ اور اسے اپنے چہرے اور (آنکھوں پر) لگا کر (اظہارِ محبت وعقیدت کر)

واعکف علیہ عسی تفوز بیُمنہ

فالسر قد یسری الی الاشکال

ترجمہ: نقشِ نعلِ پاک کے ساتھ تعلق کو پختہ کر، یقیناً اس کی برکت سے تجھے کامیابی حاصل ہوگی اور خوش ہو جا کہ اس کے ذریعے تیری مشکلیں آسان ہو جائیں گی

واجعل جبینک فوقہ متبرکا

تحوی الفخار وغایۃ الامال

ترجمہ: اپنی جبینِ نیاز کو حصولِ برکت کے لیے نقشِ نعلینِ پاک صل اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھکا دو، یہی تیرے لیے باعثِ افتخار ہے اور تمام امیدوں کا برآنا اسی میں پنہاں ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ

اذا مرّ بی یوم ولم اتخذ یدا

ولم استفد عِلما فما ذاک من عمری

ترجمہ: اگر میرا کوئی دن ایسا گزرا کہ میں نے کوئی احسان نہ کیا اور کوئی علمی بات نہ سیکھی تو وہ دن میری عمر کا حصہ نہیں۔

یہ اشعار عرب میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں۔۔۔۔۔

اصبِر علی حَسَدِ الحسُو

دِفاِن صبرَک قاتلہ

کالنارتاَ کل بعضہا

اِن لم تجِد ماتاَ کلہُ

ترجمہ: حاسد کے حسد پر صبر کرو، تمہارا صبر اس کو مار ڈالے گا۔ بالکل اسی طرح جیسے آگ کو کھانے کو کچھ نہ ملے تو وہ خود ہی کو کھا جاتی ہے۔

اختتام سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (کلیات سعدی، تہران) کے اس شعر پر کروں گا کہ

گر دِلے داری بہ دلبَندی بَدہ

ضایع آں کشور کہ سلطانیش نیست

ترجمہ: اگر دل رکھتا ہے تو اسے کسی دلدار کو دے دے، ضائع ہو جاتی ہے وہ سلطنت کہ جس کا کوئی سلطان نہ ہو۔